نکاح سے متعلق 200 فتاویٰ جات
○ ساس سے نکاح کرنا کیسا ؟
○ کیا نیٹ یا فون کے ذریعے نکاح ہو سکتا ہے ؟
○ جس عورت سے زنا کِیا اُس کی بیٹی سے نکاح کرنا کیسا ؟
مرتب وطالب العلم : عبد الماجد ظہور عاصِم
عطاری قادری جامعۃ المدینہ فیضانِ
عطار واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

زوجہ کی موجودگی میں اُس کی سگی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: fmd:0123

تاریخ اجراء: 29 محرم الحرام 1438ھ/31 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اپنی زوجہ کی موجودگی میں اُس کی سگی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تحریری فتوی عطا فرمادیں تاکہ کسی کو سمجھایا جاسکے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک زوجہ کو طلاق ہو کر اُس کی عدت نہ گزر جائے یا زوجہ فوت نہ ہو جائے اُس کی بہن (خواہ سگی ہو، باپ شریک ہو یا ماں شریک ہو یا دودھ شریک یعنی رضاعی کسی بہن) سے نکاح جائز نہیں، حرام قطعی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا بیوی سے تین ماہ دور رہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

مجیب: مولانا جمیل صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Fmd:0076

تاریخ اجراء: 28ذی الحجہ 1437ھ/01اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ بیوی لڑائی کے دوران بدتمیزی بہت کرتی تھی جس پر میں نے غصے میں کہا کہ میں تمہارے اس طرح کی بدتمیزی سے تنگ آگیا ہوں بہتر یہ ہے کہ تم کو قسم ہے تم میرے کمرے میں نہ آنا اور تمہاری تمام لڑائی کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ تم آج سے تین ماہ 13 دن تک میرے سے ملاقات کرنے کی نہ سوچنا۔ تین ماہ 13 دن کے بعد دیکھوں گا۔ اس بات کو ایک ہفتہ گزرا ہے اور اس دن سے آج تک میں اپنے کمرے میں بیوی کو آنے نہیں دے رہا اور وہ مسلسل مجھ سے معافی طلب کررہی ہے۔ اب مجھے فتوے کی روشنی میں اس کا حل بتائیے کہ آیا میں بیوی کو اپنے کمرے میں آنے دوں یا نہیں اور کیا اس سے نکاح وغیرہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں کسی طور پر طلاق واقع نہیں ہوئی اسی طرح 3 ماہ 13 دن تک اگر آپ اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں آنے نہ دیں تو اس سے بھی کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ یونہی کسی پر قسم ڈالی جائے اور وہ اس قسم کو اپنے اوپر لازم نہ کرے تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی چنانچہ اگر آپ کے ان الفاظ" تم کو قسم ہے تم میرے کمرے میں نہ آنا سے بقول آپ کے کہ آپ کی بیوی نے قسم اپنے اوپر لازم نہیں کی تھی تو ان پر کسی طرح کی قسم لازم نہیں ہوئی لہٰذا وہ آپ کے کمرے میں آجائیں تو قسم کا کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

اور عورت کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا حق پہچانے اور شوہر کی دلآزاری سے باز آئے اور شوہر سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بھی سچی توبہ واستغفار کرے۔ بہر حال جب تکلیف پہنچانے والا شرمندہ ہو جائے اور دوسرے کے پاس معافی کے لئے آئے تو اس کو فراخ دلی کے ساتھ معاف کرنا چاہئے کہ معاف کرنے کی دنیا و آخرت میں بڑی برکتیں و فضیلتیں ہیں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نکاح میں دولھا اور دلہن کے حقیقی والد کا نام لینا ضروری ہے؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Har:1911

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1438ھ/06 اکتوبر 2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں دولھا اور دلہن کے حقیقی والد کا نام لینا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز کسی نے بچہ گود لیا، اس کے حقیقی والد کا نام معلوم نہیں تو کیا گود لینے والے کا نام بطور ولدیت لے سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: علی حمزہ (پریٹ آباد، حیدر آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح میں ضروری امر یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے نکاح کرنے والے مرد اور عورت کی تعیین ہو جائے یعنی گواہوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں لڑکے کا فلاں عورت سے نکاح ہو رہا ہے۔ اگر دولھا اور دلہن مجلس عقد میں موجود ہیں تو ان کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی ہے، کسی کا نام مع ولدیت یا بغیر ولدیت لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ اور اگر دونوں یا کوئی ایک مجلس نکاح میں موجود نہیں جیسا کہ عموماً ہمارے ہاں دلہن مجلس عقد میں موجود نہیں ہوتی، اس کی طرف سے اس کا وکیل ایجاب یا قبول کرتا ہے، تو اس صورت میں اگر نام یا کسی اور چیز سے تعیین ہو کہ گواہ پہچان لیں تو صرف اسی قدر کافی ہے، باپ، دادا کا ذکر ضروری نہیں ہے اور اگر اس کے بغیر تعیین کی کوئی صورت نہ ہو تو اس صورت میں باپ اور دادا کا نام لینا ضروری ہے۔ الغرض اصل مقصود تعیین ہے کسی خاص کا نام لینا نہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ مسئلہ خاص نکاح کے ساتھ ہی متعلق نہیں بلکہ مطلقاً ہے کہ منہ بولا بیٹا اپنے حقیقی باپ ہی کا بیٹا ہے لہٰذا پکارنے، یا قانونی دستاویز مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ، نکاح نامہ وغیرہ میں لے پالک بچہ کی ولدیت کی جگہ پر حقیقی والد ہی کا نام استعمال کریں۔ حقیقی والد کے علاوہ پرورش کرنے والے کی طرف بطور ولدیت منسوب کرنا حرام ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ایک ساتھ تین شادیوں کا پروگرام کرسکتے ہیں؟

مجیب:مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:kan:11953-1

تاریخ اجراء:15 محرم الحرام1438ھ/17اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک فیملی دو بیٹا اور ایک بیٹی کا اکھٹے شادی کا پروگرام کرانا چاہیں تو کیا اس کی کوئی ممانعت ہے اکثر لوگوں میں ایک بات مشہور ہے کہ اکھٹے تین شادی کا پروگرام نہیں کرنا چاہیے اس سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، بندش ہو جاتی ہے، شادی کامیاب نہیں ہوتی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تین شادیوں کا اکٹھا پروگرام کرنا درست ہے؟

سائل: شمشاد قیصر (اورنگی ٹاؤن)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تین شادیوں کا اکٹھا پروگرام کرنا جائز ہے، شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ جو بات آپ نے لوگوں کے متعلق بیان کی ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسا کرنے سے رُکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، بندش ہو جاتی ہے، شادی کامیاب نہیں ہوتی وغیرہ تو یہ خیالات و نظریات باطل ہیں اور یہ بدشگون لینا ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق منع ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پانچ سال کی بچی کو دودھ پلایا تھا کیا اس سے بیٹے کا نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: lar:6028-4

تاریخ اجراء: 15 محرم الحرام 1438ھ/17 اکتوبر 2016ء

دَارُالافْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ نے پڑوسن کی بچی کو پانچ سال کی عمر میں اپنا دودھ پلایا تھا، اب وہ بچی بڑی ہوگئی ہے ہندہ اپنے بیٹے کا نکاح اس بچی سے کرنا چاہتی ہے یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس بچی سے اور کوئی رشتہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔

سائل: محمد تنویر عطاری (ضلع خوشاب)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت ثابت ہونے والی عمر یعنی ڈھائی سال کے بعد دودھ پلایا گیا اس عمر کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ کہ دو سال بعد دودھ پلانا حرام ہے لہذا ہندہ پر لازم ہے کہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کے احکام؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: lar:6069

تاریخ اجراء: 01محرم الحرام1438ھ/03اکتوبر2016ء

دَارُالْاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے تین ماہ کی عمر میں ایک بار اپنی خالہ کا دودھ پیا تھا،اب زید کا بھائی بکر چاہتا ہے کہ وہ اپنی اُس خالہ کی بیٹی سے شادی کرے، کیا بکر کا اپنی خالہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

سائل: محمد بلال(راوی روڈ،لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں بکر کا اپنی خالہ کی بیٹی سے نکاح کرنا شرعا جائز ہے کیونکہ جس بچے نے کسی عورت کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہو،اس عورت کی اولاد فقط اس دودھ پینے والے پر حرام ہوتی ہے،اس کے دیگر بہن بھائیوں پر حرام نہیں ہوتی اوران کا باہم نکاح جائز ہوتا ہے اور صورت مذکورہ میں زید نے مدت رضاعت میں اپنی خالہ کا دودھ پیا تو وہ اسکی رضاعی ماں بن گئی اور زید کا اپنی خالہ کی کسی بیٹی سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اس کی رضاعی بہنیں بن گئیں جبکہ زید کے بقیہ بہن بھائیوں کا نکاح اپنی خالہ کی اولاد سے کرنا جائز ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا محرم میں نکاح جائز ہے؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:lar:6079

تاریخ اجراء: 08محرم الحرام1438ھ/10اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ محرم الحرام کے مہینے میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد عبداللہ عطاری (مرید کے)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

محرم الحرام کے مہینے میں نکاح کرنا جائز ہے کہ شریعت مطہرہ نے اس سے منع نہیں کیا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا چچازاد بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

مجیب: مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:863

تاریخ اجراء: 21محرم الحرام1438ھ/23اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے چچازاد بھائی، میری بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں ہم سب بھی راضی ہیں وہ بھی راضی ہیں لیکن خاندان والے کہتے ہیں کہ چچازاد بہن کی بیٹی گویا کہ اپنی بھانجی کی طرح ہوئی لہذا یہ نکاح نہیں ہوگا آپ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں؟

سائل: محمد یوسف عطاری (رنچھوڑ لائن، کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چچازاد بھائی، بہنیں حقیقی بہنیں، اور بھائی نہیں بن جاتے کہ اس وجہ سے نکاح کی حرمت کے احکام لاگو ہوں۔ چچا، زاد بھائی بہن آپس میں نامحرم ہی ہوتے ہیں اور ان کی آپس میں ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ہے اسی طرح ان کی اولاد سے بھی ہو سکتی ہے لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر کوئی مانع رشتہ یعنی رضاعت یا مصاہرت وغیرہ کا سبب نہ ہو تو آپ کے چچازاد بھائی کا آپ کی بھانجی سے نکاح بالکل جائز ہے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا ہے لہذا سوال میں مذکورہ رشتے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلی بہن کے بیٹے کی بیٹی سے نکاح کرسکتے ہیں؟

مجیب: مولانا عرفان صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6396

تاریخ اجراء: 11 جمادی الثانی 1438ھ/11 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امیر کے سگے ماموں کی بیوی امیر کی سوتیلی بہن ہے یعنی امیر اور اس بہن کا والد ایک ہے لیکن دونوں کی والدہ الگ الگ ہے۔ کیا امیر کے سگے ماموں اور اس سوتیلی بہن سے جو بیٹا پیدا ہوا اس بیٹے کی بیٹی سے امیر کا نکاح ہو سکتا ہے۔

سائل: قاری محمد جمیل فاروقی (لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امیر کا اپنی سوتیلی بہن کے بیٹے کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس میں یہ ہے کہ جن کا باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ ہو وہ علاتی بہن بھائی کہلاتے ہیں اور جس طرح سگی بہن کی اولاد در اولاد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح علاتی بہن کی اولاد در اولاد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے؟

مجیب:مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Lar:6385

تاریخ اجراء:11 جمادی الثانی 1438ھ/11 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ محمد ارشاد نے صغرہ بی بی سے نکاح کیا،ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام محمد نواب ہے۔ پھر محمد ارشاد نے صغرہ کو طلاق دیدی،اور زینب سے نکاح کیا۔اب محمد ارشاد اپنے بیٹے محمد نواب کا نکاح اپنی زوجہ زینب کی بہن سے کرنا چاہتا ہے، کیا محمد نواب کا نکاح اپنی سوتیلی والدہ (زینب) کی بہن سے کرنا جائز ہے؟

سائل: محبوب احمد (متعلم جامعہ ہجویرہ داتا دربار،لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں ! محمد نواب کا اپنی سوتیلی والدہ (زینب) کی بہن سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی اور مانع نکاح مثلا حرمت رضاعت یا حرمت مصاہرت وغیرہ قائم نہ ہو۔ یاد رہے کہ سوتیلی خالہ جو حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔

سوتیلی والدہ کی بہن خالہ نہیں لہذا جن عورتوں سے نکاح کی ممانعت ہے یہ ان میں شامل نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

شادی شدہ عیسائی عورت اسلام قبول کرلے تو نکاح سے متعلق کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی هاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6420

تاریخ اجراء: 21 جمادی الثانی 1438ھ/21 مارچ 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسنّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک کرسچین عورت اسلام لائی۔ جبکہ اس کا شوہر عیسائی ہے۔ اسلام لانے کے ایک سال تک وہ پھر اسی شوہر کے ساتھ رہی اس دوران اس کی تین ماہواریاں پوری ہو گئیں تھی اور میاں بیوی والے معاملات بھی ہوتے رہے، پھر شوہر نے اس کو چھوڑ دیا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ شوہر کے ساتھ اسلام لانے کے بعد وہ نہیں رہ سکتی، اس گناہ سے وہ توبہ کر چکی ہے۔

اب اس بات کو آٹھ سال کا عرصہ بیت گیا۔ اور وہ عیسائی مسلمان نہیں ہوا۔ اب عورت آگے کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہتی ہے کیا شرعاً اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے

سائل: مجاہد حسین (داروغہ والا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! صورت مسئولہ میں اس عورت کے لیے آگے کسی مسلمان سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے کہ جس جگہ قاضی اسلام نہ ہو اور کوئی عیسائی عورت اسلام لے آئے تو عورت قبول اسلام کے وقت سے تین حیض گزرنے تک انتظار کرے اگر اس دوران اس کا شوہر مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اس کے نکاح میں بدستور رہے گی اور اگر وہ مسلمان نہیں ہوتا تو اس کا نکاح زائل ہو جائے گا اور عورت کسی مسلمان سے نکاح کرنے کی مجاز ہو گی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا بیوی کے انتقال کے بعد اسکی بھانجی سے نکاح کرسکتے ہیں

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زیدمجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:5013

تاریخ اجراء: 25 جمادی الثانی 1438ھ/25مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میری زوجہ کا انتقال ہو گیا ہے، اب میں اس کی سگی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

سائل: عبد الغفور عطاری (راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مستفسرہ میں زوجہ کے فوت ہونے کے بعد اس کی بھانجی سے آپ کا نکاح جائز ہے جب کہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو، البتہ اگر زوجہ زندہ ہوتی تو اس کے آپ کے نکاح یا عدت میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں تھا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا رضاعی بہن سے نکاح کر سکتے ہیں؟

مجیب:مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Pin:5088

تاریخ اجراء:06جمادی الثانی1438ھ/06مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے بچپن میں اپنی ایک عزیزہ رشیدہ بی بی کا دودھ پیا تھا، اب ان کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ وہ بیٹی نہیں جس کے ساتھ میں نے دودھ پیا تھا بلکہ یہ بعد میں پیدا ہوئی تھی۔

سائل: محمد عمران (ہٹیاں بالا، آزاد کشمیر)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں آپ کا نکاح رشیدہ بی بی کی کسی بھی بیٹی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ جب آپ نے رشیدہ بی بی کا دودھ پیا تو وہ آپ کی رضاعی ماں بن گئیں اور ان کی ساری اولاد آپ کے رضاعی بہنیں اور بھائی بن گئے، چاہے انہوں نے آپ کے ساتھ دودھ پیا ہو، آپ سے پہلے پیا ہو یا بعد میں پیا ہو، تو جس طرح سگے بہن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی بہن بھائی کا نکاح بھی ناجائز و حرام ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا رضاعی بھانجی سے نکاح کرنا درست ہے؟

مجیب: مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:1813

تاریخ اجراء: 01 جمادی الاول 1438 ھ/30 جنوری 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علی شیر کی عمر جب چھ ماہ کی تھی تو اس کو اسکی سوتیلی نانی نے دودھ پلایا تھا اور یہ بات خاندان میں تقریبا سب کو معلوم ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا علی شیر کا نکاح اس نانی کی بیٹی رمشا، رمشا کی بیٹی طوبی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: ارباب لیاقت (گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں علی شیر کا نکاح طوبی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ علی شیر نانی کا رضاعی بیٹا اور طوبی کا رضاعی ماموں ہے اور وہ اس کی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی سے بھی نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقی بھانجی سے حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مسلمان عورت اہل کتاب سے نکاح کرسکتی ہے؟

مجیب:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Pin:4996

تاریخ اجراء:06جمادی الاول1438ھ/04فروری2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مسلمان عورت کسی اہل کتاب مرد سے نکاح کر سکتی ہے؟

سائل:عامر مرزا(گلزار قائد،راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی نہیں! مسلمان عورت کا نکاح اہل کتاب مرد سے نہیں ہو سکتا،ان کا آپس میں نکاح حرامِ قطعی اور زنا کا پیش خیمہ ہے،اس کی ممانعت واضح طور پہ قرآن وحدیث واقوال فقہاء میں موجود ہے۔

ممکن ہے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ عورت سے مخصوص شرائط کی موجودگی میں منعقد ہو سکتا ہے،لیکن مسلمان عورت کے کتابی مرد سے نکاح کی ممانعت مطلقاً کیوں ہے؟ تو یاد رہے کہ اسلام کا ہر حکم حکمت کے عین مطابق ہے،لیکن ہمیں حکمتیں سمجھنے کا مکلف نہیں کیا گیا،لہذا اگر کسی حکم کی حکمت سمجھ نہ بھی آئے تب بھی اتباع کا حکم ہے،لیکن اطمینان قلب کے لئے ایک حکمت بیان کی جاتی ہے،وہ یہ کہ مرد عائلی اور گھریلو زندگی میں حاکم،اور اس کا گھر میں اقتدار ہوتا ہے،جبکہ عورت فطرۃً مغلوب اور منفعل مزاج یعنی دوسرے کا اثر قبول کرنے والی ہوتی ہے،اگر کتابی مرد سے مسلمان عورت کا نکاح جائز ہوتا تو عین ممکن تھا کہ وہ اہل کتاب مرد سے متاثر ہو کر اپنا مذہب چھوڑ دیتی،اس کے برعکس جب شوہر مسلمان اور عورت کتابیہ ہو،تو مرد کے حاکم اور مقتدر ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ نہ ہونے کے برابر تھا،بلکہ عورت کو منفعل مزاجی کی بناء پر دین اسلام کی طرف راغب کرنے کے بہت مواقع میسر آسکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مسلمان مرد عیسائی عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Pin:4995

تاریخ اجراء: 04جمادی الاول1438ھ/02فروری2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مسلمان مرد کسی اہل کتاب (یعنی عیسائی) عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فی زمانہ عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد اپنے اصل مذہب سے منحرف ہو کر دہریہ اور خدا کی منکر ہو چکی ہے، ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہی نہیں، البتہ اگر کوئی کتابیہ عورت اپنے اصل مذہب پر قائم ہو، تب بھی فی زمانہ اس سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت اس وقت ہے جب وہ ذمیہ ہوں، یعنی وہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہیں، اور جزیہ دینا قبول کریں، جبکہ موجودہ زمانے کے اہل کتاب حربی ہیں، اور حربیہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

مجیب:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Pin:4918

تاریخ اجراء:26صفرالمظفر1438ھ/27نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے پہلی بیوی کی موجودگی میں ایک اور شادی کی، شادی سے تقریباً سات سال بعد دوسری بیوی کا انتقال ہو گیا، اب زید کا بیٹا جو پہلی بیوی سے ہے، زید کی دوسری بیوی کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے، برائے کرم حکمِ شرعی سے آگاہ فرمائیں کہ زید کے لئے یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

سائل: محمد نذیر (روات، راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں زید کے بیٹے (جو پہلی بیوی سے ہے اس) کا زید کی دوسری بیوی کی بہن سے نکاح درست ہے جبکہ کوئی اور مانع نکاح مثلِ رضاعت و حرمتِ مصاہرت نہ ہو، کیونکہ زید کی دوسری بیوی زید کے بیٹے کی حقیقی ماں نہیں بلکہ سوتیلی ہے ،اور سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح بلاشبہ درست ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرنا کیسا ہے؟

مجیب: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6101

تاریخ اجراء: 27محرم الحرام1438ھ/29اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک بالغ لڑکی اور بالغ لڑکے نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر کورٹ میرج کی جہاں کسی مولانا صاحب نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کروایا۔ لڑکا، لڑکی کا کفو ہے یعنی کسی معاملے میں لڑکی سے اس قدر کم نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا لڑکی کے اولیاء کے لیے باعث شرمندگی ہو، لڑکا راجپوت اور لڑکی آرائیں برادری سے تعلق رکھتی ہے۔ شرعی رہنمائی فرمائیں کہ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

لڑکی لڑکے کا والدین کی اجازت کے بغیر چھپ کر نکاح کر لینا ممنوع ہے کیونکہ عموماً یہ معاملہ کئی گناہوں پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً غیر محرم مرد وعورت کا آپس میں تنہائی میں ملنا، بلاوجہ شرعی بات چیت کرنا، والدین کی تذلیل وایذا کا سبب بننا وغیرہ لیکن چونکہ لڑکا، لڑکی دونوں بالغ ہیں اور لڑکا، لڑکی کا کفو ہے یعنی کسی معاملے میں لڑکی سے اس قدر کم نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا لڑکی کے اولیاء کے لیے باعث ننگ وعار ہو لہذا یہ نکاح درست واقع ہوا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نیٹ یا فون کے ذریعے نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: مولانا عرفان صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5246

تاریخ اجراء: 16صفرالمظفر1438ھ/17نومبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نیٹ یا ٹیلی فون کے ذریعے نکاح کرنے کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

سائل: مولانا محمد عبد اللہ عطاری (علی گارڈن، فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح صحیح ہونے کے لئے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جن میں سے ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا نیٹ یا ٹیلی فون پر نکاح درست نہیں کہ ایجاب وقبول کی مجلس مختلف ہے ہاں اگر نیٹ یا ٹیلی فون پر کسی کو وکیل بنا دیا جائے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں اپنے مؤکل کا نکاح پڑھا دے تو شرعاً جائز ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بالغہ بیٹی کا شفقت سے بوسہ لیا تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا شاکر صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Sar:5205

تاریخ اجراء: 23محرم الحرام1438ھ/25اکتوبر2016ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بالغہ بیٹی کا دوسروں کی موجودگی میں رخسار پر بوسہ لیا، کیا زید کی بیوی اس پر حرام ہوگئی جبکہ زید کا حلفیہ بیان ہے کہ میں نے شفقت سے بوسہ لیا تھا نہ کہ نعوذ باللہ بری نیت سے لیا تھا۔ جو حکم شرع ہو واضح فرمائیں۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں زید کی بیوی اس پر ہرگز حرام نہیں ہوئی کیونکہ فقہائے اسلام نے والدین کا اپنی اولاد کے رخسار پر بوسہ لینے کو بوسہ رحمت قرار دیا ہے نہ کہ بوسہ شہوت، جیسا کہ والد نے حلفیہ بیان بھی دیا ہے اور اپنی بیٹی کے رخسار پر بوسہ رحمت لینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسلمان مرد کتابیہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الاول 1442ھ

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ میں خود مسلمان ہوں۔ نکاح کے حوالے سے میری راہنمائی فرمائیں کہ میرا دین مجھے اہلِ کتاب عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ سائل: محمد احسن خان (شاہ فیصل کالونی، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فی زمانہ کسی مسلمان مرد کا کتابیہ (یعنی عیسائیہ یا یہودیہ) عورت سے نکاح کرنا، مکروہ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ کتابیہ سے نکاح کی اجازت صرف اس صورت میں تھی کہ جب وہ ذمیہ ہو اور وہ بھی کراہت تنزیہی کے ساتھ تھی، اب فی زمانہ دنیا میں ذمی کفار نہیں ہیں، بلکہ عمومی طور پر حربی کفار ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ واضح رہے کہ یہ احکام اُس وقت ہیں کہ جب وہ عورت واقعی کتابیہ ہو اور اگر صرف نام کی کتابیہ (یہودیہ، نصرانیہ) ہو اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہو، جیسے آجکل کے بہت سے عیسائی کہلانے والوں کا حقیقت میں کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ دہریے ہوتے ہیں، تو ان سے بالکل نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مہر کی ادائیگی میں روپے کی قدر کا اعتبار

مجیب: مولانا ماجد صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ مئی 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی کم و بیش 36 سال قبل ہوئی تھی اور 11000 حق مہر طے ہوا تھا ابھی تک میں نے مہر ادا نہیں کیا تھا اب جب میں نے مہر ادا کرنا چاہا تو میری زوجہ کا کہنا ہے کہ 11000 تو اس وقت طے ہوا تھا مگر اب تو روپے کی ویلیو (Value) بڑھ گئی ہے لہٰذا اب میں بطورِ مہر آپ سے 1,50,000 ایک لاکھ پچاس ہزار لوں گی۔ اب مجھے معلوم کرنا ہے کہ کیا مہر میں اس طرح روپے کی ویلیو (Value) کا اعتبار ہو گا یا نہیں اور مجھے کتنا مہر ادا کرنا ہو گا؟

سائل: سید عبد المختار (پی، آئی، بی کالونی، باب المدینہ کراچی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جتنا مہر مقرر ہوا تھا اتنا ہی دینا ہو گا کرنسی کی ویلیو (Value) زیادہ ہونے کا یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے چنانچہ صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: مہر کم از کم دس درہم (2 تولہ ساڑھے 7 ماشہ چاندی) ہے خواہ سکّہ ہو یا ویسی ہی چاندی یا اس قیمت کا کوئی سامان، اگر درہم کے سوا کوئی اور چیز مہر ٹھہری تو اس کی قیمت عَقْد (نکاح) کے وقت دس دِرْہم سے کم نہ ہو اور اگر اس وقت تو اسی قیمت کی تھی مگر بعد میں قیمت کم ہو گئی تو عورت وہی پائے گی پھیرنے کا اسے حق نہیں۔

(بہارِ شریعت، 64/2، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر/اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بیوی کی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔اس حوالہ سے ضابطہ یہ ہے کہ دو عورتیں کہ اُن میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لئے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کریں تو بھائی بہن کا رشتہ ہوا۔

یا پھوپھی، بھتیجی کہ پھوپھی کو مرد فرض کریں تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کریں تو پھوپھی، بھتیجے کا رشتہ ہوا۔

یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا، لہٰذا ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ۔

اور اگر دو عورتوں میں ایسا رشتہ پایا جائے کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو اور دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کے جمع کرنے میں حرج نہیں، مثلاً عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اس پر حرام ہو گی کہ اس کی سوتیلی ماں ہوئی اور عورت کو مرد فرض کریں تو لڑکی سے کوئی رشتہ پیدا نہ ہو گا یوہیں عورت اور اس کی بہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی مہر معاف کر دے تو؟

مجیب: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر/اکتوبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نکاح کے وقت جو مہر مقرر ہوا تھا اگر عورت اپنی رضامندی سے اُسے معاف کر دے تو کیا اس طرح حق مہر معاف ہو جاتا ہے ؟ اور پھر عورت بعد از طلاق اس کا مطالبہ کر سکتی ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے اپنا مہر معاف کر دے اور شوہر مہر کی معافی کو رد نہ کرے بلکہ قبول کر لے یا بس خاموش ہی رہے تو مہر معاف ہو جاتا ہے اور اب بیوی اس مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی نہ طلاق سے پہلے اور نہ ہی طلاق کے بعد۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رخصتی میں تاخیر کرنا کیسا؟

مجیب: مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر/نومبر 2018

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ابھی صرف نکاح ہوا اور رخصتی آٹھ نو مہینوں بعد یا ایک دو سال کے بعد ہو۔ تو کیا شرعی طور پر رخصتی میں تاخیر کرنا صحیح ہے؟

(سائل: شاہ محمد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فریقین میں باہمی رضامندی سے اگر یہ طے ہو کہ ابھی فقط نکاح کیا جا رہا ہے، رخصتی بعد میں طے شدہ وقت پر کی جائے گی تو مصلحتاً رخصتی میں تاخیر کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ نکاح کے بعد کسی بھی ایک فریق کو بے جا ضد نہیں کرنی چاہئے اگر وقت سے پہلے رخصتی کا ارادہ ہو تو باہم رضامندی اور خوش اسلوبی سے معاملے کو حل کر لینا چاہئے۔

مصلحتاً رخصتی میں تاخیر کا جواز بخاری شریف و دیگر کتب میں موجود حدیث شریف سے ثابت ہے کہ سرکارِ دو جہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا حضرتِ سیّدتنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط نکاح ہوا تھا اور رخصتی تین سال کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

وقتِ نکاح دولہا، دلہن سے کلمے سُننا کیسا؟

مجیب: مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر/نومبر 2018

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح کے وقت کسی دولہا یا دلہن سے کلمے نہ سُنے جائیں یا دو تین سے زیادہ وہ کلمے نہ سُنا سکے تو نکاح میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح میں کلمے پڑھنا لازم یا شرط نہیں ہے یعنی یہ سمجھنا کہ اگر کلمے نہیں پڑھیں گے تو نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، یہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ دو مسلمانوں کا نکاح گواہوں (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے ہو جاتا ہے، اس میں کلمے پڑھنا شرط نہیں۔ البتہ نکاح کے وقت کلمے پڑھنا مستحسن عمل ہے کہ ان کلمات میں اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا ذکر ہے، اور ان کا ذکر نزولِ برکات کا سبب، خصوصاً اس اہم موقع پر ویسے ہی حصولِ برکت وسلامتی کے لئے کثرت سے ذکر کرنا مناسب ہے کہ اب سے دونوں کی نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، اور اس کا آغاز اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بابرکت نام سے کرنا نیک فال ہے۔

اس کے علاوہ نکاح کے موقع پر کلمے پڑھنے کا ایک مقصد توبہ وتجدیدِ ایمان کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اگر دولہا کو کلمے یاد ہیں اور بھرے مجمع میں وہ پڑھ سکتا ہے تو پڑھ دے ورنہ بھری محفل میں اس کو شرمندگی سے بچانے کے لئے نکاح خواں اسے پڑھاتا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مہر کی کم سے کم، اور زیادہ سے زیادہ مقدار کتنی ہے؟

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Aqs:1041

تاریخ اجراء: 03 شعبان المعظم 1438ھ/30 اپریل 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی مقدار ہے؟

سائل: محمد احمد (شاہ فیصل کالونی کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے (30.618 گرام) چاندی ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، زیادہ جتنا بھی مقرر کیا جائے اتنا ہی دینا واجب ہے البتہ مہر میں مستحب یہ ہے کہ اتنا رکھا جائے جو ادا کرنے میں آسان ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا حقیقی بہن کی رضاعی بہن سے نکاح کرسکتے ہیں؟

مجیب:مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر:Kan:12233

تاریخ اجراء:21جمادی الثانی1438ھ/21مارچ2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں شیخ شہزاد ولد شیخ مشتاق، میری بہن نے ایامِ رضاعت میں خالہ کا دودھ پیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا میرا رشتہ اس خالہ کی بیٹی سے ہو سکتا ہے جبکہ میں نے جس سے نکاح کرنا ہے اس نے میری والدہ کا دودھ نہیں پیا؟

سائل: شیخ شہزاد (اورنگی ٹاؤن، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ اس خالہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ حقیقی بہن کی رضاعی بہن سے نکاح حرام نہیں ہوتا۔ حرمتِ رضاعت کا اصول یہ ہے کہ جس بچی یا بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے اس پر رضاعی ماں باپ کی ساری اولاد حرام ہے جبکہ رضاعی ماں باپ کی اولاد پر صرف یہ بچہ یا بچی جس نے دودھ پیا ہے حرام ہے، اس کے باقی بھائی بہن حرام نہیں بشرطیکہ حرمت کا کوئی اور سبب موجود نہ ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کے انتقال کے بعد اس کے حق مہر کا کیا حکم ہے؟

فتوی نمبر: WAT-78

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ /16 ستمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی شادی شدہ عورت کا انتقال ہو گیا اور اس کے شوہر نے ابھی تک حق مہر ادا نہیں کیا تھا، تو اب اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مرحومہ کے حق مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمے لازم ہے اور اس حق مہر کو مرحومہ کے ترکے میں شمار کیا جائے گا۔ پھر اس حق مہر اور بقیہ ترکے کی تقسیم سے قبل، ترکے سے متعلقہ امور کی ادائیگی (مثلاً مرحومہ کے ذمے کوئی قرض ہو، اس کی ادائیگی کے بعد اگر مرحومہ نے وصیت کی ہو، تو ایک تہائی مال میں جائز وصیت نافذ کرنے) کے بعد، بچ جانے والے مال کو مرحومہ کے ورثاء میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا اور ورثاء میں شوہر کا حصہ بھی ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

حق مہر میں مقرر پلاٹ کے بدلے اس کی رقم دینے کا حکم

فتوی نمبر: WAT-77

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ /16 ستمبر 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی عورت کا حق مہر، آج سے 20 سال پہلے، ایک پلاٹ رکھا گیا، جس کی قیمت، اس وقت، 5 لاکھ تھی۔ اب اس کی قیمت، 25 لاکھ ہے، تو اب اسے اس پلاٹ کے بدلے رقم دی جائے، تو 5 لاکھ مہر دیا جائے گا یا 25 لاکھ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اس صورت میں باہمی رضامندی سے دونوں فریق، جس رقم پر راضی ہو جائیں، وہ رقم دینا لازم ہو گی کہ یہ مہر کے عوض کوئی چیز دینا ہے جو کہ بیع ہے اور بیع میں، فریقین جس عوض پر راضی ہو جائیں، وہی دینا لازم ہوتا ہے۔ البتہ اس صورت میں اگر عورت راضی نہ ہو، تو حق مہر میں جو پلاٹ مقرر تھا، وہی دینا ہو گا، شوہر کو یہ اختیار نہیں کہ اس کی مرضی کے بغیر، اسے پلاٹ کے عوض رقم دے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ولیمہ شادی کے بعد کب تک ہو سکتا ہے؟

فتوی نمبر:WAT-76

تاریخ اجراء:07صفرالمظفر1443ھ /15ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک شخص نے شادی کی لیکن اس وقت کسی وجہ سے ولیمہ نہ کر سکا تو اب دو سال بعد وہ ولیمہ کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شادی کے دو سال بعد ولیمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ولیمہ، شب زفاف کی صبح پہلے دن یا اس کے بعد دوسرے دن تک کر سکتے ہیں، ان دو دنوں کے بعد جو دعوت کی جائے وہ ولیمہ نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اجنبی مرد و عورت کا فارم پر آپس میں شادی شدہ ہونے کا اظہار کرنا

فتوی نمبر: WAT-60

تاریخ اجراء: 02صفر المظفر1443ھ /09 ستمبر2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

یہاں پر لوگ بیرون ملک جانے کے لئے کسی کے ساتھ خود کو شادی شدہ ظاہر کرتے ہیں اور فارم پر لکھ دیتے ہیں کہ میری فلاں سے شادی ہوئی ہے اور وہ بھی لکھ دیتا ہے کہ میں شادی شدہ ہوں، حالانکہ در حقیقت ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوا ہوتا، تو کیا اس طرح کر سکتے ہیں اور صرف اس طرح فارم پر دونوں طرف سے لکھنے سے ان کا آپس میں نکاح ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیرون ملک جانے کے لئے اجنبی مرد و عورت کا اپنے آپ کو فارم پر ایک دوسرے کے ساتھ شادی ہونا، ظاہر کرنا جھوٹ اور گناہ کا کام ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے، لہذا اس سے اجتناب کریں، اور اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو وہ اس سے توبہ کرے۔

اور سوال میں بیان کردہ طریقے کے مطابق اگر کسی نے خود کو فارم پر کسی کے ساتھ شادی شدہ ظاہر کیا اور دوسرے نے بھی فارم پر اس پہلے کے ساتھ شادی ہونا ظاہر کیا تو صرف اس عمل سے ان کا آپس میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مہر فاطمی مقرر کرنے کی تفصیل

فتوی نمبر: WAT-56

تاریخ اجراء: 30 محرم الحرام 1443ھ / 08 ستمبر 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری شادی کو چار سال ہو گئے ہیں اور ہمارا مہر فاطمی مقرر ہوا تھا، لیکن اب چار سال پہلے جو چاندی کا ریٹ تھا، اس کے حساب سے مہر فاطمی ادا کرنا ہو گا یا جب میں مہر ادا کروں گا، اس وقت کی چاندی کے ریٹ کا اعتبار ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مہرِ فاطمی سے مراد وہ مہر ہوتا ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مقرر فرمایا تھا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ادا فرمایا تھا۔ اور مہرِ فاطمی ایک سو پچاس (150) تولہ چاندی بنتا ہے۔

اگر آپ نے چار سال پہلے مہرِ فاطمی کا جو ریٹ تھا، اس کے مطابق رقم مقرر کی تھی مثلاً چار سال پہلے 150 تولہ چاندی کی قیمت 2 لاکھ روپے تھی اور مہر میں طے ہوا کہ اس وقت مہر فاطمی کے مطابق جو رقم بنتی ہے، جو کہ 2 لاکھ روپے ہے، وہ رقم مہر مقرر کی، تو اب 2 لاکھ روپے ہی دینے ہوں گے، اگرچہ چاندی کے ریٹ میں اضافہ ہو چکا ہو۔

اور اگر اس وقت یہ طے ہوا تھا کہ مہرِ فاطمی کے مطابق چاندی دینی ہو گی، تو اس صورت میں 150 تولہ چاندی ہی دینی ہو گی، وہ خواہ کتنے میں ہی آئے۔

اسی طرح اگر صرف اتنا طے ہوا تھا کہ مہر فاطمی مقرر کیا، لیکن وضاحت نہیں کی گئی کہ مہر فاطمی کے برابر رقم یا مہر فاطمی کے مطابق چاندی، تو اس صورت میں بھی 150 تولہ چاندی ہی دینی ہو گی، وہ خواہ کتنے میں ہی آئے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ماں کے کزن سے نکاح

مجیب: مولانا مسعود علی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: web-46

تاریخ اجراء: 22 جمادی الاولٰی 1442ھ/07 جنوری 2021ء

دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا ماں کی خالہ کے بیٹے سے نکاح ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! اگر ممانعت کی کوئی اور وجہ (مثلاً دودھ کا رشتہ وغیرہ) نہ پائی جائے تو ماں کی خالہ کے بیٹے سے نکاح ہو سکتا ہے۔
اگرچہ ماں کے خالہ زاد بھائی کو ہمارے عرف میں ماموں کہا جاتا ہے لیکن یہ حقیقی ماموں نہیں، نہ ہی اس سے نکاح کرنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس نکاح میں حرج نہیں۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ“ ترجمہ: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔

(پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر کی لڑکی ہے، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”ہاں! جائز ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 506، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تجدید نکاح کی تفصیل اور طریقہ

فتوی نمبر: WAT-178

تاریخ اجراء: 15ربیع الاول1443ھ /22اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تجدید نکاح کیا ہوتا ہے؟اس کی تفصیل اور طریقہ کار طریقہ بتا دیجئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تجدید نکاح کا مطلب ہے:"نیا نکاح کرنا۔"اِس کیلئے لوگوں کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں۔ نکاح نام ہے ایجاب و قبول کا ۔ہاں بوقت نکاح بطور گواہ کم از کم دو مرد مسلمان یا ایک مرد مسلمان اور دو مسلمان عورتوں کا حاضر ہونا لازِمی ہے۔ خطبہ نکاح شرط نہیں بلکہ مُستحب ہے۔خطبہ یاد نہ ہو تو اَعُوْذُ بِاللہ اور بِسمِ اللہ شریف کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔کم از کم دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (موجودہ وزن کے حساب سے 30 گرام 618 ملی گرام چاندی) یا اُس کی رقم مہر واجب ہے۔تو اب مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں آپ "ایجاب" کیجئے یعنی عورت سے کہیے: "میں نے اتنے روپے مہر کے بدلے آپ سے نکاح کیا۔"عورت کہے:"میں نے قبول کیا۔"نکاح ہو گیا۔(تین بار ایجاب و قبول ضَروری نہیں اگر کرلیں تو بہتر ہے) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت ہی خطبہ یا سورۂ فاتحہ پڑھ کر "ایجاب" کرے مرد کہدے:"میں نے قبول کیا،"نکاح ہو گیا۔ بعدِ نکاح اگر عورت چاہے تو مہر معاف بھی کر سکتی ہے۔ مگر مرد بلا حاجت شرعی عورت سے مہر معاف کرنے کا سوال نہ کرے۔

نوٹ: جن صورتوں میں نکاح ختم ہو جاتا ہے مثلاً صریح یعنی کھلا کفر بکا اور مرتد ہو گیا تو تجدید نکاح میں مہر واجب ہے،البتہ احتیاطی تجدید نکاح میں مہر کی حاجت نہیں۔ نیز مرتد ہو جانے کے بعد توبہ و تجدید ایمان سے قَبل جس نے نکاح کیا اُس کا نکاح ہوا ہی نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھانجے کا اپنی طلاق یافتہ مامی سے نکاح کرنا

فتوی نمبر: WAT-163

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1443ھ /14اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیابھانجا اپنے ماموں کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بھانجے کا اپنے ماموں کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے، جبکہ طلاق کی عدت ختم ہو چکی ہو اور حرمت کی کوئی اور وجہ مثلا رضاعت و مصاہرت وغیرہ بھی نہ پائی جارہی ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا

فتوی نمبر: WAT-161

تاریخ اجراء: 07ربیع الاول1443ھ /14اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر میاں بیوی عارضی طور پر بچوں کی پیدائش سے رکنا چاہیں، تو اس کے لئے کسی جائز طریقے سے رکنا جائز ہے جیسے کہ کنڈوم (ساتھی وغیرہ) استعمال کرنا، کیونکہ یہ عزل کے حکم میں ہے اور عزل (باہر انزال) کرنا شرعاً جائز ہے، اور انجیکشن لگوانا، یا ٹیبلٹس استعمال کرنا بھی جائز ہے۔(ہاں جو طریقہ طبی اعتبار سے نقصان ہو تو اس سے بچا جائے۔) اور یہ یاد رہے کہ تنگدستی کے خوف سے نہ کرے کہ خلاف توکل ہے کیونکہ ہر جاندار کو رزق دینے والی اللہ تعالی کی ذات ہے، جب بچہ پیدا ہو گا تو اس کا رزق بھی وہ پیدا فرما دے گا۔

نیز یہ خیال رہے کہ بچوں میں وقفے کے لیے آپریشن کروا کر بچہ دانی ہی نکلوا دینا یا شوہر کے علاوہ کسی اور کے ذریعے رحم کا منہ بند کرانا، اگرچہ وہ لیڈی ڈاکٹر ہی ہو، حرام و گناہ ہے، کیونکہ بچہ دانی نکلوا دینا مثلہ (اللہ تعالی کی تخلیق کو تبدیل کرنے) کی صورت ہے اور مثلہ حرام و گناہ ہے۔ اور رحم کا منہ بند کروانے میں غیر کے سامنے ستر غلیظ کا بغیر شرعی ضرورت کے کھولنا ہے، جو کہ جائز نہیں ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کے محض دور رہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-122

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1443ھ /04اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت سات ماہ تک یا اس سے کم وبیش عرصہ تک، اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنی ماں کے گھر رہے اور وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، مگر شوہر طلاق نہ دے، پھر بعد میں شوہر کے پاس آجائے لیکن ان کے درمیان طلاق وغیرہ نہ ہوئی ہو تو پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی طرح ان کے درمیان طلاق نہیں ہوئی تو محض اتنا عرصہ دور رہنے سے طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا وہ دونوں دوبارہ نکاح کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں، پہلا نکاح ہی کافی ہے، دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟

فتوی نمبر: WAT-116

تاریخ اجراء: 22صفر المظفر1443ھ /30 ستمبر 2021ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی (موجودہ وزن کے حساب سے 30 گرام،618 ملی گرام چاندی) یا اتنی چاندی کے مطابق رقم وغیرہ۔

وَاللهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

جن کپڑوں میں ہمبستری کی، غسل کے بعد ان کو پہننا

فتوی نمبر: WAT-103

تاریخ اجراء: 15صفر المظفر1443ھ /23ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ہمبستری کرنے کے بعد کپڑے پہنے پھر غسل کرکے دوبارہ وہی کپڑے پہن لیے تو کیا اب دوبارہ غسل کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

حالت جنابت میں پہنے ہوئے کپڑے غسل کرنے کے بعد دوبارہ پہننے سے پھر سے غسل کرنا لازم نہیں ہے ہاں اگر اس کپڑے پر نجاست لگی تھی اب نہانے کے بعد جب وہ کپڑے پہنے تو نجاست چھوٹ کر جسم پر لگ گئی تو صرف اس نجاست کو دور کرنا ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ماں باپ کی مرضی کے بغیر شادی کر سکتے ہیں؟

فتوی نمبر: WAT-94

تاریخ اجراء: 13صفر المظفر1443ھ /21ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا لڑکا اور لڑکی ماں باپ کی مرضی کے بغیر شادی کر سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے کیونکہ ایسا نکاح عمومی طور پر کئی گناہوں (مثلاً اجنبی مرد وعورت کے میل جول، بات چیت وغیرہ) کے بعد ہوتا ہے اور یہ نکاح مرد وعورت دونوں کے والدین کی ناراضی، دل آزاری اور معاشرے میں شرمندگی اور رب تعالی کی ناراضی و گناہ کا سبب ہوتا ہے۔ پھر لڑکی کے والد کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں لڑکا لڑکی کا کفو نہ ہو تو اصلاً نکاح ہی باطل ہو گا۔ لہذا ان تمام گناہوں سے بچا جائے اور نکاح دونوں کے والدین کی مرضی و اجازت سے ہی کیا جائے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسلمان کا ہندو عورت سے نکاح کرنا کیسا؟

فتوی نمبر: WAT-87

تاریخ اجراء: 12صفر المظفر1443ھ /20 ستمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مسلمان مرد کا کسی ہندو عورت سے نکاح کرنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسلمان مرد کا کسی ہندو عورت سے نکاح کرنا ناجائز و گناہ ہے اور اس سے کیا گیا نکاح منعقد بھی نہیں ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہمبستری کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

فتوی نمبر: WAT-83

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ /16 ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلام میں بیوی سے ہم بستری کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بیوی سے ہمبستری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں اچھی نیتوں یعنی نیک اولاد حاصل کرنے، اُمتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کثرت کرنے، عورت کے ادائے حق اور اسے اور اپنے آپ کو پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانے کی نیت کے ساتھ ہمبستری کرے، نہ خود پورا برہنہ ہو اور نہ عورت کو مکمل برہنہ کرے کہ حدیث پاک میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ نیز اس حالت میں نہ منہ قبلہ کی طرف ہو اور نہ پیٹھ، اب عورت چت لیٹے اور مرد اکڑوں بیٹھے اور بوس و کنار اور ملاعبت سے شروع کرے اور اسے متوجہ پائے تو دُعا پڑھے اور آغاز کرے اور فارغ ہونے کے بعد فوراً جدا نہ ہو بلکہ عورت کی حاجت پوری ہونے کا بھی لحاظ رکھے۔

نوٹ:

اس بات کا بھی خیال رہے کہ دُعا پڑھتے وقت ستر کھلا ہوا نہ ہو ورنہ دل میں دُعا پڑھی جائے اور برہنہ حالت میں بلاضرورت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے سے بچا جائے کہ حدیث پاک میں ممانعت فرمائی گئی ہے اور فرمایا کہ یہ اندھا ہونے کا سبب ہے۔ اور اس وقت کلام بھی نہ کریں کہ مکروہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

والدہ کی کزن سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فتوی نمبر: WAT-79

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1443ھ /16 ستمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

والدہ کے سگے چچا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

والدہ کے سگے چچا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً حرمتِ رضاعت وغیرہ نہ ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھابھی کے بھائی سے بیٹی کا نکاح کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-337

تاریخ اجراء: 09 جمادی الاُولیٰ 1443ھ /14 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زاہدہ کی بھابھی کے بھائی سے زاہدہ کی بیٹی کا نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! زاہدہ کی بھابھی کے بھائی سے زاہدہ کی بیٹی کا نکاح ہو سکتا ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی ایسی وجہ نہ ہو، جس کی وجہ سے ان دونوں کا نکاح کرنا حرام ہو جیسے رضاعت وغیرہ۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سالی سے نکاح کا حکم؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-336

تاریخ اجراء: 09 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ /14 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا مرد اپنی بیوی کی بہن سے شادی کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مرد کا دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا سخت ناجائز و حرام ہے، لہذا جب تک ایک بہن کسی کے نکاح میں ہے یا اس کی عدت میں ہے تو اس کی دوسری بہن سے نکاح نہیں ہو سکتا، البتہ اگر جو بہن نکاح میں ہے، اس کو طلاق ہونے کے بعد اس کی عدت بھی گزر جائے یا اس کا انتقال ہو جائے تو دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دیور اور جیٹھ کے لڑکوں سے پردہ کا حکم؟

مجیب: مولانا عابد الرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-335

تاریخ اجراء: 08 جمادی الاولی 1443ھ / 13 دسمبر 2021

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دیور اور جیٹھ کے لڑکے میرے لئے نا محرم ہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کو اپنے دیور یا جیٹھ سے، یونہی دیور یا جیٹھ کے بالغ بیٹوں سے بھی پردہ کرنا لازم ہے جبکہ دیور و جیٹھ کے بیٹوں سے کوئی محرم والا رشتہ نہ ہو یعنی اگر مثال کے طور پر دیور یا جیٹھ کے بیٹے اس کے بھانجے ہیں یا اس کے رضاعی بیٹے یا داماد وغیرہ ہیں، جن کے سبب وہ اس کے محرم بن جاتے ہیں تو پھر پردہ کرنا، لازم نہیں ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دولہا کو سہرا باندھنا کیسا؟

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-334

تاریخ اجراء: 08 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ / 13 دسمبر 2021

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

دولہے کو سہرا باندھنا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دولہے کو سہرا باندھنا جائز ہے، جبکہ ممانعت کی کوئی خاص وجہ موجود نہ ہو، مثلاوہ ایسا سہرا ہو، جو کسی مقام پر کفار کے ساتھ خاص ہو، جس سے ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو وغیرہ وغیرہ

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دادی کے بھائی کی بیٹی سے نکاح کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-319

تاریخ اجراء: 04 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ /09 دسمبر 2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا دادی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ شادی جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر کوئی اور مانع شرعی (مثلاحرمت رضاعت و مصاہرت وغیرہ) نہ ہو تو دادی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ شادی جائز ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ماں، باپ میں سے ایک سید ہو تو اولاد کا حکم؟

مجیب: مولانا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-297

تاریخ اجراء: 27ربیع الآخر1443ھ/03دسمبر2021

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

سید کا نکاح غیر سید لڑکے سے ہو یا غیر سید کا نکاح سید لڑکی سے ہو تو اولاد سید ہو گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اولاد کا نسب باپ سے چلتا ہے۔ لہذا سید لڑکا، غیر سید لڑکی سے نکاح کر لے تو اس کی اولاد سید ہو گی۔ لیکن سید لڑکی کا نکاح اگر غیر سید لڑکے کے ساتھ ہو جائے تو اس کی اولاد سید نہیں کہلائے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح کی ایک مرتبہ اجازت لینا

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-292

تاریخ اجراء: 27ربیع الآخر1443ھ /03دسمبر2021

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

نکاح پڑھواتے وقت لڑکی سے 3 بار اجازت لینا ضروری ہے 1 یا2 بار بھی نکاح خواں نے اجازت لی تو نکاح ہو گیا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح میں لڑکی سے تین بار اجازت لینا ضروری نہیں، ایک بار بھی اجازت لے لینا کافی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر والدین سے ملنے جانا

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین سے ملنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کو گھر کے معاملات شوہر کے مشورے اور اجازت سے ہی حل کرنے چاہئیں بالخصوص گھر سے باہر جانے کے معاملات تاکہ باہمی اتفاق خراب نہ ہو، لیکن اگر شوہر ماں باپ کے پاس جانے سے منع کرتا ہے، تو شریعت مطہرہ نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار صبح سے شام تک کے لیے جاسکتی ہے، مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی، رات کو بہر حال شوہر کے یہاں واپس آنا ہو گا۔ فتاوی ہندیہ، جلد 1، صفحہ 557، فتاوی قاضی خان، جلد 1، صفحہ 371، بحر الرائق، جلد 4، صفحہ 331 پر ہے واللفظ للاخیر: "علی الصحیح المفتی بہ تخرج للوالدین فی کل جمعۃ باذنہ و بغیر اذنہ"
ترجمہ: صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق شوہر کی اجازت ہو یا نہ ہو عورت ہر ہفتہ میں ایک بار والدین سے ملنے کے لیے جاسکتی ہے۔ (بحر الرائق، جلد 4، صفحہ 331، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار جاسکتی ہے، مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی، دن ہی دن میں واپس آئے۔"
(بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 272، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

14 شوال المکرم 1442ھ / 26 مئی 2021ء

شوہر کی اجازت کے بغیر والدین سے ملنے جانا کیسا؟

مجیب: مفتی محمد ہاشم خان عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ اکتوبر 2021

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین سے ملنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کو گھر کے معاملات شوہر کے مشورے اور اجازت سے ہی حل کرنے چاہئیں بالخصوص گھر سے باہر جانے کے معاملات تاکہ باہمی اتفاق خراب نہ ہو لیکن اگر شوہر ماں باپ کے پاس جانے سے منع کرتا ہے تو شریعتِ مطہرہ نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار صبح سے شام تک کے لئے جاسکتی ہے، مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی رات کو بہر حال شوہر کے یہاں واپس آنا ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھے رکھنا

فتوی نمبر: WAT-186

تاریخ اجراء: 15 ربیع الاول 1443ھ /22 اکتوبر 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی بندہ قرآن وحدیث سمجھنے کے باوجود، دو بہنوں کو اپنے نکاح میں اکٹھے رکھتا ہے، رشتے دار اور محلے والے اس بندے کی خوشی اور غمی میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں، اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر اس شخص نے واقعی دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھا ہے، تو وہ سخت گنہگار و حرام کار ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ جب تک وہ اس سے الگ ہونے کے شرعی حکم پر عمل کرتے ہوئے سچی توبہ نہ کرلے، تب تک اس سے قطع تعلقی کا حکم ہے، اس کی کسی خوشی اور غم میں ہرگز ہرگز شرکت نہیں کر سکتے۔

اس شخص نے غالباً دونوں بہنوں سے الگ الگ عقد میں نکاح کیا ہو گا (جیسا کہ عموما رائج ہے) تو اس صورت میں اس کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ دوسری بیوی سے نکاح فاسد ہے، لہذا اسے فسخ کر کے اس سے جدا ہونا لازم ہے۔ پہلی بیوی سے نکاح پر تو اثر نہیں پڑا مگر جب اس نے دوسری بہن سے ازدواجی تعلق قائم کر لیا تو اب اس کی پہلی بیوی بھی اس پر اس وقت تک کے لیے حرام ہو گئی جب تک دوسری سے علیحدگی کے بعد اس کی عدت نہ گزر جائے۔ جب اس کی عدت پوری ہو جائے اس وقت پہلی بیوی اس کے لیے حلال ہو گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

بیوی کو جو گھر مہر میں دیا، تو کیا شوہر اس گھر میں رہ سکتا ہے؟

فتوی نمبر: WAT-184

تاریخ اجراء: 15ربیع الاول1443ھ /22اکتوبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میں نے اپنا گھر اپنی بیوی کو مہر میں دیا ہے تو میں اس گھر میں رہ سکتا ہوں یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

آپ نے بیوی کو مہر میں جو مکان دیا ہے، آپ کی بیوی اُس مکان کی مالکہ ہے، پس ایسی صورت میں بیوی کی رضامندی کے ساتھ آپ اس مکان میں رہ سکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

پڑداداکے بھائی کی پڑنواسی سے نکاح

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمدمدنی

فتوی نمبر: WAT-775

تاریخ اجراء: 03ذیقعدۃ الحرام1443ھ /03جون2022ء

دارالافتاءاہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میرے پڑدادادو بھائی تھے، ایک کی اولاد سے ہم ہیں تو دوسرے کی پڑنواسی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں پڑداداکے بھائی کی پڑنواسی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے، جبکہ وہ اپنی اصل قریب کی نوع نہ ہو اوراس کے علاوہ ممانعت کی کوئی اور وجہ (مثلاحرمت رضاعت یاحرمت مصاہرت)نہ ہو۔جب حقیقی دادا کی پڑنواسی سے نکاح ہو سکتا ہے توپڑداداکے بھائی کی پڑنواسی سے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔اصل قاعدہ یہ ہے کہ اصل بعید کی فرع بعید حلال ہوتی ہے، پڑداداکاوالد اصل بعید ہے اوراس کے ایک بیٹے کی پڑنواسی، اس کی فرع بعید ہے لہذااس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔فتاوی رضویہ میں ہے "اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال۔۔۔اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انہی اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی نوع نہ ہوں حلال ہیں۔۔۔۔چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی کی بیٹیاں اس لیے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادانانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص517، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دو الگ ملکوں میں رہنے والوں کا نکاح پڑھانے کا طریقہ

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-645

تاریخ اجراء: 10 شعبان المعظم 1443ھ/14 مارچ 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

دو الگ ملکوں میں رہنے والے اگر موبائل پر نکاح کرنا چاہیں تو کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موبائل فون پر نکاح نہیں ہو سکتا، لیکن اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ: لڑکی یا لڑکا جو نکاح کی مجلس میں موجود نہ ہو، وہ نکاح کی مجلس میں موجود کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیں، مثلاً پاکستان میں نکاح ہو رہا ہے اور لڑکا مدینہ شریف میں ہے، تو وہ وہیں سے فون وغیرہ کے ذریعے کسی ایسے شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے، جو اس نکاح کی مجلس میں موجود ہو اور وہ وکیل اس کا نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں اس لڑکی سے پڑھا دے، تو نکاح ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چچی کے سگے بھائی سے لڑکی کا نکاح

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-633

تاریخ اجراء: 07 شعبان المعظم 1443ھ/11 مارچ 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا لڑکی کا نکاح چچی کے سگے بھائی سے ہو سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

لڑکی کا نکاح چچی کے سگے بھائی سے ہو سکتا ہے جبکہ حرمت (یعنی نکاح حرام ہونے) کی کوئی اور وجہ { مثلا رضاعت، مصاہرت وغیرہ } نہ ہو، دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں چوتھے پارے کے آخر میں ان عورتوں کا بیان کیا گیا ہے، جن سے نکاح کرنا حرام ہے اور پانچویں پارے کی ابتداء میں فرمایا کہ ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جن عورتوں کا حرام ہونا بیان کیا گیا، ان میں سوال میں ذکر کردہ عورت کا ذکر نہیں ہے لہذا اس کے ساتھ نکاح حلال رہے گا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کی پہلے شوہر سے اولاد اور مرد کی پہلی بیوی سے اولاد کا آپس میں نکاح کرنا

مجیب: مولانا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-618

تاریخ اجراء: 04 شعبان المعظم 1443ھ/08 مارچ 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت جس کے پہلے شوہر سے بچے ہیں، اس کی ایک شخص سے شادی ہوئی ہے جس کی اس کی پہلی بیوی سے اولاد ہے۔ کیا ان بچوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! ان بچوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی (مثلاً حرمت مصاہرت اور رضاعت) نہ پایا جائے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حرام کردہ عورتوں کا ذکر کرکے قرآن پاک میں فرمایا گیا: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ (سورۃ النساء، پ05، آیت24)

اور حرام کردہ عورتوں میں سوال میں ذکر کردہ اولادیں شامل نہیں ہیں، لہذا ان کا نکاح ہوسکتا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے "لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها, كذا في محيط السرخسي." ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا بیٹا، اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرے۔ اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثانی، ج01، ص277، کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے "کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لڑکے نے عورت کی لڑکی سے کیا، جو دوسرے شوہر سے ہے تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر لڑکے نے عورت کی ماں سے نکاح کیا، جب بھی یہی حکم ہے۔ (بہار شریعت، ج02، حصہ07، ص06، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

ساس سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-584

تاریخ اجراء: 22رجب المرجب 1443ھ /24فروری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے ہندہ کو خلع دے دیا ہے، اب زید ہندہ کی ماں یعنی اپنی ساس سے نکاح کر سکتا ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

زوجہ کی ماں یعنی اپنی ساس سے نکاح، ناجائز و حرام ہے، چاہے نکاح کے بعد زوجہ سے وطی (ہمبستری) کی ہو یا نہ کی ہو، لڑکی سے فقط عقد نکاح کرتے ہی اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں زید، ہندہ کی ماں یعنی اپنی ساس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، قرآن پاک میں ان کا شمار کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ﴾ ترجمہ: اور (حرام ہوئیں تم پر) تمہاری عورتوں کی مائیں۔ (سورۃ النساء، پ04، آیت 23)

اس کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے "بیبیوں کی مائیں صرف عقد نکاح سے حرام ہو جاتی ہیں خواہ وہ بیبیاں مدخولہ ہوں یا غیر مدخولہ (یعنی ان سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو)" (تفسیر خزائن العرفان)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے ہونے والی اولاد کا حکم

مجیب: مولانا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-562

تاریخ اجراء: 14رجب المرجب1443ھ/16فروری2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کسی کا نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی اور انکی اولاد ہو جائے تو کیا وہ ناجائز ہو گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی نہیں! نکاح کے بعد رخصتی سے قبل ہم بستری سے ہونے والی اولاد ناجائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ نکاح کے بعد اگرچہ رخصتی نہ ہوئی ہو، مرد و عورت شرعاً میاں بیوی کہلاتے ہیں، حتی کہ ایسی صورت میں شرعی طور پر میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ! رخصتی سے پہلے تعلقات کو ہمارے ہاں عموماً معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس سے بچنے کا کہا ہی جائے گا مگر نکاح کے بعد ہونے والی اولاد بہر صورت جائز اور شوہر کی ہی کہلائے گی، ناجائز نہیں کہلائے گی، کیونکہ حدیث پاک میں ہے "الولد للفراش "ترجمہ: بیوی سے پیدا ہونے والی اولاد شوہر کی ہی ہے۔ (سنن ترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء ان الولد للفراش، ج03، ص455، مصر)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بہن بھائی کہنا؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-121

تاریخ اجراء: 01رجب المرجب1443ھ/03فروری2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر میاں بیوی آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے ایک دوسرے کو بھائی، بہن بولیں تو کیا ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بہن بھائی کہنا جائز نہیں، ان پر لازم ہے کہ ہنسی مذاق میں بھی ایک دوسرے کو بہن بھائی نہ کہیں البتہ اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

ردالمحتار میں ہے:"قوله لزوجته: يا اخية مكروه وفيه حديث رواه ابو داود "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لا مرأته: يا اخية فكره ذلك ونهى عنه"یعنی شوہر کا اپنی بیوی کو بہن کہہ کر پکارنا کہنا مکروہ ہے اس بارے میں ایک حدیث ہے جسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اپنی بیوی کو اے پیاری بہن کہہ رہا ہے تو آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس کی ممانعت فرمائی۔(ردالمحتار، جلد5، صفحہ133، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مہر کی ادائیگی سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا تو مہر کا حکم

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-521

تاریخ اجراء: 02 رجب المرجب 1443ھ /04 فروری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شادی کا مہر نہیں دیا اور نہ ہی معاف کروایا اور انتقال ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر نے اگر بیوی کا حق مہر ادا نہیں کیا اور بیوی نے معاف بھی نہیں کیا، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا، تو شوہر کی وراثت تقسیم کرنے سے پہلے اس کی تمام جائیداد و چھوڑے ہوئے مال سے اس کے ذمے لازم تمام قرضہ جات، جن میں بیوی کا حق مہر بھی شامل ہے، ادا کیے جائیں گے، یہ سب رقم نکالنے کے بعد وراثت تقسیم ہو گی اور بیوی کو مہر کے علاوہ، وراثت میں سے جتنا اس کا حصہ بنتا ہے، وہ بھی ملے گا۔

اور اگر شوہر سے پہلے بیوی کا انتقال ہو گیا، تو بیوی کا حق مہر اس کے سب ورثا میں وراثت کے اصولوں کے مطابق تقسیم ہو گا اور اس میں سے شوہر بھی وراثت کے اصولوں کے مطابق، اپنا بننے والا حصہ رکھے گا۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ماں کی کزن کی نواسی سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-487

تاریخ اجراء: 22 جمادی الاخری 1443ھ /26 جنوری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میری امی کے ماموں کی بیٹی جو میری ایک طرح سے خالہ ہے، ان کی بیٹی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں ماں کی کزن کی نواسی کے ساتھ نکاح جائز ہے، جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت وغیرہ نہ پائی جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چچا اور بھتیجی کے نکاح کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-433

تاریخ اجراء: 24 رجب المرجب 1444ھ / 16 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

چچا اور بھتیجی کا نکاح جائز ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

چچا اور بھتیجی کا نکاح ناجائز و حرام ہے، اس وجہ سے کہ ان کا آپس میں محرمیت کا رشتہ ہوتا ہے اور شرعی طور پر محرم کے ساتھ نکاح ناجائز و حرام و باطل ہے۔ اس حرمت پر قرآن پاک میں واضح نص موجود ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے ﴿حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّھٰتُکُمۡ وَ بَنٰتُکُمۡ وَ اَخَوٰتُکُمۡ وَ عَمّٰتُکُمۡ وَ خٰلٰتُکُمۡ وَ بَنٰتُ الۡاَخِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں۔" (پارہ 4، سورۃ النساء، آیت 23)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کا بیوی کو سگریٹ پینے سے منع کرنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-546

تاریخ اجراء: 17 ربیع الاول 1444ھ/14 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سوال یہ ہے کہ ایک شخص کی بیوی سگریٹ پیتی ہے، جبکہ شوہر کو سگریٹ سے سخت نفرت ہے، کیا وہ اپنی بیوی کو سگریٹ پینے سے منع کر سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

سگریٹ پینا اگرچہ فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس کے پینے سے منہ میں سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور شریعتِ مطہرہ نے شوہر کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ منہ میں بدبو پیدا کرنے والی جائز چیزوں کے استعمال سے بھی بیوی کو منع کر سکتا ہے، لہذا بیوی پر لازم ہے کہ اس معاملے میں شوہر کی اطاعت کرے اور سگریٹ پی کر شوہر کی ایذا کا سبب نہ بنے، ورنہ گناہ گار ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے: "له منعها۔۔۔عن اکل مایتاذی برائحته" یعنی شوہر کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسی چیز کھانے سے منع کر سکتا ہے، جس کی بو سے اسے اذیت پہنچتی ہے (ردالمحتار، جلد 5، صفحہ 290، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا جنات سے انسانوں کا نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-538

تاریخ اجراء: 13 ربیع الاول 1444ھ/10 اکتوبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا انسانوں کا جنات سے نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی نہیں! مرد کا نکاح عورت سے اور عورت کا نکاح مرد سے ہی ہو سکتا ہے، کسی بھی انسان کا نکاح غیر انسان مثلاً جنات سے نہیں ہو سکتا۔

خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین المعروف علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "لا تجوز المناکحۃ بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس" یعنی جنس کے اختلاف کی وجہ سے کسی بھی آدمی کا جن یا پانی کے انسان سے نکاح کرنا، جائز نہیں۔

مزید فرماتے ہیں: "الاصح انہ لا یصح نکاح آدمی جنیۃ، کعکسہ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیۃ الحیوان" یعنی اصح قول یہی ہے کہ جنس کے مختلف ہونے کی وجہ سے مرد کا جنیہ سے نکاح جائز نہیں ہے جیسے اس کا عکس (یعنی عورت کا جن سے نکاح جائز نہیں)، لہذا نکاح کے معاملے میں جنات دیگر حیوانات کی طرح ہیں۔ (ردالمحتار، جلد4، صفحہ68تا70، مطبوعہ: کوئٹہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مرد کا پری سے یا عورت کا جن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔" (بہار شریعت، جلد3، صفحہ، 413، مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسجد میں نکاح پڑھنے کا حکم

مجیب: بلال نیاز مدنی

فتوی نمبر: WAT-1050

تاریخ اجراء: 09صفر المظفر1444ھ/06ستمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مسجد میں نکاح پڑھنا کیا یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا یہ مستحب ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسجد میں نکاح کرنے کا حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے. یہ مستحب ہے، مگر اِس میں یہ خیال لازمی رکھا جائے کہ مسجد شور وغل اور ہر ایسے قول و عمل سے محفوظ رہے کہ جو احترامِ مسجد کے خلاف ہو، مثلاً: ناسمجھ بچے ہمراہ نہ لائے جائیں کہ اُچھل کود کریں گے۔ یونہی مشاہدہ ہے کہ مسجد میں نکاح ہونے کے فوراً بعد سب کو مٹھائی کھلائی جاتی ہے، اِس سے بچا جائے کہ مٹھائی کا شیرا یا اجزاء مسجد میں گرنے سے مسجد کے آلودہ ہونے کا قوی اِمکان ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں۔

مسجد میں نکاح کرنے کے متعلق نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد۔“ ترجمہ: لوگو! اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجدوں میں کرو۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی اعلان النکاح، جلد2، صفحہ384، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: ”مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بوقت نکاح شور و غل اور ایسی باتیں جو احترام مسجد کے خلاف ہیں، نہ ہونے پائیں، لہٰذا اگر معلوم ہو کہ مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں۔" (بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ498، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-467

تاریخ اجراء: 04صفر المظفر1444ھ/01 ستمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

یہ ارشاد فرمائیں کہ کیا سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتیلی ماں محرم ہے لیکن سوتیلی ماں کی بہن محرم نہیں ہے، اگر حرمت کا کوئی اور رشتہ نہیں ہے تو سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے۔

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 312، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، کچھ حرج نہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 667، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

خالہ کے نواسے سے شادی

مجیب: ابورجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-892

تاریخ اجراء: 11 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 11 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کسی لڑکی کی شادی اس کی خالہ کے نواسے سے ہو سکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! لڑکی کی شادی اس کی خالہ کے نواسے سے ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اس کی اصل قریب کی نوع نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور مانع شرعی (مثلاً، رضاعت اور حرمت مصاہرت) نہ پایا جائے۔ اس لیے کہ جب لڑکی کی شادی، اس کی خالہ کے بیٹے سے ہو سکتی ہے تو خالہ کی بیٹی کے بیٹے سے بدرجہ اولی ہو سکے گی۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ اصل بعید کی فرع بعید حلال ہوتی ہے، صورت مسئولہ میں خالہ کا نواسہ، یہ اصل بعید یعنی نانا کی فرع بعید ہے لہذا اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال۔۔۔ اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انہی اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی نوع نہ ہوں حلال ہیں۔۔۔۔ چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی کی بیٹیاں اس لیے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 517، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

بغیر وضو نکاح کا حکم

مجیب: مولانا کفیل مدنی

فتوی نمبر: Web-310

تاریخ اجراء: 10 شوال المکرم 1443ھ / 12 مئی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بغیر وضو کے نکاح ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کے وقت دُولہا، دُلہن یا ان میں سے کسی ایک کا باوضو ہونا ضروری نہیں، اگر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک باوضو نہ ہو تب بھی نکاح ہو جائے گا، البتہ اگر نکاح کے وقت دونوں باوضو ہوں تو بہتر ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

معروف نام اور عقیقہ والے نام میں فرق ہو تو نکاح کس نام سے ہوگا؟

مجیب: ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر: WAT-1193

تاریخ اجراء: 25 ربیع الاول 1444ھ / 22 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بچی کا پکارنے کا نام شاذیہ ہے اور عقیقہ بشیرہ فاطمہ نام سے ہوا ہے، اب نکاح شاذیہ نام سے ہو سکتا ہے یا بشیرہ سے؟ شادی کارڈ پر شاذیہ چھپ گیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی میں اس طرح ایجاب و قبول ہونا ضروری ہوتا ہے کہ گواہوں کو اس بات کی پہچان ہو جائے کہ کس لڑکی کے ساتھ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر وہ لڑکی شاذیہ نام ہی سے پہچانی جاتی ہے اور گواہوں کے سامنے یہ نام لینے سے انہیں پہچان ہو جائے گی کہ فلاں شخص کی فلانہ بیٹی، تو نکاح کے وقت یہی نام لیا جائے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا خطبہ یا دعا کے بغیر نکاح ہو جائے گا؟

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-819

تاریخ اجراء: 24 جمادی الاولی 1444ھ/19 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

خطبہ یا دعا پڑھے بغیر نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کا خطبہ سنت ہے اسی طرح نکاح کے بعد دعا کرنا بھی ایک مستحب اور افضل کام ہے، البتہ نکاح کے انعقاد کے لئے خطبہ یا دعا شرط نہیں ہے، بغیر خطبہ اور دعا کے بھی ایجاب و قبول اور نکاح کی دیگر شرائط کی موجودگی میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نکاح میں صرف عورتوں کو گواہ بنا سکتے ہیں؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1181

تاریخ اجراء: 22ربیع الاول1444ھ /19اکتوبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی بھی مرد نہ ہو، تو کیا نکاح کے لیے چار عورتیں گواہ بن سکتی ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کے گواہوں میں اگر ساری عورتیں ہوں، کوئی مرد نہ ہو، تو نکاح درست نہیں ہو گا، کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "ولا یشترط وصف الذکورۃ حتی ینعقد بحضور رجل وامرأتین، کذافي الهداية ولا ینعقد بشهادة المرأتین بغیر رجل "ترجمہ: نکاح میں گواہوں کا مرد ہونا شرط نہیں بلکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، البتہ مرد کے بغیر صرف دو عورتوں کی موجودگی سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب النکاح، ج1، ص268، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ایک ماں سے پیدا ہونے والے بیٹا اور بیٹی کے نکاح کا حکم

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-790

تاریخ اجراء: 20جمادی الاوّل1444ھ/15دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت نے شادی کی جس سے اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی، پھر اس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی اور اس نے عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لی، جس سے اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔

اس صورت میں کیا پہلے شوہر کی بیٹی اور دوسرے شوہر کا بیٹا آپس میں بہن بھائی ہوئے یا نہیں اور کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یہ دونوں ماں شریک بہن بھائی ہیں اور آپس میں نسبی محارم ہیں، ان کا ایک دوسرے سے نکاح حرام ہے۔

بہار شریعت میں ہے: ”بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔“ (بہار شریعت، جلد2، صفحہ22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سسر اپنی بہو سے نکاح کر سکتا ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1159

تاریخ اجراء: 16 ربیع الاول 1444ھ / 13 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

بیٹے نے طلاق دے دی ہو تو کیا سسر اپنی بہو سے نکاح کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نکاح کرتے ہی وہ عورت اس شخص کے باپ پر حرام ہو جاتی ہے ، خواہ اس نے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ قرآن پاک میں حقیقی بیٹوں کی بیویوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس میں ہمبستری کی شرط نہیں لگائی گئی۔ لہذا حقیقی بیٹے کے فوت ہونے یا طلاق دینے کے بعد، باپ کا اس کی بیوی یعنی اپنی بہو سے نکاح کرنا حرام و گناہ ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور پر بہو سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ (پ4، سورۃ النساء، آیت 23)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے "فحليلة الابن وهي زوجته حرام على الأب سواء دخل بها الابن أولم يدخل لإطلاق النص على الدخول" ترجمہ: بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہے، برابر ہے کہ بیٹے نے بیوی سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو، کیونکہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان میں بیٹے کی بیوی کے داخل ہونے پر نص مطلق ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ج 3، ص 212، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اپنے کزن کی لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-771

تاریخ اجراء: 19 جمادی الاول 1444ھ/14 دسمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اپنے کزن کی لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ رضاعت وغیرہ کا رشتہ بھی نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنے کزن کی لڑکی سے شادی کرنا، جائز ہے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ حرمت کے تین اسباب ہیں نسب، صہریت (سسرالی رشتے) اور رضاعت یعنی دودھ کا رشتہ۔ پوچھی گئی صورت میں حرمت رضاعت اور صہریت کا تو کوئی معاملہ نہیں زیادہ سے زیادہ نسب کا مسئلہ زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے قوانین کے مطابق یہاں پر نسب کی بنیاد پر بھی حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی اس لیے کہ اپنے کزن کی لڑکی سے نکاح کی شریعت میں کوئی ممانعت نہیں۔ نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ جب خود کزن محرم نہیں ہے کہ کزن سے نکاح کیا جاسکتا ہے تو اس کی اولاد بھی محرم میں داخل نہیں ہو گی۔

اللہ تبارک وتعالی حرمت کے رشتے ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے "وَاُحِلَّ لَکُم مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" ترجمہ کنزالایمان: ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (سورہ النساء، آیت نمبر 24، پارہ نمبر 5)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا **چچازاد بھائی کی بیٹی** یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو اور رشتے کی بہن، جو ماں میں ایک، نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقۂ رضاعت، جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں، یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں، جبکہ کوئی مانعِ نکاح، مثلِ رضاعت و مصاہرت، قائم نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 413، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کرنے حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-659

تاریخ اجراء: 14ربیع الثانی 1444ھ/10نومبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زید نے کسی بیوہ عورت سے شادی کی۔ اور اس بیوہ عورت کی پہلے شوہر سے ایک بیٹی ہے، تو کیا زید کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کی اس بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟ شرعا اس نکاح کی ممانعت تو نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

زید کا بیٹا اپنے والد کی سوتیلی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اس لیے کہ ان دونوں کا نہ تو باپ ایک ہے نہ ہی ماں۔ اللہ تعالی نے سورہ نساء میں حرام عورتوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور سوال میں ذکر کردہ رشتہ حرمت والی عورتوں میں شمار نہیں فرمایا اور نہ ہی شریعت مطہرہ میں اس کی کہیں ممانعت آئی لہذا یہ نکاح حلال ہے جبکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ پائی جائے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ”وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ“ ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

در مختار میں ہے: ”اما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال“ یعنی اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یا بیٹے سے نکاح حلال ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، جلد4، صفحہ112، مطبوعہ: کوئٹہ)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا تھا، اس عورت کا ایک لڑکا اگلے مرد سے ہے اور اب جس مرد سے نکاح کیا، اس مرد کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے اب دونوں لڑکے لڑکی کا باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ تو جوابا ارشاد فرمایا: ”ان دونوں کا باہم نکاح ہو سکتا ہے کہ دونوں کا نہ ایک باپ ہے نہ ایک ماں۔ قال اللہ تعالی: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ“ (فتاوی امجدیہ، جلد دوم، صفحہ55، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا مقرر کیا گیا؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

فتوی نمبر: Web-555

تاریخ اجراء:11ربیع الاول1444ھ/08اکتوبر2022ء

دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا رکھا گیا تھا، اس کی شرعی مقدار کتنی تھی؟ فی زمانہ اگر کوئی مہرِ فاطمی رکھنا چاہے، تو کتنی مقدار بنے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اکثر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر 500 درہم (چاندی کے سکے) سے زیادہ نہیں تھا لیکن ام المؤمنین سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر 4000 درہم یا 4000 دینار تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر 400 مثقال چاندی تھا۔ جس کا وزن 150 تولے چاندی بنتا ہے جو گراموں کے حساب سے 1749.6 گرام یعنی تقریباً پونے دو کلو چاندی بنتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”عامہ ازواجِ مطہرات وبنات مکرمات حضور پُر نور سیّد الکائنات علیہ وعلیہن افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔۔۔ مگر اُم المومنین اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان خواہر جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم۔۔۔ دوسری میں چار ہزار دینار تھا۔۔۔ اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی۔“ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ135-136، ملتقطاً، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نکاح میں مہر کم سے کم 10 درہم ہے یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (موجودہ وزن کے حساب سے 30 گرام 618 ملی گرام) یا بوقت نکاح اُس کی جو قیمت بنتی ہے، اس سے کم مہر مقرر نہیں کر سکتے، زیادہ مقرر کر سکتے ہیں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بلاوجہ بیوی اور بچوں کا نان ونفقہ ادانہ کرنا

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1084

تاریخ اجراء: 19صفر المظفر1444ھ/16ستمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور بچوں کا نان نفقہ ادانہ کرے حتی کہ بیوی اپنے تمام اخراجات پورے کرنے کے لیے مکمل طور پر اپنے والدین اور بہن بھائیوں پر منحصر ہو، اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے، خاندان کے بڑے افراد کی مداخلت کے باوجود شوہر نفقہ نہ دے اور صورتحال بگڑتی جارہی ہو تو بیوی کے لیے کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ شخص اپنی بیوی اور بچوں کا نان نفقہ ادانہ کرنے کی وجہ سے سخت گناہ گار ہے کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اُسے کھانے کو نہ دے۔"

اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے اس گناہ سے توبہ کرے اور اپنے بیوی بچوں کا نان نفقہ پورا کرے، اگر وہ کسی بھی طرح نان نفقہ پورا کرنے پر راضی نہیں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے، یوں معلق نہ چھوڑے، اور اگر بیوی شوہر کی طرف سے نان نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کے ساتھ مزید زندگی نہیں گزار سکتی تو بیوی کے لیے بھی طلاق کا مطالبہ کرنا، جائز ہے، البتہ طلاق کا مطالبہ کرنے سے پہلے بیوی کو چاہیے کہ اپنے خاندان کے بڑے افراد والدین وغیرہ سے مشورہ کرلے اور ان کے مشورے کے مطابق عمل کرے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں ایک مسئلے کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جب نکاح باقی ہے، تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے، ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: "تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔" (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ435، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا علوی شخص سیدہ کا کفو ہو سکتا ہے؟

مجیب: سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-642

تاریخ اجراء: 12 ربیع الثانی 1444ھ/08 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

جو مرد علوی خاندان سے تعلق رکھتا ہو کیا وہ سیدہ کا کفو ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! علوی شخص سیدہ کا کفو ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سیِّدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدّیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اُموی۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 716، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔'' (بہارِ شریعت، جلد 2، صفحہ 53، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سگی ماں کے ماموں کی بیٹی سے نکاح کا حکم

مجیب: ابوصدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1376

تاریخ اجراء: 15 رجب المرجب 1444ھ/07 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

مجھے یہ جاننا ہے کہ اپنی سگی ماں کے ماموں کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! سگی ماں کے ماموں کی بیٹی سے نکاح جائز ہے بشر طیکہ کوئی وجہِ حرمت **مثلِ** رضاعت و مصاہرت نہ ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں کے ماموں کی بیٹی، اپنی اصل بعید یعنی پڑنانا کی فرع بعید یعنی پوتی ہے۔ اور اصل بعید کی فرع بعید محرم نہیں ہوتی، لہذا اس سے نکاح حلال ہے۔ نیز اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جب اپنے ماموں کی بیٹی سے نکاح جائز ہے تو ماں کے ماموں کی بیٹی سے بدرجہ اولی نکاح جائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**جزئیت کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع (یعنی اولاد) اور اپنی اصل (یعنی والدین) کتنی بعید ہو، مطلقاً حرام ہے اور اپنی اصلِ قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو، حرام ہے اور اپنی اصلِ بعید کی فرعِ بعید حلال۔** اپنی فرع جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصلِ قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصلِ بعید کی فرعِ قریب جیسے اپنے دادا، پردادا، نانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں اور **اصلِ بعید کی فرعِ بعید جیسے اُنہی اشخاصِ مذکورہ آخر (یعنی آخر میں ذکر کیے گئے افراد جیسے اپنے دادا، پردادا وغیرہ) کی پوتیاں نواسیاں، جو اپنی اصل قریب کی فرع نہ ہوں، حلال ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 516-517، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نکاح میں اگر گواہ فون پر ہوں تو نکاح کا حکم؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1370

تاریخ اجراء: 12 رجب المرجب 1444ھ /04 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک جگہ صرف لڑکی اور لڑکا ہیں، ان کے ساتھ کوئی گواہ نہیں ہے، گواہ فون پر کسی اور جگہ ہیں، تو کیا اس طرح نکاح ہو جائے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نکاح کی مجلس میں صرف لڑکا، لڑکی ہوں اور گواہ کسی اور جگہ سے فون یا ویڈیو کال وغیرہ کے ذریعے شامل ہوں، وہ اگرچہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہوں، تب بھی شرعاً ایسا نکاح نہیں ہوگا کہ گواہوں کا ایجاب و قبول والی مجلس میں ایجاب و قبول کے الفاظ ایک ساتھ سننا ضروری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بھانجی کی بیٹی سے نکاح کا حکم

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1344

تاریخ اجراء: 17 جمادی الاخریٰ 1444ھ/10 جنوری 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا بھانجی کی بیٹی سے نکاح حلال ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی شخص کا اپنی سگی بھانجی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا، جائز نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: (حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ) ترجمہ کنزالعرفان: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں۔ (پارہ 4، سورۃ النساء، آیت 23)

اس آیت مبارکہ کے تحت صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں: (1) ماں، اسی طرح وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے سے نسب بنتا ہو یعنی دادیاں و نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔ سوتیلی ماؤں کی حرمت کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (2) بیٹی، پوتیاں اور نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔ (3) بہن (4) پھوپھی (5) خالہ (6) بھتیجی (7) **بھانجی، اس میں بھانجیاں، بھتیجیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہے۔** (صراط الجنان، جلد 2، صفحہ 170، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنے کا حکم

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1331

تاریخ اجراء: 11 جمادی الاخریٰ 1444ھ/04 جنوری 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا رضاعی بھائی کی بہن سے شادی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جس لڑکے نے بچپن میں آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس حوالے سے حکمِ شرعی یہ ہے کہ چونکہ حرمت دودھ پینے کی وجہ سے اس لڑکے کے لیے ثابت ہے، اس کی بہن کے لیے نہیں لہذا آپ کا اپنے رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ ناجائز ہونے کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

عورت کو مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہوگا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مارچ 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عقدِ نکاح میں مہر بیان کر دیا جائے مگر فوراً ادا نہ کیا جائے اور نہ ہی دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو عورت کو اس مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب بوقتِ نکاح مہر فوراً نہ دیا جائے اور نہ ہی بعد میں دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو شرعاً اس کی مدت موت یا طلاق قرار پاتی ہے، لہٰذا جب تک شوہر کی وفات یا عورت کو طلاق واقع نہ ہو، تب تک عورت مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی، کیونکہ ایسی صورت میں مہر کے مطالبے کا دار و مدار عُرف پر ہوتا ہے اور پاک و ہند میں عُرف یہی ہے کہ مہر کی مدت مقرر نہ ہو، تو طلاق یا شوہر کی وفات تک اس کو مؤخر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا طلاق یا شوہر کی وفات ہونے کی صورت میں ہی عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی۔ عورت کی موت کی صورت میں بھی مہر کی ادائیگی فوراً لازم ہو جاتی ہے اور اب اس کے حق دار ورثاء ہوں گے، اگرچہ ورثاء میں خود شوہر بھی شامل ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

12 سال کا لڑکا نکاح کا گواہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

مجیب: ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1253

تاریخ اجراء: 16 ربیع الثانی 1444ھ/12 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا 12 سال کا لڑکا تجدیدِ نکاح میں گواہ بننے کے لئے کافی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر 12 سال کا لڑکا عاقل بالغ ہے، تو وہ نکاح کا گواہ بن سکتا ہے، اور اگر عاقل ہے لیکن بالغ نہیں تو اگرچہ وہ مراہق ہو، وہ گواہ نہیں بن سکتا۔ کہ نکاح کے گواہوں کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ دو عاقل بالغ مرد ہوں یا ایک عاقل بالغ مرد اور دو عاقلہ بالغہ عورتیں ہوں۔

مجمع الانہر میں ہے "(و) شرط ایضا (حضور) شاھدین (حرین او حر و حرتین مکلفین) ولا یصح عند صبیین و مجنونین ولا عند مراھقین کما في الینابیع (ملتقطا)" ترجمہ: نکاح کے وقت گواہ کے طور پر، دو مکلف آزاد مرد یا ایک مکلف آزاد مرد اور دو آزاد مکلف عورتوں کا موجود ہونا بھی شرط ہے اور بچوں، پاگلوں اور مراہقوں کی موجودگی میں نکاح صحیح نہیں ہو گا جیسا کہ ینابیع میں ہے۔ (مجمع الانہر، کتاب النکاح، ج 1، ص 321، دار إحیاء التراث العربي)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

امی کے ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنے کا حکم

مجیب: ابو حفص محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1245

تاریخ اجراء: 13 ربیع الثانی 1444ھ/09 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا اپنی امی کے ماموں کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اپنی امی کے ماموں کی بیٹی غیر محرم ہے لہذا اس سے نکاح ہو سکتا ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ (رضاعت و مصاہرت وغیرہ) نہ ہو۔ تفصیل اس میں یہ ہے کہ:

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ان عورتوں کو کہ جن سے نکاح حرام ہے شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ اور اپنی امی کے ماموں کی بیٹی، حرام کردہ عورتوں میں شمار نہیں کی گئی ہے تو اب ظاہر ہے کہ یہ حلال کردہ عورتوں میں شامل ہے لہذا اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو۔ (سورۃ النساء، پ 05، آیت 24)

نیز اپنی امی کے ماموں کی بیٹی، دراصل اپنی امی کے نانا کی پوتی ہے۔ اور اپنی امی کا نانا، اپنے لیے اصل بعید ہے اور اس کی پوتی، اس کی فرع بعید ہے۔ اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال ہوتی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال۔۔۔۔ اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انہی اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی نوع نہ ہوں حلال ہیں۔۔۔۔۔ چچا، خالہ، ماموں، پھوپھی کی بیٹیاں اس لیے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج 11، ص 517، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّم

کیا حاملہ عورت کا نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1208

تاریخ اجراء: 01 ربیع الثانی 1444ھ / 28 اکتوبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حاملہ عورت کا نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حمل والی اگر عدت میں ہو تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا، خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ کی یا وطی بالشبہ کی، اور حمل ثابت النسب ہو یا معاذ اللہ عزوجل زنا کا ہو مثلا زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضعِ حمل ہے۔ ان سب صورتوں میں اس سے کسی دوسرے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

اور اگر وہ عدت میں نہ ہو اور حمل ثابت النسب نہ ہو بلکہ زنا کا ہو تو ایسی صورت میں حالت حمل میں اس عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، اگر نکاح زانی ہی سے ہوا ہے تو وہ اس عورت سے وطی بھی کر سکتا ہے، البتہ اگر نکاح زانی کے علاوہ کسی اور شخص سے ہو تو اس شخص کے لیے بچہ پیدا ہونے تک صحبت کرنا، جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

ماموں یا چچا کی بیوہ سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1207

تاریخ اجراء: 01 ربیع الثانی 1444ھ / 28 اکتوبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا آدمی اپنے ماموں یا چچا کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر ممانعت کی کوئی اور وجہ (حرمت مصاہرت و رضاعت و نسب وغیرہ) نہ ہو تو آدمی اپنے ماموں کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ یعنی اپنی ممانی سے اس کی عدت گزرنے کے بعد اور اسی طرح چچا کی وفات کے بعد چچا کی بیوہ سے اس کی عدت گزرنے کے بعد نکاح کر سکتا ہے کیونکہ آدمی کی ممانی اور چچی اس کی محارم عورتوں میں شامل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ چچی اور ممانی سے بھی دیگر نامحرم عورتوں کی طرح پردہ کرنا، فرض ہوتا ہے۔ نیز جن عورتوں سے نکاح نہیں ہو سکتا، قرآن پاک میں ان کو شمار کر کے فرمایا: (واحل لکم ما وراء ذلکم) ترجمہ: اور ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ (سورۃ النساء، پ 05، آیت 24)

اور چچی اور ممانی کو ان عورتوں میں شمار نہیں فرمایا، جن سے نکاح حرام ہے تو یقینا اب یہ ان عورتوں میں شامل ہیں کہ جن کو حلال کیا گیا ہے۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: درست ہے۔ دلیل اس کی قول اللہ عزوجل ہے: (واحل لکم ما وراء ذلکم) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا: "ان کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔" حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا، نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی، تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 334، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 464، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کے مخصوص ایام میں نکاح کرنے کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1591

تاریخ اجراء: 07شوال المکرم1444ھ/28اپریل2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت مخصوص ایام میں ہو، تو نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

مخصوص ایام میں نکاح ہو سکتا ہے، البتہ اس حالت میں بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنا، جائز نہیں ہو گا، کیونکہ حیض و نفاس کی حالت میں بیوی کی ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کے حصہ بدن کو بلا حائل چھونا، شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور اس کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا، جائز نہیں، اسی طرح حائل کپڑا وغیرہ اگر باریک ہے کہ جسم کی گرمی پہنچنے سے مانع نہیں تو اس کے اوپر سے بھی چھونا وغیرہ جائز نہیں، ہاں موٹا ہو کہ جسم کی گرمی نہیں پہنچے گی تو اب اس کے اوپر سے چھونے میں حرج نہیں۔ ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کے حصے کے علاوہ باقی جسم سے نفع حاصل کرنا اور بوس و کنار کرنا جائز ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوہ چچی سے نکاح کا شرعی حکم

مجیب: محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چچا کے فوت ہونے پر عدت کے بعد چچی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانین شرعیہ کے مطابق چچی محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں شامل نہیں ہے، لہٰذا حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت یا مصاہرت وغیرہ نہ ہو، تو چچا کے فوت ہونے پر عدت کے بعد چچی سے نکاح ہو سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دادی اور نانی کی بہنیں محارم ہیں یا نہیں؟

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر:WAT-1507

تاریخ اجراء: 27شعبان المعظم1444ھ/20مارچ2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میری دادی کی بہنیں اور میری نانی کی بہنیں میرے لئے محرم ہیں یا نا محرم؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ کی دادی کی بہنیں اور آپ کی نانی کی بہنیں آپ کے لئے وہی حکم رکھتی ہیں جو آپ کی اپنی خالاؤں اور پھوپھیوں کا حکم ہے کہ جس طرح اپنی خالہ اور پھوپھی محرم ہوتی ہے ایسے ہی اصول یعنی ماں، باپ، دادی، نانی کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی محرم ہوتی ہیں۔ بہار شریعت میں ہے: "باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہم اصول کی پھوپیاں یا خالائیں اپنی پھوپی اور خالہ کے حکم میں ہیں۔ خواہ یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔ یوہیں حقیقی یا علاتی پھوپی کی پھوپی یا حقیقی یا اخیافی خالہ کی خالہ۔" (بہار شریعت، جلد2، صفحہ22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی خالہ کی بیٹی سے نکاح کا حکم

مجیب: محمد بلال عطاری مدنی

فتوی نمبر:WAT-1486

تاریخ اجراء: 20شعبان المعظم1444ھ/13مارچ2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

سلام: کیا خود کی خالہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں؟۔۔۔ جزاک اللہ خیرا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر نکاح سے ممانعت کا کوئی سبب جیسے دودھ کا رشتہ یا سسرالی رشتہ وغیرہ کی حرمت موجود نہ ہو تو اپنی خالہ کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے، کیونکہ خالہ کی بیٹی ان عورتوں میں سے نہیں جن سے نکاح حرام ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے”وفي "الذخيرة": أولاد الأعمام والعمات والأخوال والخالات من المباحات لقوله تعالى: { وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ }“ترجمہ: ذخیرہ میں ہے: چچاؤں، پھوپھیوں ،ماموؤں اور خالاؤں کی اولاد مباحات میں سے ہے یعنی ان سے نکاح کرنا مباح ہے اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے کہ (اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں (تمہارے لیے حلال کیں)۔(بنایہ شرح ہدایہ، کتاب النکاح، ج5، ص22، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کا حکم

مجیب: ابواحمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1480

تاریخ اجراء: 17 شعبان المعظم 1444ھ/10مارچ2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا باپ کی چچیری بہن کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چچیری بہن چچازاد بہن کو کہتے ہیں اور چچازاد بہن خواہ اپنی ہو یا اپنے والد کی، بہر صورت اس کے ساتھ نکاح بلاشبہ جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ رضاعت و مصاہرت وغیرہ نہ ہو۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں چوتھے پارے کے آخر میں ان عورتوں کا بیان کیا گیا ہے، جن سے نکاح کرنا حرام ہے اور پانچویں پارے کی ابتداء میں فرمایا کہ ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جن عورتوں کا حرام ہونا بیان کیا گیا، ان میں اپنی یا باپ کی چچازاد بہن کا ذکر نہیں ہے، لہذا اس کے ساتھ نکاح حلال رہے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نکاح خواں کا عالم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

مجیب: ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1428

تاریخ اجراء: 04 شعبان المعظم 1444 ھ/25 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا نکاح عالم ہی پڑھا سکتا ہے یا کوئی عام آدمی بھی پڑھا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح خواں کا عالم ہونا شرط نہیں ہے، عام آدمی بھی پڑھا سکتا ہے جبکہ ٹھیک پڑھائے۔ البتہ! نکاح کا معاملہ بہت احتیاط والا ہے کہ اگر ایسی صورت ہوگئی کہ جس سے نکاح صحیح نہ ہوا تو حرام کاری والے معاملات ہوتے رہیں گے اور نکاح خواں، جب مسائل نکاح سے واقف نہ ہوگا تو ایسی صورت واقع ہونے کا احتمال رہے گا۔ اسی طرح اگر وہ فاسق ہوا تو خدشہ رہے گا کہ وہ احتیاطوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ نکاح خواں دیندار، صحیح العقیدہ، متقی اور مسائل نکاح سے آگاہ ہو۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "اگر عدیم البصر عالم نہ ہو اور نگہبان بھی موجود نہ ہو اس صورت میں اس نے نکاح پڑھایا، آیا جائز ہے یا نہ؟"

تو آپ نے جوابا ارشاد فرمایا: "اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھائے، بے نگاہی یا بے نگاہ بانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں، ہاں جاہل ہونا مخل ہو سکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کر دے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اس سے غافل رہیں تو معاذ اللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں، لہذا نکاح میں بہت احتیاط لازم، عقد کرنے والا دیندار، متقی، مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا، فاسق بد دیانت پر اعتماد نہیں، جب وہ خود حلال و حرام کی پروا نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 188، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تایا کے بیٹے کی بیٹی سے شادی کرنا

مجیب: ابو عبد اللہ محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1793

تاریخ اجراء: 16ذوالحجۃ الحرام1444ھ/5جولائی2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بڑے ابو کے بیٹے کی بیٹی سے شادی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! بڑے ابو (تایا) کے بیٹے کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت (دودھ کا رشتہ) وغیرہ نہ ہو۔ اس لیے کہ اجداد کی فروع اول حرام ہے، جبکہ اس کے بعد کی فروع سے نکاح جائز ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وفروع أجداده وجداته لبطن واحد، فلهذا تحرم العمات والخالات، وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال "ترجمہ: دادا، دادیوں اور نانا، نانیوں کی ایک بطن کی فروع (پہلی اولاد) حرام ہے (بقیہ حلال ہیں)، لہٰذا پھوپھیاں، خالائیں حرام ہیں، اور پھوپھیوں، چچاؤں، خالاؤں اور ماموؤں کی بیٹیاں حلال ہیں۔ (فتح القدیر، جلد3، صفحہ208، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شادی شدہ عورت کا زنا کے بعد زانی سے نکاح کرنا

مجیب: ابو الحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-921

تاریخ اجراء: 15 شوال المکرم 1444ھ/06 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

شادی شدہ عورت کسی اجنبی مرد سے زنا کرلے، پھر اسی مرد سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زنا کرنا سخت ناجائز و حرام ہے، ایسا کرنے والے پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرکے آئندہ اس فعل سے باز رہنے کی پکی نیت کرے۔

البتہ اگر ایسے مرد و عورت جن سے باہم یہ فعل سرزد ہوا ہے، وہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں جبکہ عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں نہ ہو اور ان کے مابین نکاح سے ممانعت کی کوئی وجہ (مثلاً کوئی نسبی یا رضاعی رشتہ) بھی نہ ہو۔

خیال رہے کہ شادی شدہ عورت اگر کسی اجنبی مرد سے زنا کرلے، تو اس سے اس کا نکاح ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہی رہتی ہے، لہذا اگر شوہر کی وفات نہ ہوئی ہو اور نہ ہی اس نے طلاق دی ہو تو اس صورت میں اس عورت کا کسی اور شخص سے نکاح کرنا (خواہ زانی ہو یا کوئی اور) سخت ناجائز و حرام ہے، ایسا نکاح باطل ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا باپ بیٹے کا دو سگی بہنوں سے نکاح کرنا جائز ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13012

تاریخ اجراء: 11 ربیع الاول 1445ھ / 28 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا باپ بیٹے کا دو سگی بہنوں سے نکاح کرنا، جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعاً یہ بات جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ سے اور دوسری بہن کا نکاح بیٹے سے ہو جبکہ کوئی اور وجہ ممانعت نہ پائی جاتی ہو، لہذا ایسے نکاح میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا ذکر کرنے بعد ہے قرآن پاک میں ہے: ''وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ'' ترجمہ کنز الایمان: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "دو حقیقی بہنیں ان کا نکاح زید واس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: **"شرعاً جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو، اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہ ہو۔"** (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "دو شخص زید و عمرو آپس میں باپ بیٹے ہیں، جو دو حقیقی بہنوں ہندہ و بکرہ سے عقد کرنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں یہ عقد ان جائز ہیں یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ جواب میں فرماتے ہیں: "اگر فقط اتنی بات ہے کہ دونوں بہنوں میں ایک زید کے نکاح میں آئے گی اور ایک عمرو کے اور کوئی دوسری وجہ نہ ہو، جس سے حرمت ہوتی، تو نکاح دونوں جائز ہیں، قال اللہ تعالیٰ: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ۔" (فتاوی امجدیہ، ج 02، ص 61، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کی سگی بھانجی سے زنا کرنے سے نکاح پر اثر پڑے گا یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2044

تاریخ اجراء: 17ربیع الاول1445ھ/04اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی اپنی بیوی کی سگی بھانجی سے زنا کرلے تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

زنا گناہِ کبیرہ اور سخت حرام کام ہے، مگر پوچھی گئی صورت میں نکاح نہیں ٹوٹے گا، اور نہ ہی اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی بلکہ وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اس لئے کہ زنا سے صرف چار حرمتیں ثابت ہوتی ہیں: مزنیہ (جس سے زنا کیا گیا، وہ) زانی (زنا کرنے والے) کے اصول و فروع پر حرام ہو جاتی ہے اور زانی (زنا کرنے والے) پر مزنیہ (جس سے زنا کیا گیا، اس) کے اصول و فروع حرام ہو جاتے ہیں، جبکہ سالی کی بیٹی اس کی بیوی کے اصول و فروع میں نہیں ہے، تو معاذ اللہ اس کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوگی اور نہ نکاح پر کوئی اثر پڑے گا۔

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ زید نے اپنی سالی سے زنا کیا اور اس کو حمل بھی رہ گیا تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔؟ تو جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”معاذ اللہ یہ فعل بیشک حرام ہے مگر اس کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹا، وہ بدستور اس کی زوجہ ہے۔ زنا سے صرف چار حرمتیں ثابت ہوتی ہیں: مزنیہ زانی کے اصول و فروع پر حرام ہو جاتی ہے اور زانی پر مزنیہ کے اصول و فروع حرام، بہن نہ اصول میں ہے نہ فروع میں تو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔“ (فتاوی امجدیہ، جلد2، صفحہ72، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

والدین کی مرضی کے بغیر شادی کرنے پر والدین کا لڑکی سے تعلق ختم کرنا

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1018

تاریخ اجراء: 29 محرم الحرام 1445ھ / 17 اگست 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر عورت والدین کی مرضی کے بغیر شادی کر لے تو والدین اس کے لیے گھر کے دروازے بند کر دیتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے بعد منہ دیکھنے سے بھی منع کر دیتے ہیں۔ کیا والدین کا ایسا کرنا درست ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بالغہ عورت اگر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کفو میں نکاح کر لے تو اگرچہ نکاح ہو جائے گا مگر ایسا کرنا شرعاً بہت ناپسندیدہ ہے جبکہ اس سے خاندان کی عزت خراب ہوتی ہو، والدین کی دل آزاری ہو، وہ ناراض ہوں، اور ایسا کرنے سے بہت ساری معاشی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جیسے یہی کہ والدین اور دیگر رشتہ دار قطع تعلقی کر لیتے ہیں نیز عموماً ایسے رشتے کامیاب نہیں ہوتے، لہٰذا ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

اور اگر اس نے غیر کفو سے نکاح کیا اور اس نکاح سے پہلے اس کے ولیِ اقرب نے اس لڑکے کو غیر کفو جان کر اس نکاح کی صاف صاف اجازت نہیں دی تھی تو نکاح اصلاً ہو گا ہی نہیں اور وہ دونوں میاں بیوی بنیں گے ہی نہیں اور ان کا ایک ساتھ رہنا حرام اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا معاذ اللہ زنا ہو گا یہاں تک کہ اگر نکاح ہو جانے کے بعد لڑکی کے اولیا نے اس نکاح کو تسلیم کر لیا تب بھی وہ نکاح نہ ہو ا بلکہ ان کی اجازت سے نئے سرے سے نکاح کرنا ہو گا۔

رہا یہ کہ ایسی صورتوں میں والدین وغیرہ کا قطع تعلقی کرنا کیسا ہے؟ تو اگر وہ فاسق بن رہے ہوں تو بعض صورتوں میں فاسق سے قطع تعلقی کرنا، جائز ہے، البتہ چاہئے یہ کہ جہاں تک شریعت اجازت دیتی ہو وہاں تک علمائے کرام کی رہنمائی سے حکمتِ عملی کے ساتھ معاملات حل کیے جائیں اور قطع تعلقی نہ کی جائے بلکہ اگر نکاح کرنا شرعاً جائز ہو، لڑکا اس لڑکی کا کفو بھی ہو اور اس نکاح سے کوئی خرابی لازم نہ آتی ہو تو ان کا نکاح کروا دینا چاہئے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

امی کی خالہ کے شوہر سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2013

تاریخ اجراء: 04 ربیع الاول 1445ھ / 21 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

امی کی خالہ کے انتقال کے بعد اس کے شوہر کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں امی کی خالہ یعنی نانی کی بہن کے شوہر سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی اور وجہ ممانعت مثلا رضاعت (دودھ کا رشتہ) وغیرہ نہ ہو۔ کیونکہ جب وجہ ممانعت نہ ہونے کی صورت میں اپنی خالہ کے انتقال کے بعد اس کے شوہر سے نکاح کرنا جائز ہے تو ماں کی خالہ کے شوہر سے نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فورا اس کی بھتیجی بھانجی سے نکاح جائز ہے "لعدم الجمع نکاحا ولا عدۃ اذ لا عدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ" (کیونکہ یہاں (پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کو) نہ تو نکاح میں جمع کرنا پایا جارہا ہے اور نہ عدت میں کیونکہ مرد پر کوئی عدت نہیں ہوتی جیسا کہ العقود الدریۃ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔) (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 423، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت کا اپنے شوہر کو باپ کہہ دینے کا حکم

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1005

تاریخ اجراء: 26صفر المظفر1445ھ /13 ستمبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

عورت نے اپنے شوہر کو باپ کہہ دیا یعنی او میرے باپ ایسے نہیں ایسے ہے، کیا اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بیوی کا شوہر کو باپ کہنا یا شوہر کا اسے ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کو محارم والے رشتے کے الفاظ سے نہیں پکار یا بلا سکتے مثلاً ایک دوسرے کو بہن بھائی، یا بیٹا بیٹی بھی نہیں کہہ سکتے۔

سنن ابو داؤد میں ہے: ”أن رجلا قال لإمرأته: یا أُخَیَّۃُ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أُختک ھی، فکرہ ذلک ونھی عنہ۔“ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، ج1، ص319، الحدیث:2210، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سگے بھانجے کی بیٹی کے ساتھ نکاح کا حکم

مجیب: ابو الفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-1981

تاریخ اجراء: 24صفر المظفر1445ھ/11ستمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا میری سگی بہن کی پوتی میرے نکاح میں آسکتی ہے، یعنی (صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ) میرے سگے بھانجے کی بیٹی ہے۔ اور میں اس لڑکی کے والد کا سگا ماموں ہوں، تو کیا میرا اس لڑکی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شریعت کی روشنی میں کسی شخص کا اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح ناجائز و حرام ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں آپ اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتے کیونکہ سگے بھانجے کی بیٹی، اپنی اصل قریب یعنی اپنے والدین کی فرع بعید ہے اور اصل قریب کی فرع بعید بھی حرام ہوتی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے" (القسم الأول المحرمات بالنسب). وهن الأمهات والبنات والأخوات۔۔۔ فهن محرمات نكاحا ووطئا ودواعيه على التأبيد۔۔۔ وأما الأخوات فالأخت لأب وأم والأخت لأم وكذا بنات الأخ والأخت وإن سفلن "ترجمہ: محرمات کی پہلی قسم وہ ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں، اور وہ مائیں، بیٹیاں، بہنیں (الخ وغیرہ) ہیں، ان عورتوں سے نکاح، وطی اور دواعیٔ وطی ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، بہر حال بہنیں تو اس میں حقیقی بہن وماں شریک بہن داخل ہے یونہی بھائی و بہن کی بیٹیاں اگرچہ نیچے تک سب اسی میں داخل ہیں (اور سب سے نکاح حرام ہے)۔ (فتاوی ھندیه، کتاب النکاح، ج1، ص273، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح کا خطبہ کب پڑھنا چاہیے؟

مجیب: ابو الفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-2263

تاریخ اجراء: 28 جمادی الاول 1445ھ / 13 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

نکاح کا خطبہ پہلے سنت ہے یا ایجاب و قبول وغیرہ کے بعد؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نکاح کا خطبہ نکاح سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔

چنانچہ بہارِ شریعت میں نکاح کے مستحبات بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، کوئی سا خطبہ ہو اور بہتر وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا۔ (بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ 7، مطبوعہ :مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رضاعی بھائی کی بھتیجی سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2219

تاریخ اجراء: 08 جمادی الاول 1445ھ / 23 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا رضاعی بھائی کی بھتیجی (رضاعی بھائی کے حقیقی بھائی کی بیٹی) سے نکاح جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں رضاعی بھائی کی بھتیجی (رضاعی بھائی کے حقیقی بھائی کی بیٹی) سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی اور حرمت کی وجہ (مصاہرت یا رضاعت وغیرہ) نہ ہو۔ کیونکہ رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے تو رضاعی بھائی کی بہن اور بھائی کی اولاد سے بدرجہ اولی نکاح جائز ہو گا۔ درمختار میں ہے "وتحل اخت اخیہ رضاعا" ترجمہ: رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح، ج04، ص398، کوئٹہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

سالی سے زنا کرلیا تو کیا بیوی حرام ہوجاتی ہے؟

مجیب: مولانا اعظم عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2191

تاریخ اجراء: 30ربیع الثانی1445ھ /15نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شخص اپنی سالی سے معاذ اللہ زنا کر بیٹھے تو اس کے بارے میں شرعی لحاظ سے کیا حکم ہے، تفصیل سے رہنمائی فرمادیجیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سالی سے زنا حرام و سخت گناہ کبیرہ ہے، لیکن اس وجہ سے اپنی بیوی کے ساتھ نکاح نہیں ٹوٹتا، لہذا شخصِ مذکور پر لازم ہے کہ اس گندے فعل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرے اور آئندہ اس عورت سے دور رہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "زنا تو ہر حال حرام ہی ہے، مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی، نہ آیت کا یہ مطلب ہے نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو۔" (فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ317، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مہر میں جو چیز مقرر ہوئی، اس کے بدلے دوسری چیز دینا

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2174

تاریخ اجراء: 25ربیع الثانی 1445ھ /10نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

11000 روپے میں مہر فکس ہوا پھر شادی کے بعد لڑکی کو بطور مہر کان کی بالی (سونے کی بالی) دے دی کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں عقد نکاح میں 11000 ہزار روپے حق مہر طے ہوا، بعد میں میاں بیوی دونوں باہمی رضامندی سے اس کے عوض کان کی بالیوں پر اتفاق کر لیتے ہیں تو شرعا یہ درست ہے اگر بیوی راضی نہ ہو تو جو طے ہوا ہے وہی دینا لازم ہو گا۔

بدائع الصنائع میں ہے "ومن شأن المسمى أن لا يكون للزوج العدول عنه إلى غيره إلا برضا المرأة"

ترجمہ: جو مہر مقرر ہو چکا اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز دینا شوہر کے لئے جائز نہیں، ہاں عورت راضی ہو تو حرج نہیں۔ (بدائع الصنائع، ج2، ص306، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تجدید نکاح میں گواہ ہونا ضروری ہے

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2139

تاریخ اجراء: 17 ربیع الثانی 1445ھ / 02 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میر اسوال یہ ہے کہ تجدید نکاح میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے، یا میاں بیوی خود بھی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! تجدید نکاح میں بھی گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ نامی رسالہ میں ہے: ”تجدیدِ نِکاح کے لیے لوگوں کو اِکٹھا کرنا ضَروری نہیں۔ نِکاح نام ہے اِیجاب و قبول کا۔ ہاں بوقتِ نِکاح بطورِ گواہ کم از کم دو مسلمان مَرد یا ایک مسلمان مَرد اور دو مسلمان عورَتوں کا حاضِر ہونا لازِمی ہے۔ خطبۂ نِکاح شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خُطبہ یاد نہ ہو تو خطبے کی نیت سے اَعُوْذُ بِاللہ اور بِسْمِ اللہ شریف کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔“ (تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ، ص 06، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

قمر در عقرب کی تاریخوں میں نکاح کرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1050

تاریخ اجراء: 29 محرم الحرام 1445ھ /19 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

تاریخِ "قمر در عقرب "میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قمر در عقرب کی تاریخوں میں نکاح کرنا بالکل جائز ہے، بعض لوگ ان تاریخوں میں نکاح کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں اس قسم کے اعتقادات سراسر شریعت کے خلاف ہیں اور گناہ کی باتیں ہیں، اس طرح کے اعتقادات اگر کسی کے ہیں، تو اسے اس سے توبہ کرنی چاہیئے، اسلام میں ہرگز ہرگز کوئی مہینہ، کوئی تاریخ، کوئی دن منحوس نہیں کہ ہر مہینہ، تاریخ اور دن اللہ پاک کا پیدا کیا ہوا ہے اور اللہ پاک نے ان میں سے کسی کو منحوس نہیں بنایا ہے۔ اس طرح کے تمام اعتقادات مشرکوں، نجومیوں اور بدمذہبوں کے من گھڑت عقیدوں کی پیداوار ہیں جو جاہلوں میں چل پڑے ہیں، ان رسموں کو ختم کرنا اور ان سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔

شیخ الحدیث، حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کچھ جاہل مرد اور عورتیں قمر و عقرب میں شادی بیاہ کرنے کو منحوس اور نامبارک مانتے ہیں، اسی طرح بدھ کے دن کو منحوس سمجھ کر کچھ لوگ اس دن سفر نہیں کرتے۔۔۔ کان کھول کر سن لو اور یاد رکھو کہ اس قسم کے اعتقادات سراسر شریعت کے خلاف ہیں اور گناہ کی باتیں ہیں، اس لئے ان اعتقادوں سے توبہ کرنا چاہے اسلام میں ہرگز ہرگز نہ کوئی مہینہ منحوس ہے نہ کوئی تاریخ نہ کوئی دن ، ہر مہینہ ہر تاریخ ہر دن اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو نہ منحوس بنایا ہے نہ نامبارک۔ یہ سب اعتقاد مشرکوں، نجومیوں اور رافضیوں کے من گھڑت عقیدوں کی پیداوار ہیں جو جاہل عورتوں میں چل پڑے ہیں۔ ان رسموں کو مٹانا بہت ضروری ہے اس لئے عزیز بہنو! تم خود بھی ان اعتقادوں سے بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس جہاد کا تم کو بہت بڑا ثواب دے گا۔" (جنتی زیور، صفحہ 155، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

رضاعی بھانجے سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا احمد سلیم عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2343

تاریخ اجراء: 20 جمادی الثانی 1445ھ / 03 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر ماموں کی لڑکی نے نانی کا دودھ پیا ہو تو کیا اس سے نکاح کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

ماموں کی لڑکی کے نانی کا دودھ پینے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے۔

اور شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی لڑکی نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو دادی اس کی رضاعی والدہ بن گئی اور دادی کی بیٹیاں (جو اس لڑکی کی پھوپھیاں ہیں، وہ) اس لڑکی کی رضاعی بہنیں بن گئیں اور رضاعی بہنوں کی اولاد اس لڑکی کے رضاعی بھانجے بھانجیاں بن گئے، اور رضاعی بھانجے سے نکاح نہیں ہو سکتا، لہذا پوچھی گئی صورت میں آپ کے ماموں کی جس لڑکی نے آپ کی نانی کا دودھ پیا ہے، اس سے آپ کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہو گئے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کے لیے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 491، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کی وفات کے بعد دیور سے شادی کرنا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے چار بچے ہیں اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور انتقال کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، تو کیا اس صورت میں اس عورت کا نکاح شوہر کے چھوٹے بھائی یعنی اپنے دیور سے ہو سکتا ہے، جبکہ اس عورت کی سب سے بڑی لڑکی اور اُس کے دیور کی عمر میں فقط چار سال کا ہی فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اس عورت کا اپنے دیور سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو، کیونکہ قرآن عظیم میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور بھابھی ان محرمات میں سے نہیں۔ نیز دیور کا اپنی بھابھی سے عمر میں کافی چھوٹا ہونا بھی کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ، 290/11-فتاوی فیض الرسول، 578/1)

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

شادی کے بعد ایک بار بھی ہمبستری نہ کی جائے تو حکم

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1195

تاریخ اجراء: 22 جمادی الاول 1445ھ /07 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میاں بیوی شادی کے بعد ایک دفعہ بھی ہمبستری نہ کریں تو کیا حکم ہے اور کب تک کا وقت شریعت میں ہے؟ چار مہینے تک نہ کریں تو کیا حکم ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایک مرتبہ جماع کرنا قضاءً واجب ہے اور اس کے علاوہ بھی مرد کے لئے حکم ہے کہ وہ عورت کے حقوق ادا کرے اسے پریشان نظری سے بچائے اور گاہے بگاہے اس سے جماع کرتا رہے تاکہ اس کی نظر کسی اور کی طرف نہ اٹھے۔ بلا عذر بیوی کی اجازت کے بغیر چار ماہ سے زائد اس سے دور رہنا، جائز نہیں۔ ہاں اگر بیوی بھی راضی ہو اور دونوں میں سے کسی کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو چار ماہ سے زائد عرصہ ہمبستری نہ کرنے میں بھی حرج نہیں۔

امام اہل سنت، اعلی حضرت، شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب، جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترکِ جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 13، صفحہ 446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ جماع قضاءً واجب ہے اور دیانۃً یہ حکم ہے کہ گاہے گاہے کرتا رہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، مگر اتنا تو ہو کہ عورت کی نظر اوروں کی طرف نہ اُٹھے۔" (بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 95، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سوتیلی خالہ سے شادی کرنا کیسا ہے؟

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2328

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ / 02 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دور کی خالہ سے شادی کرنا کیسا؟ جیسا کہ نانا کی دو بیویاں ہیں، تو دوسری بیوی سے نانا کی جو بیٹی ہے، اس سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ یعنی باپ ایک ہے، لیکن ماں الگ الگ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

خالہ سگی ہو یا سوتیلی، اس سے نکاح کرنا حرام قطعی ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں حقیقی ماں کی سوتیلی (باپ شریک) بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ﴾ ترجمہ کنز العرفان: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 23)

در مختار میں ہے: ”الاشقاء و غیرھن “یعنی سگی ہوں یا ان کے علاوہ (حرام ہیں)۔ (در مختار، کتاب النکاح، باب فی المحرمات، جلد 3، صفحہ 30، مطبوعہ بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: ”سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن“۔ (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 340، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَ اللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا مخصوص ایام میں لڑکی کا نکاح ہو جائے گا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13137

تاریخ اجراء: 10 جمادی الاولیٰ 1445ھ / 25 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لڑکی کے مخصوص ایام چل رہے ہوں، تو کیا اس کا نکاح ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس لڑکی کے مخصوص ایام چل رہے ہوں، اس کا عقدِ نکاح جائز ہے، البتہ اس حالت میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا، جائز نہیں کہ حیض و نفاس میں شوہر کے لئے عورت کے ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو اپنے کسی بھی عضو سے بلاحائل چھونا، چاہے شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے ہو، بہر صورت ناجائز و گناہ ہے۔ ہاں! ناف سے گھٹنے تک کے حصے کو ایسے کسی حائل سے چھونا، جائز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو، یونہی ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے میں حرج نہیں۔

حیض و نفاس میں نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی ہے: "أما نحو **الحیض** والنفاس والإحرام والظهار قبل التکفیر فهو مانع من حل الوطء **لا من محلیة العقد** فافهم" یعنی حیض و نفاس، احرام اور کفارہ دینے سے قبل ظہار، یہ سب باتیں وطی حلال ہونے سے تو مانع ہیں لیکن عقدِ نکاح کے محل ہونے سے مانع نہیں تو اچھی طرح سمجھ لو۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 03، ص 4، مطبوعہ بیروت)

حیض و نفاس میں جماع حرام ہونے سے متعلق بدائع الصنائع ہے: "یحرم القربان فی حالتی الحیض والنفاس" یعنی حیض و نفاس کی حالت میں جماع حرام ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 44، دار الکتب العلمیہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی سمدھن یعنی بیٹے یا بیٹی کی ساس سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا محمد نوید چشتی عطاری

فتوی نمبر: WAT-2296

تاریخ اجراء: 09 جمادی الثانی 1445ھ / 23 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا زید اپنی سمدھن یعنی بیٹے یا بیٹی کی ساس سے نکاح کر سکتا ہے؟ جبکہ سمدھن کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اور زید کی بیوی بھی فوت ہو گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

زید اپنی سمدھن سے نکاح کر سکتا ہے، جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔

فتاوی شامی میں ہے: "قال الخیر الرملي: ولا تحرم أم زوجة الابن "ترجمہ: علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیٹے کی بیوی کی ماں سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ (ملتقطا از رد المحتار، کتاب النکاح، فروع: طلق امراتہ، جلد 3، صفحہ 31، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا نکاح کرنا باعثِ برکت ہے؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1149

تاریخ اجراء: 24ربیع الثانی1445ھ /09نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا نکاح کرنا باعثِ برکت ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! نکاح کرنا باعث برکت ہے اور نکاح کرنے کی وجہ سے رزق میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ-اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ “ترجمہ کنز الایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اُنہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (پارہ18، سورۃ النور، آیت32)

حدیث پاک کی مشہور کتاب کنز العمال میں ہے: ”عن أبي بكر الصديق قال: أطيعوا الله فيما أمركم به من النكاح ينجز لكم ما وعدكم من الغنى قال تعالى: {إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ} “یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: اللہ (عزوجل) نے جو تمہیں نکاح کا حکم فرمایا، تم اُس کی اطاعت کرو اُس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ (عزوجل) اُنہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ (کنز العمال، جلد8، صفحہ203، حدیث45576، مطبوعہ: بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا جب بھی مباشرت کی جائے تو ہر بار حق مہر دینا ہوگا؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1145

تاریخ اجراء: 16ربیع الثانی1445ھ /01نومبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا حق مہر زندگی میں صرف ایک ہی بار دینا ہوتا ہے؟ یا ہر دفعہ مباشرت پر دینا ہوتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایک عورت سے نکاح ہونے پر ایک ہی بار حق مہر کی ادائیگی کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے، بیوی سے کی جانے والی ہر مباشرت پر الگ الگ مہر دینا لازم نہیں۔ البتہ طلاق دے دی پھر شرعی طریقہ کار کے مطابق نیا نکاح کیا تو الگ سے مہر دینا لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کفر بک دیا جس کی وجہ سے تجدید نکاح لازم ہوا تو اب تجدید نکاح کی صورت میں الگ مہر دینا ہوگا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چوتھی بیوی کو طلاق دینے کے بعد مزید نکاح کرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1372

تاریخ اجراء: 04 رجب المرجب 1445ھ /16 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مرد کو ایک وقت میں چار نکاح کرنے کی اجازت ہے، تو اگر کسی مرد نے چار نکاح کیے، پھر ایک بیوی کو طلاق دے دی، اب اس کے نکاح میں تین عورتیں ہوں گی، تو کیا وہ اب مزید ایک نکاح اور کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جب تک طلاق یافتہ کی عدت نہ گزر جائے اس وقت تک مزید نکاح نہیں کر سکتا۔

ہدایہ میں ہے: ”فإن طلق الحرّ إحدى الأربع طلاقا بائنا لم يجز له أن يتزوج رابعة حتى تنقضي عدتها“ یعنی اگر چار آزاد عورتوں میں سے کسی کو طلاق دی تو اس کی عدت مکمل ہونے سے قبل چوتھی (جو کہ اس کے علاوہ چوتھی شمار ہو گی) سے نکاح کرنا اسے جائز نہیں۔ (ہدایہ، جلد 1، صفحہ 189، مطبوعہ بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مہر کی رقم کی شرعی حیثیت اور لڑکی کا اپنی مرضی سے رقم رکھوانا

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2522

تاریخ اجراء: 22 شعبان المعظم 1445ھ / 04 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میر اسوال یہ ہے کہ مہر کی رقم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا لڑکی اپنی مرضی سے رقم لکھوا سکتی ہے اور رقم کی جگہ کوئی اور چیز لکھوا سکتی ہے یا رقم ہی لکھوانا ضروری ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نکاح میں عورت کو مہر دینا واجب و ضروری ہے، چاہے معجل (فوراً) ہو یا مؤجل (بعد میں) ہو۔ اور لڑکی اپنی مرضی سے بھی مہر کی رقم لکھوا سکتی ہے، یعنی جو باہمی رضامندی سے طے پا جائے۔

نیز صرف رقم لکھوانا ہی ضروری نہیں بلکہ رقم کے علاوہ ہر ایسی چیز جس کو شرعا مہر بنانا درست ہو، وہ بھی لکھوا سکتے ہیں۔

بحر الرائق میں ہے "المھر واجب شرعا" ترجمہ: (نکاح میں) مہر دینا شرعاً واجب ہے۔ (بحر الرائق، کتاب النکاح، ج 3، ص 152، دار الکتاب الإسلامي)

در مختار میں ہے "(أقله عشرة دراهم۔۔۔ مضروبة كانت أولا) ولو دينا أو عرضا قيمته عشرة وقت العقد" ترجمہ: مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے چاہے وہ سِکوں کی صورت میں ہو یا نہ ہو، اگرچہ دین ہو یا سامان ہو جس کی قیمت عقد کے دن دس درہم ہو۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، ج 3، ص 102، 101، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: "مہر کم سے کم دس ۱۰ درم (دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.618 گرام) چاندی یا اُس کی قیمت) ہے اس سے کم نہیں ہو سکتا۔۔۔ خواہ سکّہ ہو یا ویسی ہی چاندی یا اُس قیمت کا کوئی سامان۔" (بہار شریعت، ج 02، حصہ 07، ص 64، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دلہا دلہن کے والد اور بھائی کا نکاح کے اندر گواہ بننا

مجیب: مولانا محمد علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2508

تاریخ اجراء: 17 شعبان المعظم 1445ھ / 28 فروری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دلہا دلہن کے والد نکاح کے اندر گواہ بن سکتے ہیں اور کیا بھائی بھی گواہ بن سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کے گواہوں کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ دو عاقل بالغ مرد ہوں یا ایک عاقل بالغ مرد اور دو عاقلہ بالغہ عورتیں ہوں۔ گواہ بننے کے لئے گواہوں کا غیر محرم ہونا ضروری نہیں، لہذا دلہا دلہن کے والد اور بھائی بھی (دیگر شرائط کی موجودگی میں) نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "وینعقد بحضور من لا تقبل شهادته له أصلا كما إذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه منها" ترجمہ: ان گواہوں کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا جن کی گواہی اس کے حق میں اصلاً قبول نہیں مثلاً کسی نے عورت سے شادی کی اپنے اس بیٹے کو گواہ بنا کر جو اس عورت کا بھی بیٹا ہے تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(فتاوی هندية، کتاب النکاح، ج 1، ص 267، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیاشادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا لازم ہے؟

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1285

تاریخ اجراء: 18 رجب المرجب 1445ھ / 30 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا شادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا لازمی ہے؟ تھکاوٹ کی وجہ سے اگر ہمبستری نہ کی جائے تو اگلے دن ولیمہ ہو جائے گا؟ میری رہنمائی فرمادیں۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شرعی طور پر شادی کی پہلی رات ہمبستری کرنا، ضروری نہیں ہے، البتہ ولیمہ ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے ہمبستری ہو چکی ہو، اس لئے اگر پہلی رات میں یہ عمل نہ ہوا تو جس رات میں یہ عمل ہوا، اس سے اگلے دو دن تک ولیمہ کی نیت سے مختصر سی دعوت اپنے گھر والوں کی اگر کی جائے تو بھی ولیمہ ادا ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شبِ زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبل زفاف (ہمبستری سے پہلے)۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

بیوی کا شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1257

تاریخ اجراء: 05جمادی الثانی1445ھ/19دسمبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیوی کا شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بیوی شوہر سے الگ گھر کا کب مطالبہ کر سکتی ہے؟اور کب نہیں؟اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہے یعنی اپنی سَوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اُس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور بند کر سکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اُس کو اختیار نہیں بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ رہا یہ امر کہ پاخانہ غسل خانہ، باورچی خانہ بھی علیحدہ ہونا چاہیے، اس میں تفصیل ہے اگر شوہر مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضروریات ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے، اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔" (بہارشریعت، جلد2، صفحہ271، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بچوں میں وقفے کیلئے آپریشن کروا کر بچہ دانی نکلوانا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1245

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاول 1445ھ / 14 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

منصوبہ بندی کا آپریشن کروانا کیسا؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بچوں میں وقفے کیلئے آپریشن کروا کر بچہ دانی ہی نکلوا دینا یا شوہر کے علاوہ کسی اور کے ذریعے رحم کا منہ بند کروانا، اگرچہ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے ہو، ناجائز و حرام اور گناہ کا کام ہے، کیونکہ بچہ دانی نکلوا دینا مثلہ (اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے) کی صورت ہے اور مثلہ حرام و گناہ ہے، جبکہ رحم کا منہ بند کروانے میں غیر کے سامنے ستر غلیظ کا بغیر شرعی ضرورت کے کھولنا ہے، جو کہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر میاں بیوی عارضی طور پر بچوں کی پیدائش سے رکنا چاہیں، تو اس کے لئے کسی جائز طریقے سے رکنا جائز ہے جیسے کہ کنڈوم کا استعمال کرنا، کیونکہ یہ عزل کے حکم میں ہے اور عزل (باہر انزال) کرنا شرعاً جائز ہے، نیز انجکشن لگوانا، یا ٹیبلٹس استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ (ہاں! جو طریقہ طبی اعتبار سے نقصان دہ ہو تو اس سے بچا جائے)، نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تنگدستی کے خوف سے ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ توکل کے خلاف ہے، کیونکہ ہر جاندار کو رزق دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جب بچہ پیدا ہو گا تو اس کا رزق بھی وہ پیدا فرما دے گا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ہاشمی قریشی خاندان میں سیدہ کا نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1214

تاریخ اجراء: 21 جمادی الثانی 1445ھ /04 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا ہاشمی قریشی خاندان میں سیدہ کی شادی کی جاسکتی ہے؟ اور ہاشمی قریشی کون ہوتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو مرد غیر سید ہو، لیکن اس کا نسب قبیلۂ قریش سے ہو خواہ وہ ہاشمی ہو یا نہ ہو اس سے سیدہ کا نکاح ہو سکتا ہے کہ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ باہم ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ ہاشمی خاندان قبیلۂ قریش کی ایک شاخ ہے جس کی نسبت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی طرف ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پر دادا ہیں، تو جو ہاشمی ہو گا وہ قرشی ضرور ہو گا اور بنو ہاشم قریش میں افضل ہیں کہ ان ہی میں آفتابِ نبوت و ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چمکے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سیّدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدّیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اُموی۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 716، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔" (بہارِ شریعت، جلد 2، صفحہ 53، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مراۃ المناجیح میں ہے: "ان (یعنی حضرت ہاشم) کی اولاد کو بنی ہاشم کہتے ہیں یہ حضرات سارے قریش میں افضل ہیں، بنی ہاشم ہی میں وہ آفتابِ نبوت، ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چمکے۔" (مراۃ المناجیح، جلد 8، صفحہ 4، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

فتنوں میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کی بنا پر اولاد نہ کرنا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1231

تاریخ اجراء: 17 جمادی الاول 1445ھ / 02 دسمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میں اولاد نہیں چاہتا ہوں، اس وجہ سے کہ یہ قرب قیامت کا دور ہے اور فتنے بہت ہیں ساتھ ہی گناہوں سے بچنا بے انتہا مشکل ہو گیا ہے میں اپنی اولاد کو ان نازک حالات میں گناہوں سے ہلاک ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ ارشاد فرمادیجئے کہ میرا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اولاد نہ ہونے کے لئے بیوی کا آپریشن کروانے کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فتنہ اور گناہوں کے انبار ہر دور میں رہے ہیں اگر اس وجہ سے اولاد کرنا چھوڑ دی جاتی تو شاید آج اسلام نہ رہتا، اس سے اسلام میں جو شادی کا ایک عظیم مقصد ہے یعنی تکثیر مسلمین (مسلمانوں کی کثرت کرنا) وہ فوت ہو جائے گا لہٰذا اولاد کی نعمت سے محروم نہ ہوا جائے جو کہ والدین کا سہارا ہوتی ہے خاص طور پر بڑھاپے میں، آپ اپنی قدرت کے مطابق ان کی اچھی تربیت کریں، انہیں جامعۃ المدینہ سے عالم دین بنائیں، تاکہ وہ خود تو فتنوں سے بچیں ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی بچائیں، اس نیت سے اولاد حاصل کرنا کارِ ثواب اور ایسی اولاد باعث نجات ہے۔

نیز بچوں میں وقفے کے لیے آپریشن کروا کر بچہ دانی ہی نکلوا دینا یا شوہر کے علاوہ کسی اور کے ذریعے رحم کا منہ بند کروانا، اگرچہ وہ لیڈی ڈاکٹر ہی ہو، حرام و گناہ ہے، کیونکہ بچہ دانی نکلوا دینا مثلہ (اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے) کی صورت ہے اور مثلہ حرام و گناہ ہے۔ اور رحم کا منہ بند کروانے میں غیر کے سامنے ستر غلیظ کا بغیر شرعی ضرورت کے کھولنا ہے، جو کہ جائز نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

طلاق یا خلع لئے بغیر عورت کا کسی اور سے نکاح کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1208

تاریخ اجراء: 19 جمادی الثانی 1445ھ / 02 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ایک عورت کا نکاح ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، لیکن ان دونوں کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنے میکے آگئی، چار سال بعد اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا جبکہ پہلے شوہر سے ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، کیا یہ دوسرا نکاح ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شوہر طلاق یا خلع نہ دے بیوی اس کے نکاح میں ہی رہے گی اور جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کہیں اور نکاح کرنا حرام وسخت گناہ ہے، ایسا ہرگز نکاح نہیں ہوگا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" یعنی کسی مرد کے لئے دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ280، مطبوعہ: پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ33، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

منگنی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

مجیب: ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

فتوی نمبر: WAT-2742

تاریخ اجراء: 14 ذیقعدۃ الحرام 1445ھ / 23 مئی 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

منگنی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

منگنی کی حیثیت صرف وعدہ کی ہے، یعنی اس کے ذریعے دو خاندان آپس میں وعدہ کرتے ہیں کہ اب ہم اس جوڑے کا نکاح آپس میں کریں گے، محض منگنی سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتے، وہ اب بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہی ہوتے ہیں جب تک نکاح نہیں ہو جاتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے "نکاح عقد ہے اور منگنی وعد عقد و وعد کا تباین بدیہی، تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط، ابھی کلمات علماء سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا۔ (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 184، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں، اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والدِ دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 252، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی، فان ھذا عقد و ذاک وعد و قد یفعل الوعد لینتظر الخاطب ثم ینظر و یتأتی فیہ فان وافق اجیب و الا منع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد و ھذا ظاھر جدا (کیونکہ نکاح عقد ہے اور منگنی صرف وعدہ ہے جبکہ وعدہ کبھی اس لئے کر لیا جاتا ہے تاکہ منگنی کرنے والے کا جائزہ لیا جائے اور غور کیا جائے اور تاخیر کی جاتی ہے تاکہ وہ موافق ہو تو منگنی قبول کی جائے ورنہ انکار کیا جائے لہذا وعدہ پر رضا کو عقد نکاح پر رضامندی نہیں قرار دیا جا سکتا، یہ معاملہ ظاہر ہے۔) (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 623، 624، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا بیوی کو اپنے گھر والوں کے ساتھ رکھنا ضروری ہے؟

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1564

تاریخ اجراء: 08 رمضان المبارک 1445ھ / 19 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا شوہر پر بیوی کو اپنے گھر والوں کے ساتھ رکھنا ضروری ہے، جبکہ لڑائی جھگڑا رہتا ہو، ایک دوسرے کے لیے اذیت کا باعث ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شوہر پر اپنی بیوی کو ایسی رہائش دینا عورت کا بنیادی حق ہے جہاں وہ عافیت و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکے اور زوجین وہاں ایک دوسرے کا حق ادا کر سکتے ہوں اگرچہ شوہر مشترکہ گھر میں علیحدہ کمرہ دے یا میاں بیوی اپنی الگ رہائش رکھیں۔ اگر اپنے گھر والوں کے ساتھ مشترکہ گھر میں الگ کمرہ دے دیا، تو عورت جدا گھر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر شوہر کے گھر والے عورت کو تکلیف پہنچاتے ہوں اور کسی طرح سمجھوتہ نہ ہو سکے تو شوہر الگ رہائش دے۔

بہار شریعت میں ہے: ”عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہے یعنی اپنی سَوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اُس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور بند کر سکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اُس کو اختیار نہیں بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ رہا یہ امر کہ پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ بھی علیحدہ ہونا چاہیے، اس میں تفصیل ہے اگر شوہر مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضروریات ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے، اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔“ (بہار شریعت، جلد2، صفحہ 271-272، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ماہِ ذوالحجہ کی پہلی دس تاریخوں میں نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2692

تاریخ اجراء: 24 شوال المکرم 1445ھ / 03 مئی 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ذوالحجہ کے مہینے میں 1 سے 10 تاریخ کے درمیان کیا شادی / نکاح کیا جاسکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شرعی اعتبار سے نکاح کسی بھی مہینے یا کسی بھی تاریخ میں منع نہیں ہے، لہذا ذوالحجہ کے مہینے میں 1 سے 10 کے درمیان نکاح کرسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا کہ "ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں؟

تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 265، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا جہیز میں لڑکی کو تانبہ، پیتل دینا سنت ہے؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1537

تاریخ اجراء: 26 شعبان المعظم 1445ھ / 08 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

(1) کیا جہیز میں لڑکی کو تانبہ، پیتل دینا سنت ہے؟

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں کیا سامان دیا تھا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) جہیز میں تانبے، پیتل کے برتن دینا سنت نہیں ہے، البتہ جائز ہے دے سکتے ہیں۔

(2) شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے شہزادی اسلام حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا اس کی فہرست یہ ہے: ایک کملی (چھوٹی سی کمبل)، بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل (پانی رکھنے کا مٹی کا برتن)، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے۔

(ماخوذ از سیرت مصطفیٰ، صفحہ 248، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کا غلطی سے شوہر کو بھائی یا بیٹا کہہ دینا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1507

تاریخ اجراء: 26 شعبان المعظم 1445ھ /08 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بیوی نے غلطی سے شوہر کو بیٹا یا بھائی بول دیا ہو، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

شوہر کو بیٹا یا بھائی کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹا اور نہ ہی عورت کی طرف سے ظہار وغیرہ ہوتا ہے، البتہ شوہر کو بیٹا یا بھائی کہنا حقیقت میں جھوٹ ہے۔

مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا: "ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو میری ماں ہے" آیا شخص مذکور کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟" تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "یہ حقیقتاً جھوٹ ہے۔ ان سے طلاق نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں حسب سابق میاں بیوی ہیں۔" (وقار الفتاوی، جلد:3، صفحہ:2517، مطبوعہ بزم وقار الدین)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا زنا کرنے سے نکاح ٹوٹ جائے گا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12384

تاریخ اجراء: 02 صفر المظفر 1444ھ / 30 اگست 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر دیور اپنی بھابی کے ساتھ زنا کر لے، تو کیا اس صورت میں بھابھی اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی؟؟ رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دیور، جیٹھ وغیرہ غیر مَحارِم رشتہ داروں سے بھی عورت کا پردہ کرنا لازم ہے بلکہ پردے کے معاملے میں تو ان سے زیادہ احتیاط ہونی چاہئے کہ جان پہچان اور رشتہ داری کی وجہ سے ان کے درمیان جھجک کم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ایک بِالکل ناواقف اجنبی کے مقابلے میں فتنوں کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے پردے کی سخت تاکید بیان ہوئی، یہاں تک کہ حدیثِ مبارک میں دیور کو موت قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان معاملات میں غفلت برتی جائے تو آخرت کی بربادی کے ساتھ دنیا میں بھی اس کا بھیانک نتیجہ سامنے آجاتا ہے اور نوبت معاذ اللہ زنا تک پہنچ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ زنا کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے، اس برے فعل سے بچنا ہر مسلمان پر شرعاً لازم و ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں دیور اور بھابھی دونوں پر لازم ہے کہ صدقِ دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں نیز شرعی احکام کے مطابق پردے کو یقینی بنائیں۔ **البتہ دیور کے زنا کرنے کے سبب عورت کا اپنے شوہر سے نکاح نہیں ٹوٹے گا، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہے گی۔**

زنا کی مذمت پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (۳۲)“ ترجمہ کنز الایمان: ”اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔“ (القرآن الکریم: پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 32)

صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رایتُ اللیلة رجلین اتیانی فاخذا بیدي فاخرجانی الی الارض المقدسة۔۔۔ فانطلقنا الی ثقبٍ مثل التنّور اعلاہ ضیق واسفله واسعٌ یتوقّد تحته نارٌ فاذا اقترب ارتفعوا حتی کادوا ان یخرجوا فاذا خمدت رجعوا فیها وفیها رجال ونساء عراةٌ فقلتُ: من هذا؟ قالا:۔۔۔ والذی رایتَه فی الثقب فهم الزناة" یعنی میں نے رات کے وقت دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سر زمین کی طرف لے گئے (اس حدیث میں چند مشاہدات بیان فرمائے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے کشادہ، اُس میں آگ جل رہی ہے اور اُس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں، جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں حتی کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوتے ہیں تو وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا، جو لوگ آپ نے کنویں میں دیکھے تھے وہ یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، ج 01، ص 465، دار ابن کثیر، بیروت، ملتقطاً)

صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں دیور سے پردے کی تاکید کچھ یوں مذکور ہے: "والنظم للاول "عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال "إیاکم والدخول علی النساء" فقال رجل من الأنصار یا رسول الله أفرأیت الحمو؟ قال "الحمو الموت"۔ "یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے متعلق ارشاد فرمایئے تو فرمایا: دیور تو موت ہے۔
(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل۔۔۔ الخ، ج 05، ص 2005، دار ابن کثیر، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے: "**یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔** یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ۔ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ **دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتًا بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کس قدر فتنہ کا**

باعث ہے۔ اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔" (مرآۃ المناجیح، ج 05، ص 14، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی، اور اِن سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحموا الموت، رواہ الحمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ **جیٹھ دیور تو موت ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی فقیہِ ملت میں سوال ہوا "زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی، آٹھ ماہ بعد حمل قرار پایا جب حمل چار ماہ کا ہوا تو زید پندرہ دن کے لیے کہیں باہر چلا گیا۔ واپسی پر **ہندہ نے زید سے بتایا کہ آپ کے بھائی نے زبردستی میرے ساتھ برائی کی۔ سوال یہ ہے کہ کیا زید کا نکاح ہندہ سے ٹوٹ گیا؟**" اس کے جواب میں ہے: "**اگر واقعی زید کے بھائی نے اس کی منکوحہ ہندہ کے ساتھ برائی کی ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا توبہ واستغفار کرے۔ لیکن اس کے زنا کرنے سے زید کا نکاح نہیں ٹوٹا۔**" (فتاوی فقیہ ملت، ج 01، ص 401-400، شبیر برادرز لاہور، ملخصاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نانی کا دودھ پینے والے خالہ زاد لڑکا لڑکی کا آپس میں نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1025

تاریخ اجراء: 04 ربیع الاول 1445ھ / 21 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

دو خالہ زاد کزن لڑکا لڑکی دونوں کو بچپن میں مدتِ رضاعت کے اندر نانی نے ایک بار اپنا دودھ پلا دیا، تو اب وہ شادی کرنا چاہتے ہیں کیا اب ان دونوں کی شادی ہو سکتی ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں بھی ہے کہ ایک بار چوسنے یا دو بار چوسنے سے یا پستان کو ایک یا دو بار منہ میں داخل کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو کیا اب دونوں خالہ زاد کزنز کی شادی ہو سکتی ہے جواب ارشاد فرمادیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو چکی ہے، ان دونوں نے جب نانی کا دودھ پیا تو یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں ان کا آپس میں نکاح کرنا حرام ہے، بلکہ نانی کا دودھ پینے کی وجہ سے دیگر خالہ، ماموں کے بچوں سے بھی حرمت ثابت ہو چکی ہے، یہ مسئلہ ذہن نشین فرمالیں کہ حرمت رضاعت ثابت ہونے کے لیے ایک بار دودھ پلانا بھی کافی ہے اگرچہ وہ صرف ایک چسکی ہو، اس میں پانچ یا اس سے کم و بیش بار پینے یا پیٹ بھرنے وغیرہ کی قید لگانا درست نہیں۔ اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ قرآن پاک میں رضاعت کو مطلق حرمت کا سبب قرار دیا ہے، اگر کوئی قید ہوتی تو قرآن پاک میں یہ مسئلہ اسی قید کے ساتھ بیان کیا جاتا۔

2۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ایک عورت کہتی ہے، میں نے تمہیں اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے چسکیوں کی کوئی تفصیل معلوم کیے بغیر جدا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا، اگر واقعی کسی مخصوص مقدار سے رضاعت ثابت ہوتی، تو نبی

کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ معلوم کرواتے کہ کتنی بار دودھ پلایا ہے؟اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی قلیل وکثیر سب کا ایک ہی حکم دیا ہے۔

3۔ متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی عدد کو ذکر کیے بغیر مطلق رضاعت کو حرمت کا سبب قرار دیا ہے، اس لیے ایک بار تھوڑا سا دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ حرمت رضاعت ثابت ہونے کے لیے چند بار پلانا ضروری ہوتا یا پیٹ بھر کر پلانا ضروری ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرماتے مگر کسی بھی مقام پر مخصوص عدد کو ذکر نہ کرنا، اس بات پر دلیل ہے کہ ایک بار تھوڑا سا دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

بعض روایات ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دودھ پلانے کی حرمت پر چسکیوں کی ایک مخصوص تعداد ہونی چاہیے ان روایات پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجوہات بیان ہوں گی لیکن اس سے پہلے اس طرح کی چند روایات ملاحظہ ہوں۔

دس چسکیوں کے متعلق روایت: "لا تحرم دون عشر رضعات فصاعدا" یعنی دس یا زائد چسکیوں سے ہی حرمت ثابت ہوگی۔ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الرضاع، جلد7، صفحہ755، دار الکتب العلمیۃ)

سات چسکیوں کے متعلق روایت یہ ہے: "لا یحرم منہا دون سبع رضعات" یعنی سات چسکیوں سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (مصنف عبد الرزاق، باب القلیل من الرضاع، جلد87، صفحہ466، المجلس العلمی)

تین اور پانچ چسکیوں کی روایت بھی ہے: "لا تحرم المصۃ ولا المصتان ولا الاملاجۃ ولا الاملاجتان" یعنی ایک دو چسکیوں اور ایک دو بار دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (مسند بزار، مسند طلحہ بن عبید اللہ، جلد3، صفحہ182، مکتبۃ العلوم والحکم)

پانچ چسکیوں کے متعلق روایت: "کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات" یعنی قرآن پاک میں دس معلوم چسکیوں کا حکم نازل ہوا تھا پھر اسے پانچ معلوم چسکیوں سے منسوخ کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، جلد2، صفحہ1075، دار احیاء التراث العربی)

ان روایات کے ہمارے علمائے کرام نے چند جوابات دیئے ہیں:

(1) یہ روایات نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہیں، اس لیے قابل عمل نہیں۔

(2) عموم قرآن کے خلاف ہونے کی بنا پر ان روایات پر عمل کرنا، جائز نہیں۔

(3) احادیث میں مختلف عدد بیان کیے گئے ہیں، جب ان میں اختلاف واقع ہوا تو مطلق حکم قرآنی کی طرف رجوع کرنا لازم ہے تاکہ ایک یقینی حکم پر عمل کیا جاسکے۔

(4) جو روایات اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں وہ روایات منسوخ ہیں اور منسوخ پر عمل کرنا، جائز نہیں۔

مطلقاً رضاعت سے حرمت ثابت ہونے کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَ اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیۡۤ اَرۡضَعۡنَکُمۡ وَ اَخَوٰتُکُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ "ترجمہ کنز الایمان: (تم پر حرام ہوئیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں۔ (پارہ 4، سورۃالنساء، آیت 23)

بغیر کسی عدد کی قید کے حرمت رضاعت ثابت ہونے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب "ترجمہ: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتے کی وجہ) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، کتاب الشہادات، باب الشہادۃ علی الخ، جلد1، صفحہ360، مطبوعہ کراچی)

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ روایت کرتے ہیں: "عن عقبۃ بن الحارث انہ تزوج ابنۃ لابی اھاب بن عزیز فاتتہ امراۃ فقالت انی قد ارضعت عقبۃ والتی تزوج بھا، فقال لھا عقبۃ ما اعلم انک ارضعتنی ولا اخبرتنی فرکب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالمدینۃ فسالہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیف وقد قیل ففارقھا عقبۃ ونکحت زوجا غیرہ "یعنی حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک عورت نے آکر کہا، میں نے عقبہ کو اور جس سے عقبہ نے شادی کی ہے، ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، تو حضرت عقبہ نے فرمایا، مجھے نہیں پتہ کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے (اس سے پہلے کبھی) دودھ پلانے کی خبر دی ہے، پھر آپ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آئے اور سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "(تو اس کے ساتھ) کیسے (رہ سکتا ہے)؟ جبکہ کہا گیا ہے (کہ تم دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے)" تو حضرت عقبہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ، جلد1، صفحہ19، مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا روایت کو کئی اسناد اور الفاظ سے نقل کرنے کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کان فی ھذا الحدیث ترک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کشف عدد الرضاع

الذی ذکرت تلک السوداء انها ارضعت عقبة والمراۃ التی تزوجھا وفی ذلک ماقد دل علی استواء قلیلہ وکثیرہ فی الحرمة لانہ لو کان من شریعتہ ان لا تحرم الرضعة والرضعتان الی العدد المذکور فی ذلک الحدیث الذی روینا لا ستحال ان یکون رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یامر الذی سالہ بفراق من قد ارضعتہ والمراۃ التی قد تزوجھا المراۃ التی ذکرت لہ انھا ارضعتھما رضاعا لا یمنع من تزویجہ ایاھا ولکن یقف عقبة فیقول لہ سلھا عن عدد الرضاع الذی ارضعتکما، کم ھو؟ لیقف بذلک علی انہ من الرضاع الذی یحرم علیہ ان یتزوجھا اذا کان فی الحقیقة کذلک والتورع عن ذلک اذا کان الشک فیھا وانہ من الرضاع الذی لا یحرم علیہ تزویجھا فیخلیہ وذلک التزویج، وفی ترکہ کذلک ماقد دل علی انہ لا فرق کان عندہ بین قلیل الرضاع وبین کثیرہ فی الحرمة" یعنی اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سیاہ رنگ والی عورت سے حضرت عقبہ اور ان کی بیوی کو دودھ پلانے کی تعداد کا سوال نہ فرمانا اس پر دلیل ہے کہ حرمت میں قلیل اور کثیر برابر ہیں کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شریعت میں ایک دو یا روایت کردہ احادیث سے ثابت عدد مذکور تک چسکیاں حرمت ثابت نہیں کرتی تو محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سوال کرنے والے کو جس نے خود اور اس کی بیوی نے ایسا دودھ پیا کہ شادی کرنا ہی منع ہو جائے، ان کو جدائی کا حکم دیتے، بلکہ توقف کرکے عقبہ سے فرماتے کہ اس عورت سے پوچھو، اس نے کتنی بار تم دونوں کو دودھ پلایا؟ تاکہ جانا جاسکے کہ یہ مقدار اتنی ہے کہ اگر حقیقت میں ایسا ہی ہو تو اس سے شادی کرنا حرام ہو جائے، اور اس کے ثبوت میں شک ہو تو بچنا بہتر ہو اور اتنا دودھ پلایا ہو کہ جس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو اسے اور اس کی بیوی کو چھوڑ دیا جائے، اس پوچھنے کو ترک کرنے میں اس پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نزدیک بھی حرمت میں قلیل و کثیر رضاعت میں کوئی فرق نہیں۔ (شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی الخ، جلد 11، صفحہ 499، مؤسسۃ الرسالہ)

تھوڑا دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہونے، یہی جمہور فقہا کا مؤقف ہونے، اختلاف والے اعداد کو چھوڑ کر مطلق حکم قرآنی پر عمل کرنے کے متعلق مذکورہ بالا عبارت کے تحت علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "قليل الرضاع وكثيره سواء إذا حصل في مدة الرضاع يتعلق به التحريم، وكذا روي عن علي بن أبي طالب -رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ-، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عمر، وعبد الله بن عباس -رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ-، وبه قال الحسن البصري وسعيد بن المسيب، وطاوس، وعطاء ومكحول، والزهري، وقتادة، وعمرو بن دينار، والحكم، وحماد، والأوزاعي، والثوري، ووكيع، وعبد الله بن

المبارك، والليث بن سعد ومجاهد، وزاد الشيخ أبو بكر الرازي: عمر بن الخطاب -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ- والشعبي والنخعي. وقال ابن المنذر: وهو قول أكثر الفقهاء. وقال النووي: وهو قول جمهور العلماء ـ ـ ـ وهذا لان كل حق يتعلق بعلة في الشرع يثبت الحكم بوجوده لا تعدد فيه، وقيل لا بن عمر ان ابن الزبير يقول لا باس بالرضعة والرضعتين، قال قضاء الله خير من قضاء ابن الزبير وقال ابو بكر ابن العربي الرضاع وصف ثبت بنفس الفعل وهذا معلوم عربية وشرعا، قال عز وجل وامهاتكم اللاتی ارضعنكم ارتبط التحريم بالرضاع مطلقا من غير تقييد بخمس اوسبع او عشر او نحو ذلک **فمن قدره بعدد لا يدل القرآن عليه فقد رفع حكم الاية بامر مضطرب لا يعول عليه** "یعنی دودھ پلانا تھوڑا ہو یا زیادہ، جبکہ مدت رضاعت میں ہو، اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت علی، عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، حسن بصری، سعید بن مسیب، طاوس، عطا، مکحول، زہری، قتادہ، عمرو بن دینار، حکم، حماد، اوزاعی، ثوری، وکیع، عبد اللہ بن مبارک، لیث بن سعد، مجاہد نے یہی بات بیان فرمائی، شیخ ابو بکر رازی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، شعبی اور نخعی کا اضافہ فرمایا جبکہ امام ابن منذر نے فرمایا یہ اکثر فقہاء کا قول ہے، امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ جمہور علما کا قول ہے ـ ـ ـ یہ اس وجہ سے کہ ہر وہ حق جو شریعت میں کسی علت سے متعلق ہو اس کا حکم علت پائے جانے پر پایا جاتا ہے جس میں تعدد نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی گئی کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ ایک دو چسکیوں میں حرج نہیں جانتے تو آپ نے فرمایا اللہ کا فیصلہ ابن زبیر کے فیصلے سے بہتر ہے، امام ابو بکر ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رضاعت ایک وصف ہے جو نفس فعل سے پایا جاتا ہے اور یہ بات عربی لغت اور شریعت کے جاننے والے کو معلوم ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا اور تمہاری رضاعی مائیں، حرمت کو مطلق رضاعت سے معلق فرمایا جس میں پانچ یا سات یا دس وغیرہ کسی عدد کی قید کو ذکر نہ فرمایا لہذا جو اسے کسی ایسے عدد سے خاص کرتا ہے جس پر قرآن دلالت نہیں کرتا تو اس نے آیت مبارکہ کے حکم کو ایسے مضطرب معاملے کی وجہ سے ختم کر دیا جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (بنایہ، کتاب الرضاع، جلد6، صفحہ294-291، مطبوعہ ملتان)

پانچ بار پیٹ بھر کر دودھ پینے سے حرمت کے متعلق کوئی روایت نہ ہونے کے بارے میں مخالفین کی روایات و دلائل کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "وھذا لیس بشیء اما اولا فلان مذھبه لیس التحریم بخمس مصات بل بخمس مشبعات فی اوقات ـ ـ ـ وعلی ھذا فالتحقیق انه لا یتاتی

حدیثا واحدا" یعنی یہ دلائل کچھ حیثیت نہیں رکھتے، اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ مطلقاً پانچ چسکیاں حرمت کا سبب نہیں بلکہ پانچ بار پیٹ بھر کر پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔۔۔ اسی بنا پر تحقیق یہ ہے کہ مخالفین اس پر ایک بھی حدیث نہیں لا سکتے۔(فتح القدیر، کتاب الرضاع، جلد3، صفحہ305، مطبوعہ کوئٹہ)

ایک سے زیادہ چسکیوں والی روایات منسوخ ہونے کے متعلق امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عن ابن عباس أنه سئل عن الرضاع فقلت: إن الناس يقولون لا تحرم الرضعة ولا الرضعتان قال: "قد كان ذاك, فأما اليوم فالرضعة الواحدة تحرم۔۔۔ فقد عرف ابن عباس وطاوس خبر العدد في الرضاع وأنه منسوخ بالتحريم بالرضعة الواحدة" یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے رضاعت کے بارے میں سوال ہوا تو میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ایک دو چسکیاں حرام نہیں کرتی، آپ نے فرمایا یہ پہلے تھا، اب ایک چسکی بھی حرام کر دیتی ہے۔۔۔ تحقیق حضرت ابن عباس اور طاؤس رضی اللہ عنہم نے رضاعت کی تعداد کو جان لیا اور یہ بات بھی جان لی کہ یہ حکم ایک بار دودھ پلانے سے منسوخ ہو چکا۔(احکام القرآن، سورۃ آل عمران، جلد2، صفحہ125، مطبوعہ لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کو ماں بہن بیٹی کہہ کر بلانا

مجیب: محمد سجاد عطاری مدنی زیدمجدہ

فتوی نمبر: Web:06

تاریخ اجراء: 09ربیع الثانی 1442ھ/25نومبر2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو باجی،ماں یا بیٹی کہہ بیٹھے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کیا اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کو فقط ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کہہ کر پکارنا یایوں کہنا کہ تم میری ماں، بہن، باجی وغیرہ ہو، ناجائز و گناہ ہے جس سے توبہ کرنا اس پر لازم ہے البتہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی ظہار وغیرہ لازم ہوتا ہے ہاں اگر اس طرح کے الفاظ کہے" تو میری بہن کی طرح ہے، تو میری بیٹی کی مانند ہے، تو میری ماں کی مثل ہے وغیرہ تو اس صورت میں ان کلمات سے جو نیت کرے گا اسی کا اعتبار ہو گا اگر اُس کے اِعزاز کے لیے کہا تو کچھ لازم نہیں، طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہو گی، ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم (حرام کرنے) کی نیت ہے تو ایلا ہے اور اگر کچھ بھی نیت نہیں تھی ایسے ہی کہہ دیا تو اگرچہ ایسا کہنا جائز نہیں البتہ اس سے کچھ لازم نہیں ہو گا۔

اللہ تبارک وتعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ"ترجمہ کنزالایمان: جورئیں (یعنی بیویاں) ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بُری اور نِری جھوٹ بات کہتے ہیں۔"

(پارہ28، المجادلہ، آیت:2)

سنن ابوداؤد شریف میں ہے:" ان رجلا قال لامرتہ ، یا اخیۃ ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :اختک ھی ، فکرہ ذلک ونھی عنہ "یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے ؟ اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔ " (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 319، حدیث: 2210، مطبوعہ لاہور)

سیدی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:" زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں میری بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے، مگر اس سے نہ نکاح میں کوئی خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔۔۔۔۔۔ ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اسکی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ " (ملخص از فتاویٰ رضویہ جدید جلد 13 صفحہ 280 مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے: عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت کی جائے اگر اُس کے اِعزاز کے لیے کہا تو کچھ نہیں اور طلاق کی نیت ہے تو بائن طلاق واقع ہو گی اور ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہے اور تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہے اور کچھ نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 8، صفحہ 207، مکتبہ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرنے سے نکاح کا حکم

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2194

تاریخ اجراء: 30ربیع الثانی1445ھ /15نومبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرلے، تو کیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اور کیا اس عمل سے کوئی کفارہ بھی لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، شرعاً سخت حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ایسا کرنے والے شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے، لہٰذا اِس ناجائز اور قبیح فعل سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اور جس شخص سے یہ کام سرزد ہو گیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ سچے دل سے اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے، اور یہ توبہ کرنا ہی اِس گناہ کا کفارہ ہو گا، توبہ کے علاوہ کسی اور قسم کا کوئی کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ نیز اس ناجائز عمل کو کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، عورت بدستور شوہر کے نکاح میں ہی رہے گی۔ یہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کام کو حرام سمجھ کر ہی کیا ہو۔ البتہ اگر اُسے حلال سمجھ کر کیا، تو اب یہ کفر ہو گا اور ایسا کرنے والے شخص پر لازم ہو گا کہ اپنے اس فعل سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ، نئے سرے سے کلمہ پڑھے اور کلمہ پڑھنے کے بعد اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کرے۔

عورت کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنے والے شخص پر لعنت کی گئی ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیث مبارکہ ہے

”عن أبی هريرة، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من أتى امرأته فی دبرها“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ جو اپنی عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔ (سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب النکاح، صفحہ249، رقم الحدیث:2162، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے: ”عن خزیمة بن ثابت، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن اللہ لا یستحیی من الحق لا یحل لأحد أن یأتي النساء في أدبارھن“ ترجمہ: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا، کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ عورتوں کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔ (المعجم الکبیر، جلد4، صفحہ88، رقم الحدیث :3736، مطبوعہ: قاھرۃ)

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرامِ قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے (اور) اس کا مرتکب فاسق وفاجر“۔ (مرآۃ المناجیح، جلد5، صفحہ55، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

شوہر کا اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، شرعاً حلال نہیں، چنانچہ الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: ”ولا یحل له الاستمتاع بھا في الدبر ولا في الفرج حالة الحیض“ ترجمہ: اور مرد کے لئے اپنی عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حلال نہیں ہے اور حالتِ حیض میں فرج میں وطی کرنا بھی حلال نہیں ہے۔ **(الاختیار لتعلیل المختار، جلد4، صفحہ155، مطبوعہ قاھرۃ، مصر)**

بیوی کے پچھلے مقام میں ہمبستری کرنا، اگر حلال جان کر ہو، تو یہ کفر ہے، چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث مبارکہ ہے: ”عن أبي ھریرة، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أتی حائضا، أو امرأة في دبرھا، أو کاھنا، فقد کفر بما أنزل علی محمد“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو حائضہ عورت سے جماع کرے یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ (جامع ترمذی، جلد1، صفحہ242، رقم الحدیث:135، مطبوعہ: مصر)

مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ، فیض القدیر میں لکھتے ہیں: ”المراد أن من فعل ھذہ المذکورات واستحلھا فقد کفر ومن لم یستحلھا فھو کافر النعمة۔۔۔ ولیس المراد حقیقة الکفر“ ترجمہ: مراد یہ ہے کہ جس شخص نے یہ مذکورہ کام حلال سمجھ کر کیا، تو وہ کافر ہو گیا اور جس نے اس کو حلال سمجھ کر نہ کیا، تو وہ نعمت کی ناشکری کرنے والا ہے اور اس صورت میں یہ حقیقی کفر نہیں۔ (فیض القدیر، جلد6، حرف المیم، صفحہ23، مطبوعہ مصر)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراٰۃ المناجیح میں، حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''یعنی یہ تینوں شخص قرآن وحدیث کے منکر ہو کر کافر ہوگئے۔ خیال رہے کہ یہاں سے شرعی کفر ہی مراد ہے اسلام کا مقابل۔ اوران سے وہ لوگ مراد ہیں جو عورت سے دبر میں، یا بحالت حیض صحبت کو جائز سمجھ کر صحبت کریں۔'' **(مرآۃالمناجیح، جلد1، صفحہ308، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ)**

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ''ویمنع۔۔۔ وطؤھا (یکفر مستحلہ)۔۔۔ وکذا مستحل وطء الدبر عند الجمھور'' ملتقطا'' ترجمہ: اور حائضہ عورت سے وطی ممنوع ہے، اور اس کو حلال جاننے والے کی تکفیر کی جائے گی، اور جمہور کے نزدیک یہی حکم عورت کے پچھلے مقام میں وطی کو حلال جاننے والے کا ہے۔ **(تنویرالابصار مع در مختار، جلد1، صفحہ533، 542، مطبوعہ کوئٹہ)**

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، ارشاد فرماتے ہیں: ''حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہبِ راجح میں مطلقاً کفر ہے، جبکہ ان کی حلت وحرمت قطعی ہو۔۔۔ اور اگر وہ حرامِ قطعی، حرام لعینہ ہے۔۔۔ جب تو اُسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ147، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

زنا کے حمل والی سے نکاح

مجیب: ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:22

تاریخ اجراء: 23 ربیع الثانی 1442ھ / 09 دسمبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کنواری لڑکی سے معاذ اللہ کسی نے زنا کیا اور اسے حمل بھی ٹھہر گیا تو کیا اب اس لڑکی کا، حمل کی حالت میں زانی سے یا کسی دوسرے سے نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زنا کرنا، بے حیائی کا کام، گناہ، ناجائز و حرام اور جہنم کا مستحق بنانے والا کام ہے۔ زانی (زنا کرنے والا مرد) اور زانیہ (زنا کرنے والی عورت) دونوں پر سچے دل سے توبہ لازم ہے۔ جہاں تک نکاح کا سوال ہے تو اگرچہ زنا سے حمل ٹھہر جائے تب بھی ایسی عورت کا اس حالت میں بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ ایسی عورت کا نکاح اگر اسی مرد سے ہوا، جس سے زنا کا حمل ہوا ہے تو وہ نکاح کے بعد بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہمبستری بھی کر سکتا ہے، اور اگر ایسی عورت کا نکاح زنا کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے ہوا تو اب بھی اگرچہ نکاح ہو جائے گا، مگر جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے تب تک ہمبستری نہیں کر سکتا نہ ہی دواعِ جماع یعنی بوس و کنار کی اجازت ہو گی۔

زنا کے متعلق رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا"

ترجمہ کنزالایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

(پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 32)

صحیح بخاری شریف کی ایک طویل حدیث پاک کے ایک حصے میں ہے:"فانطلقنا،فاتینا علی مثل التنور،قال :فاحسب انه کان یقول:فاذا فیه لغط واصوات،قال فاطلعنا فیه ،فاذا فیه رجال ونساء عراة،واذاھم یاتیھم لھب من اسفل منھم ،فاذا اتاھم ذلک اللھب ضوضوا۔۔۔۔اما الرجال والنساء العراة الذین فی مثل بناء التنور،فانھم الزناة والزوانی۔" ترجمہ:ہم آگے چلے توہم تنور کی طرح ایک جگہ پر آئے،راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس تنور میں سے مختلف آوازیں آرہی تھیں، فرمایا:ہم نے دیکھا کہ اس میں بے لباس مرد اور عورتیں ہیں،ان کے نیچے آگ کے شعلے تھے،جب وہ آگ ان کی طرف آتی تو وہ چیخ وپکار کرتے۔۔۔۔فرشتوں نے بتایا کہ جو آپ نے بے لباس مرد وعورت تنور کی طرح جگہ میں دیکھے یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔

(بخاری شریف جلد2،صفحہ585،مطبوعہ لاہور)

بہار شریعت میں ہے: جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہو لے وطی جائز نہیں۔

(بہار شریعت جلد2حصہ7صفحہ34مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

دو بیویوں کے نفقہ کے حوالے سے تفصیل

مجیب: ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

فتوی نمبر: WAT-1232

تاریخ اجراء: 08 ربیع الثانی 1444ھ /04 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

نفقہ میں دو بیویوں کے درمیان کیا برابری رکھنا ضروری ہے، تفصیلا ارشاد فرمادیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نفقہ دو قسم کا ہے، ایک اصل نفقہ جو شوہر پر اپنی بیوی کا واجب و لازم ہے اور دوسرا اس سے زائد۔ پہلی قسم کا نفقہ دو بیویوں میں برابر رکھنا اس وقت لازم ہے کہ جبکہ دونوں بیویاں مال اور فقر و غنا کی حالت کے اعتبار سے برابر ہوں ۔اور اگر اس معاملے میں دونوں کی حالت ایک جیسی نہیں ہے، ایک فقیرہ اور دوسری غنیہ ہے تو شوہر اور بیوی دونوں کے حال کے مطابق نفقہ لازم ہوگا۔ مثلا شوہر اور بیوی دونوں امیر کبیر ہیں تو امیروں والا اور دونوں غریب ہیں تو غریبوں والا اور اگر ایک امیر اور ایک غریب ہے تو متوسط یعنی درمیانے قسم کا، لیکن اس آخری صورت میں اگر شوہر امیر ہے تو اسے چاہیے کہ جیسا خود کھاتا ہے، ویسا بیوی کو بھی کھلائے اگرچہ واجب اس پر صرف متوسط ہے۔
نوٹ: برابری اور کمی بیشی والی یہ تفصیل سارے نفقے میں ہے یعنی کھانے پینے میں بھی اور کپڑے اور رہائش وغیرہ میں بھی۔

اور واجب نفقہ سے جو زائد اشیاء دے مثلاً دودھ، چائے، میوے، مہندی، پھل، مٹھائی، زائد کپڑے، پلاٹ، مکان، تحائف وغیرہ تمام زوائد میں دونوں بیویوں کے درمیان مطلقا برابری لازم ہے اگرچہ ایک فقیر اور دوسری غنی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک کو یہ اشیاء دے اور دوسری کو نہ دے یا ایک کو زیادہ دے اور دوسری کو کم دے کہ اس طرح فرق کرنے سے شوہر ظالم و گنہگار ٹھہرے گا۔

فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "کھانا دو قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہے، دُوسرا اس سے زائد مثل فواکہ و پان والا ئچی وعطایا و ہدایا، قسم اوّل میں برابری صرف اُس

صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مال وحالت فقر وغنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لئے اس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لئے اس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقر خانی ومرغ پلاؤ ہے، اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی ہے اور آپ پیستی پکاتی ہے' ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہوسکتی، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مزعفر لازم ہے اور دوسری کے لئے گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت، پہلی کے لئے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کرلے گی، پہلی کریب اور زربفت پہنے گی دوسری کو تنزیب اور ساٹھن بہت ہے، پہلی کے لئے مکان بھی عالی شان درکار ہوگا دوسری کے لئے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اُتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دُودھ، چائے، میوے، پان، چھالیا، الائچی، برف کی قلفیاں، سُرمہ، مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج12، ص277،276 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے "اگر مرد وعورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کا سا اور ایک مالدار ہے، دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اُس سے عمدہ اور اغنیا جیسا کھاتے ہوں اُس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے، مگر یہ واجب نہیں واجب متوسط ہے۔

نفقہ کا تعین روپوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمیشہ اُتنے ہی روپے دیے جائیں اس لیے کہ نرخ بدلتا رہتا ہے ارزانی و گرانی دونوں کے مصارف یکساں نہیں ہوسکتے بلکہ گرانی میں اُس کے لحاظ سے تعداد بڑھائی جائے گی اور ارزانی میں کم کی جائے گی۔

جاڑوں میں جاڑے کے مناسب اور گرمیوں میں گرمی کے مناسب کپڑے دے مگر بہر حال اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو اور ایک محتاج تو متوسط جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔ اور لباس میں اُس شہر کے رواج کا اعتبار ہے جاڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چلن ہے وہ دے چمڑے کے موزے عورت کے لیے شوہر پر واجب نہیں مگر عورت کی باندی کے موزے شوہر پر واجب ہیں۔ اور سوتی، اونی موزے جو جاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں یہ دینے ہونگے۔"
(بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص267،265، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسلام میں نکاح کی اہمیت

مجیب: مولانا رضا محمد مدنی

فتوی نمبر: Web-1579

تاریخ اجراء: 11 رمضان المبارک 1445ھ / 22 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اسلام میں شرعی نکاح کی کیا اہمیت ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح کی اسلام میں بہت اہمیت ہے جس کا اندازہ قرآنِ پاک کی مختلف آیات اور نکاح کی فضیلت واہمیت بیان کرنے والی احادیثِ مبارکہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں نکاح کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ

(1) کہیں میاں بیوی کے جوڑے کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبّت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔ (القرآن الکریم، پارہ 20، سورۃ الروم، آیت: 21)

(2) کہیں ایک سے زائد نکاح کرنے کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کروگے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (القرآن الکریم، پارہ 4، سورۃ النساء، آیت: 03)

(3) کہیں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔ (القرآن الکریم، پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت:187)

نکاح کی اہمیت کے حوالے سے احادیث ملاحظہ کریں:

(1) نکاح کرنے سے آدمی کا نصف ایمان محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي" یعنی جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کرلیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (شعب الایمان، جلد4، صفحہ382، حدیث:5486، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(2) ایک مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "النكاح من سنتي. فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم. ومن كان ذا طول فلينكح ومن لم فعليه بالصيام. فإن الصوم له وجاء" یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے تو جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں اور نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے امتوں پر فخر کروں گا اور جس میں قدرت ہو وہ ضرور نکاح کرے لیکن جو شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ شہوت کے لئے ڈھال ہے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد1، صفحہ592، حدیث:1846، دار الفکر بیروت)

(3) نکاح سے بے رغبتی ایک عظیم سنت سے فرار ہے جو کہ کسی صورت درست نہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: "وَاللهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ وَلٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" یعنی بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی ناراضی سے بچنے والا ہوں لیکن میں بھی کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزوں کے رہتا ہوں، راتوں میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (صحیح البخاری، جلد5، صفحہ1949، حدیث4776، دار ابن کثیر بیروت)

واضح رہے کہ نکاح کے حکم کے حوالے سے لوگوں کی مختلف حالتوں کے پیش نظر شرعاً مختلف احکام ہیں۔ بعض اوقات نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہوتا ہے اور اس حالت میں نکاح نہ کرنے پر بلاوجہ اڑے رہنا گناہ ہے اور بعض اوقات

نکاح کرناواجب بلکہ کبھی فرض بھی ہو جاتا ہے۔ نیز بعض اوقات نکاح کرنا ہی جائز نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے۔ ان مسائل کی تفصیل بہارِ شریعت (جلد2، صفحہ 4-5) میں اس طرح ہے کہ

(1) اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مَہر و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سنت و تعمیلِ حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذّت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

(2) شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشۂ زنا ہے اور مہر و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یوہیں جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا تو نکاح واجب ہے۔

(3) یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔

(4) اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کی موجودگی میں بیوہ سالی سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13030

تاریخ اجراء: 23 ربیع الاول 1445ھ /10 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی سالی ابھی عدتِ وفات میں ہے، کیا عدت پوری ہونے کے بعد زید کا سالی سے نکاح کرنا، جائز ہے؟ جبکہ زید کی بیوی اُس کے نکاح میں موجود ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ سالی اگر بیوہ ہو جائے تو اب بیوی کی موجودگی میں بھی اُس بیوہ سالی سے مرد نکاح کر سکتا ہے؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قرآن و حدیث کی روشنی میں بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے سالی یعنی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا حرام قطعی ہے، خواہ سالی کنواری ہو یا طلاق یافتہ ہو یا بیوہ ہو، لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کا اپنی بیوہ سالی سے نکاح سخت ناجائز و حرام ہے۔

جن لوگوں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ "سالی بیوہ ہو جائے تو بیوی کی موجودگی میں اُس سالی سے نکاح ہو سکتا ہے" معاذ اللہ انہوں نے بالکل ہی غلط مسئلہ بیان کیا اور ایک حرام قطعی فعل کو اپنی انکل پچو سے حلال قرار دیا ہے، لہذا اُن سب پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے توبہ کریں اور آئندہ بغیر علم کے ہرگز کوئی شرعی مسئلہ بیان نہ کریں، کیونکہ بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء باندھنا ہے جو کہ ناجائز و حرام ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے۔

دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ"

ترجمہ کنز الایمان: "اور دو بہنیں اکٹھی کرنا (تم پر حرام ہے)۔" (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 23)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ **"عالم حیاتِ زوجہ میں حقیقی سالی** یا رشتہ کی سالی **سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟"** آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: **"تاحیاتِ زوجہ جب تک اسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے** جو اس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے، **نکاح حرام ہے۔** قال اللہ تعالیٰ "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (حرام کیا گیا ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔)"۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 315-314، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر فتاوی رضویہ میں ہے: "بموجودی زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 317، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی خلیلیہ میں ہے: "جب ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری بہن سے نکاح حرام ہے اور اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" اور تم پر حرام کی گئی یہ بات کہ دو بہنوں کو نکاح میں اکھٹی کرو۔ تو جس طرح آدمی پر ماں، بہن، بیٹی حرام ہیں اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔" (فتاوی خلیلیہ، ج 01، ص 544، ضیاء القران، لاہور)

فتاوی بحر العلوم میں ہے: **"بیوی یا اس کی عدت میں سالی سے نکاح حرام قطعی ہے،** قرآن عظیم میں ہے: "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ (نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا حرام کیا گیا ہے۔)" **اس کو جائز بتانے والے**، نکاح میں کسی قسم کا حصہ لینے، مددگار، مشیر وغیرہ سب گنہگار، سب پر **توبہ واجب ہے۔**" (فتاوی بحر العلوم، ج 02، ص 303، شبیر برادرز، لاہور)

بغیر علم کے فتویٰ دینا شریعت پر افتراء (تہمت) باندھنا ہے جو کہ سخت ناجائز و حرام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" ترجمہ کنز الایمان: "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔" (القرآن الکریم: پارہ 14، سورۃ النحل، آیت 116)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "فتوی ملعونہ ایشاں را نافذ می کنند ہمہ ہا حرام خدا را حلال می نمایند ہمچو کسان را حرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند در حدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض" (ترجمہ: **جنھوں نے بھی بے علم کے فتویٰ نافذ کیا انھوں نے اللہ عزوجل کے حرام کو حلال کیا، اور جنھوں نے وہ فتوی دیا، حرام کام کا فتوی دیا**

(کنزالعمال) کی حدیثِ مبارک ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملٰئکة السماء والارض "یعنی جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔(فتاوی رضویہ، ج 11، ص 477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس عورت سے زنا کیا، اس کی بیٹی سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12978

تاریخ اجراء: 12 صفر المظفر 1445ھ / 30 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ زنا کیا جبکہ ہندہ کی پہلے ہی سے ایک لڑکی موجود ہے۔ تو کیا زید ہندہ زانیہ کی اُس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟ شریعت اس بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

استغفر اللہ! زنا کرنا، ناجائز و حرام، جہنم کا مستحق بنانے والا، بے حیائی پر مشتمل کام ہے۔ اس کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس برے فعل سے بچنا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں زید اور ہندہ دونوں پر شرعاً لازم ہے کہ توبہ کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے اس گناہ سے صدقِ دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں، نیز ہر اس چیز سے دور بھاگیں جو اس گناہ میں معاون و مددگار بنے۔

البتہ پوچھی گئی صورت میں زید کا نکاح ہندہ زانیہ کی لڑکی سے کسی صورت نہیں ہو سکتا، کیونکہ زانی اور زانیہ کے اصول و فروع ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، اب ہندہ زانیہ کی لڑکی زنا کے سبب زید پر حرام ہو چکی ہے لہٰذا اس لڑکی سے زید کا نکاح کرنا، ناجائز و حرام ہے۔

زنا کی مذمت پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا(۳۲)“ ترجمہ کنز الایمان: ”اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔“ (القرآن الکریم: پارہ 15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 32)

زنا کی نحوست اور اس کی ہولناکی کا اندازہ درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے لگائیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" رایتُ اللیلة رجلین اتیانی فاخذابیدي فاخرجانی الی الارض المقدسة۔۔۔ فانطلقنا الی ثقبٍ مثل التنّور اعلاہ ضیق واسفلہ واسعٌ یتوقّد تحتہ نارٌ فاذا اقترب ارتفعوا حتی کادوا ان یخرجوا فاذا خمدت رجعوا فیھا و فیھا رجال ونساء عراۃٌ فقلتُ: من ھذا؟ قالا:۔۔۔ والذی رایتہ فی الثقب فھم الزناۃ" یعنی میں نے آج رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مقدس زمین کی طرف لے گئے۔ ہم چلتے رہے اور تنور کی مثل ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا۔ اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔ آگ کی وجہ سے اس میں موجود لوگ باہر نکلنے کے قریب ہوتے تھے پھر جب آپ کے شعلے نیچے جاتے تو اس میں موجود افراد بھی نیچے چلے جاتے۔ اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو ان دونوں نے (کچھ دیر بعد) عرض کی کہ جن لوگوں کو آپ نے سوراخ میں دیکھا وہ زانی ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، ج 02، ص 100، دار طوق النجاۃ، ملتقطاً)

زانیہ کی لڑکی سے نکاح حرام ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" ترجمہ کنزالایمان:"حرام ہوئیں تم پر ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔" (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 23)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:""الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" یعنی ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی، معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور **یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی۔**" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 354، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

زانیہ کے اصول و فروع زانی پر حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:"(و) حرم أیضاً بالصھریة (أصل مزنیتہ۔۔۔ و فروعھن) مطلقاً" یعنی حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے زانیہ کے اصول و فروع زانی پر مطلقاً حرام ہو جاتے ہیں۔

اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے:"قال فی البحر: أراد بالحرمة المصاھرہ الحرمات الأربع حرمة المراۃ علی أصول الزانی و فروعه نسباً و رضاعاً، **وحرمة أصولھا و فروعھا علی الزانی نسباً و رضاعاً**

كمافي الوطء الحلال"یعنی بحر الرائق میں فرمایا کہ یہاں حرمتِ مصاہرت سے چار طرح کی حرمت مراد ہے، زانی کے اصول و فروع، چاہے نسب کی وجہ سے ہوں یا رضاعت کی وجہ سے ان پر زانیہ حرام ہے اور زانیہ کے اصول و فروع، چاہے وہ نسب سے ہوں یا رضاعت کی وجہ سے، یہ سب زانی پر حرام ہیں جیسے کہ حلال وطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 03، ص 32، مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"**فمن زنى بامرأة حرمت عليه** أمها وإن علت و**ابنتها وإن سفلت**، وكذا تحرم المزني بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا وأبنائه وإن سفلوا، كذا في فتح القدير"یعنی جس نے کسی عورت کے سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اوپر تک زانی پر حرام ہے، یونہی اس عورت کی بیٹی نیچے تک زانی پر حرام ہے۔ اسی طرح زانیہ پر زانی کے آباؤ واجداد اوپر تک اور بیٹے نیچے تک حرام ہو جائیں گے، جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔(فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج 01، ص 274، دار الفکر، بیروت)

فتاوی یورپ میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے:"**مزنیہ کی لڑکی خواہ کسی کے نطفہ سے ہو، زانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔**"(فتاوی یورپ، ص 428، مکتبہ جام نور، دہلی)

مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا:"زید نے عابدہ سے ہم بستری کی، عابدہ اپنی لڑکی کی شادی زید سے کرنا چاہتی ہے، عابدہ کا شوہر بکر ہے، کیا عابدہ کی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہے؟ اگر نہیں تو کوئی دوسری صورت ہے۔ عابدہ کی لڑکی کا نکاح زید سے کیا جا سکتا ہے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"صورتِ مسئولہ میں عابدہ کی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ زنا کرنے والے سے کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔"(فتاوی بحر العلوم، ج 02، ص 521، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:52

تاریخ اجراء: 29 جمادی الاولی 1442ھ / 14 جنوری 2021ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد اپنی بیوی کی چھاتی کو منہ میں لے کر چوسے تو اس کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے سے مرد گناہ گار ہو گا؟ کیا اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت زیادہ دودھ والی ہو اور خوف ہو کہ پستان چوسنے سے دودھ اس کے حلق میں چلا جائے گا تو ایسا کرنا، مکروہ ہے اور اگر اس نے ایسا کیا اور دودھ منہ میں چلا گیا تو اس پر لازم ہے کہ اس کو نہ پئے، اگر پی لیا تو گناہگار ہو گا کیونکہ اس کا پینا حرام ہے البتہ اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر ایسا نہیں ہے یعنی یا تو دودھ کم ہے جس کا حلق میں جانے کا خوف نہیں یا دودھ ہے ہی نہیں تو پھر حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بوقتِ صحبت بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینے، پستان کو منہ میں لینے، دبانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواباً آپ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "یجوز للرجل التمتع بعرسہ کیف ماشاء من رأسھا الی قدمھا الا مانھی اللہ تعالٰی عنہ، وکل ما ذکر فی السؤال لانھی عنہ، اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیہ ان کان بنیۃ صالحۃ واما مص ثدیھا فکذٰلک ان لم تکن ذات لبن، وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقہ فلا باس بہ، وان شرب شیئا منہ قصداًفھو حرام وان کانت غزیرۃ اللبن وخشی ان لومص ثدیھا یدخل اللبن فی حلقہ فالمص مکروہ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ" ترجمہ: مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے کر پاؤں تک جیسے چاہے لطف اندوز ہو سوائے اس کے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور سوال میں مذکور امور میں سے کسی سے منع نہیں کیا گیا۔ بوسہ تو مسنون و مستحب ہے اور اگر بنیتِ صالحہ ہو تو باعثِ اجر و ثواب ہے۔ رہا پستان کو منہ میں دبانا، تو

اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جبکہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہو گا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (ممنوعہ) چراگاہ کے ارد گرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جا پڑے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 267، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13312

تاریخ اجراء: 14 رمضان المبارک 1445ھ / 25 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسرین نے ایک شخص سے نکاح کیا جس سے ایک بیٹی (پروین) پیدا ہوئی۔ پھر اس شوہر سے طلاق ہو جانے کے بعد عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کیا۔ اس سے ایک بیٹا (خرم) پیدا ہوا۔ نسرین کی بیٹی پروین کا ایک شخص سے نکاح ہوا، جس سے اس کی ایک بیٹی (روزینہ) پیدا ہوئی، اب پروین کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنی بیٹی (روزینہ) کا نکاح خرم سے کروادے، جو کہ پروین کا ماں شریک بھائی ہے، کیا یہ نکاح جائز ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں روزینہ خرم کی ماں شریک بہن کی بیٹی ہے۔ جس طرح اپنی سگی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح اپنی ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں خرم کا اپنی سگی بہن، پروین کی بیٹی روزینہ سے نکاح کرنا، ناجائز و حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: "حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ" ترجمہ کنز الایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ (سورہ نساء، آیت 23)

مبسوط سرخسی میں ہے: "بنات الأخت تثبت حرمتهن بقوله تعالى: {وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ} ويستوي في ذلك بنات الأخت لأب وأم أو لأب أو لأم "یعنی بہن کی بیٹیوں کی حرمت اللہ تعالیٰ کے اس قول: "وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ" سے ثابت ہے اور اس حکم حرمت میں سگی بہن، باپ شریک بہن اور ماں شریک بہن کی بیٹیاں برابر ہیں۔ (المبسوط، جلد 4، صفحہ 199، مطبوعہ: بیروت)

فتح باب العنایہ میں ہے:"بنات الأخ وبنات الأخت یعم بنات الأخ والأخت لأبوین، ولأب، ولأم "یعنی بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں سگے بھائی بہن، باپ شریک بھائی بہن اور ماں شریک بھائی بہن کی بیٹیوں کو عام ہے۔
(فتح باب العنایة، جلد2، صفحه10، مطبوعه:بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ہر بھائی کی بیٹی حرام ہے اور ہر بہن کی بیٹی حرام خواہ سگے بھائی بہن ہوں یا ماں شریکے یا باپ شریکے"(تفسیر نعیمی، جلد4، صفحه570، نعیمی کتب خانه، گجرات)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تایا کی بیٹی یا نواسی سے نکاح کا حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1569

تاریخ اجراء: 09 رمضان المبارک 1445ھ / 20 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرے تایا ابو کی بیٹی ہے، اس کی ایک بیٹی ہے یعنی میرے تایا کی نواسی، میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیا میرا اس سے نکاح کرنا، جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تایا کی بیٹی سے بھی نکاح جائز ہے اور تایا کی نواسی سے بھی نکاح جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً مصاہرت، رضاعت وغیرہ قائم نہ ہو، کیونکہ قرآن عظیم میں جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور یہ لڑکی ان عورتوں میں سے نہیں ہے۔

نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق چچا، تایا، پھوپھی، خالہ اور ماموں کی اولاد، پھر آگے ان کی اولاد سے نکاح حلال ہے شرعاً اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔ (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت: 24)

فتاوی شامی میں ہے: "تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال" یعنی پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، جلد 04، صفحہ 107، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "زید و عمرو حقیقی چچازاد بھائی ہیں اب عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟" آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا **چچازاد بھائی کی بیٹی شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔** قال

اللہ تعالیٰ "وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ412، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً)

خلیلِ ملت مفتی خلیل میاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: **"جس طرح چچا تایا کی بیٹی حلال ہے یوہیں چچازاد تایازاد بھائی کی بیٹی بھی حلال ہے** جبکہ کوئی اور مانعِ نکاح موجود نہ ہو۔ درِ مختار میں ہے:

"حلال بنت عمه و عمته و خاله و خالته"۔" (فتاوی خلیلیہ، جلد01، صفحہ551، ضیاء القرآن، ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی ماں کے سگے ماموں کی بیٹی سے نکاح

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13337

تاریخ اجراء: 24 رمضان المبارک 1445ھ / 04 اپریل 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی والدہ کے سگے ماموں کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ اس کی خالہ بن رہی ہے، اس لئے نکاح نہیں ہو سکتا؟

سائل: محمد شبیر (کاغذی بازار)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی والدہ کے سگے ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ (مثلاً رضاعت یا مصاہرت) نہ پائی جا رہی ہو کیونکہ قرآن پاک میں اللہ رب العالمین نے جن محرمات کا ذکر فرمایا، ان میں اپنی والدہ کے ماموں کی بیٹی شامل نہیں، لہذا یہ حلال عورتوں میں داخل ہے، اسی لئے فقہانے ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلِ بعید (یعنی دادا، نانا، پر دادا، پر نانا) کی فرعِ بعید (یعنی ان کی پوتیوں، نواسیوں) سے نکاح کرنا حلال ہے اور پوچھی گئی صورت میں والدہ کے سگے ماموں کی بیٹی اپنی اصل بعید کی فرعِ بعید یعنی اپنے پرنانا کی پوتی ہے، لہذا اس سے نکاح حلال ہے۔

اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" ترجمہ کنز الایمان: اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو۔ (سورۂ نساء، آیت 24)

شرح الوقایۃ میں ہے: "والاصل البعید: الاجداد والجدات فتحرم بنات ھؤلاء الصلبیۃ ای العمات والخالات لاب وام او لاب او لام وکذا عمات الاب والام وعمات الجد والجدۃ لکن بنات ھؤلاء ان لم تکن صلبیۃ لا تحرم" یعنی اصلِ بعید یعنی دادا، دادیاں، تو ان کی صلبی بیٹیاں یعنی پھوپھیاں، خالائیں اور اسی طرح باپ وماں کی پھوپھیاں اور دادا، دادی پھوپھیاں (حرام ہیں)، لیکن ان کی بیٹیاں اگر صلبی نہ ہوں، تو حرام نہیں۔ (شرح الوقایۃ مع عمدۃ الرعایۃ، جلد 3، صفحہ 32-33، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اصل بعید کی فرعِ قریب جیسے اپنے دادا، پر دادا، نانا، دادای، پر دادی، نانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں اور اصل بعید کی فرعِ بعید جیسے انہی اشخاصِ مذکورہ آخر کی پوتیاں، نواسیاں جو اپنی اصلِ قریب کی فرع نہ ہوں، حلال ہیں“ (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 517، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی بحر العلوم میں سوال ہوا: ”میری ماں کے خاص ماموں جان کی لڑکی سے میرا نکاح ہوا جائز ہے یا نہیں؟“

اس کے جواب میں مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جائز ہے۔ قرآنِ عظیم میں ہے: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ“ (فتاوی بحر العلوم، جلد 2، صفحہ 316، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس لڑکی نے چھوٹے بھائی کے ساتھ والدہ کا دودھ پیا ہو اس سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12799

تاریخ اجراء: 23 رمضان المبارک 1444ھ / 14 اپریل 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا رشتہ ہندہ سے مانگ رہے ہیں جبکہ ہندہ نے زید کے چھوٹے بھائی کے ساتھ مدتِ رضاعت میں زید کی ماں (خالدہ) کا دودھ پیا ہوا ہے۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح درست ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے کرنا حرام ہے، کیونکہ ہندہ نے مدتِ رضاعت میں زید کی ماں (خالدہ) کا دودھ پیا ہے، جس سے ہندہ اس کی رضاعی بیٹی بن گئی اور زید کی ماں (خالدہ) کے جتنے بھی بیٹے ہیں خواہ وہ ہندہ کے دودھ پینے سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا بعد میں، وہ سب ہندہ کے رضاعی بھائی بن گئے اور رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح کرنا حرام ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا: "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔" ترجمہ کنز الایمان: (حرام ہوئیں تم پر) دودھ کی بہنیں۔ (پارہ 04، سورۃ النساء، آیت نمبر 23)

جو رشتے نسب سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" ترجمہ: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتے کی وجہ) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الخ، ج 1، ص 360، مطبوعہ کراچی)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”ایک لڑکی تقدیرن نے مسماۃ جگیرن کا دودھ پیا، اب لوگ تقدیرن کا نکاح جگیرن کے دوسرے لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، نکاح درست ہے یا نہیں، اور یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ لڑکا جگیرن کا دودھ پینے سے پہلے پیدا ہوا؟“ آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ”تقدیرن اس لڑکے کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن سے نکاح حرام۔ قال اللہ تعالی "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ" یعنی رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے حدیث میں ہے: "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" **رضاعی بہن یا بھائی یا صرف وہی نہیں جس کے ساتھ دودھ پیا، بلکہ مرضعہ کی تمام اولادیں سب اس کے بھائی بہن ہیں**، بلکہ مرضعہ کے شوہر جس کا یہ دودھ ہے اس کی تمام اولادیں اگرچہ دوسری عورت سے ہوں وہ بھی اس کے بھائی بہن ہیں۔“ (فتاوی امجدیہ، ج02، ص99، مکتبہ رضویہ کراچی)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ”زید کے ماموں کی لڑکی نے زید کی چھوٹی بہن زینت کے ساتھ دودھ پیا ہے۔ کیا ازروئے شرع زید اپنی ماموں زاد سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟“ آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ”**زید کے ماموں کی جس لڑکی نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے اگرچہ زید کے ساتھ نہ پیا ہو، وہ زید کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن اسی طرح حرام ہے، جس طرح حقیقی بہن۔** لہذا صورتِ مسئولہ میں اس لڑکی کا نکاح زید سے نہیں ہو سکتا۔“ (وقار الفتاوی، ج03، ص66، بزم وقار الدین)

فتاوی بحر العلوم میں ہے: ”زید نے جس عورت کا دودھ پیا وہ زید کی رضاعی ماں ہے، اور اس عورت کی سب لڑکیاں زید کی رضاعی بہنیں ہیں، **یہ بات نہیں کہ منجھلی لڑکی نے چونکہ زید کے ساتھ دودھ پیا، اس لیے زید پر وہی حرام ہوئی، بڑی اور چھوٹی بہن کے ساتھ زید نے دودھ نہیں پیا وہ رضاعی بہنیں نہیں ہوئیں، بلکہ چھوٹی ہو یا بڑی یا منجھلی اس عورت کی سبھی لڑکیاں زید پر حرام ہیں۔**“ (فتاوی بحر العلوم، ج02، ص519، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نکاح کے علاوہ زنا سے بچنے کا طریقہ

مجیب: ابورجا محمد نور المصطفی عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1067

تاریخ اجراء: 15 صفر المظفر 1444ھ /12 ستمبر 2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

زنا سے بچنے کا نکاح کے علاوہ کوئی راستہ ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اللہ تعالی کا خوف اپنے دل میں پیدا کریں کہ یہ ہر طرح کے گناہ سے بچنے میں بہت مؤثر و معاون ہے۔ بری صحبت و ماحول اور بے پردگی کی جگہوں سے کنارہ کش رہ کر اچھی صحبت و ماحول اختیار کریں، اور جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ وقت مدنی چینل دیکھیں اور دینی ماحول سے وابستہ رہیں۔ اپنے علاقے میں ہونے والے دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں پابندی سے شرکت کریں اور کوشش کر کے ہر ماہ مدنی قافلے میں سفر کریں۔ ان شاء اللہ عزوجل گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کا خوب ذہن بنے گا۔

اس بری عادت سے محفوظ رہنے یا نجات پانے کے آسان نسخے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں: چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ۳/۴۲۲، الحدیث: ۵۰۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک عورت ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے کسی حسن و جمال والی عورت کو دیکھا اور وہ اسے پسند آگئی، پھر اس نے اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی نگاہوں کو اس سے پھیر لیا تو اللہ تعالی اسے ایسی عبادت کی توفیق عطا فرمائے گا جس کی لذت اسے حاصل ہو گی۔ (جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ۳/۴۶، الحدیث: ۷۲۰۱)

بدکاری سے بچنے اوراس سے نفرت پیدا کرنے کاایک طریقہ درج ذیل حدیث میں بھی موجود ہے، اگراس حدیث پر غور کرتے ہوئے اپنی ذات پر غور کریں تو دل میں اس گناہ سے ضرور نفرت پیدا ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ایک نوجوان بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوااوراس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہنے لگے، ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا''اسے میرے قریب کردو۔ وہ نوجوان حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا''کیاتم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے؟اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم! میں ہر گزیہ پسند نہیں کرتا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ ایسی بری حرکت کرے۔ پھرارشاد فرمایا''کیاتم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی یہ کام کرے۔اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی قسم! میں ہر گزیہ پسند نہیں کرتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا قبیح فعل کرے۔ پھر ارشاد فرمایا''کیاتم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری بہن کے ساتھ کوئی یہ حرکت کرے۔اس نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کی قسم! میں ہر گزاسے پسند نہیں کرتا۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی بہن کے ساتھ ایسے گندے کام میں مشغول ہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی اور خالہ کا بھی اسی طرح ذکر کیااوراس نوجوان نے یونہی جواب دیا۔اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر اپنادستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ ''اے اللہ! اس کے گناہ بخش دے،اس کے دل کو پاک فرمادے اوراس کی شرمگاہ کو محفوظ فرمادے۔اس دعا کے بعد وہ نوجوان کبھی زنا کی طرف مائل نہ ہوا۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی۔۔۔ الخ، ۸/۲۸۵، الحدیث: ۲۲۲۷۴)

نیز کھانے میں حتی الامکان کمی کریں، مصالحے دار غذاؤں سے بچیں،اور کسی اچھے طبیب سے مشورہ کرکے کوئی دوا بھی استعمال کرلیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا اندھا ہونے کا سبب ہے؟

مجیب: محمد عرفان مدنی عطاری

فتوی نمبر: WAT-1531

تاریخ اجراء: 06 رمضان المبارک 1444ھ/28 مارچ 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

میاں بیوی کے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں تو اندھا پن آتا ہے یا بچہ نابینا پیدا ہوتا ہے، کیا یہ حدیث پاک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیث پاک میں ہے کہ: "بوقت جماع، میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا نابینائی کا سبب ہے۔"

اس نابینائی کی وضاحت میں علمائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ: "یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل، دیکھنے والے کے اندھے ہونے کا سبب ہے اور یا پھر یہ مراد ہے کہ اس جماع سے پیدا ہونے والی اولاد کے اندھے ہونے کا سبب ہے۔ اور یا یہ مراد ہے کہ یہ دل کے اندھے ہونے کا سبب ہے۔ (العیاذ باللہ تعالی)"

علامہ علاء الدین علی بن حسام المتقی علیہ الرحمۃ (متوفی 975ھ) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال میں نقل فرماتے ہیں: "44839- إذا جامع أحدكم زوجته أو جاريته فلا ينظر إلى فرجها، فإن ذلك يورث العمى. "بقي بن مخلد، عد- عن ابن عباس؛ قال ابن الصلاح: جيد الإسناد"" ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی یا لونڈی سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے کہ اس سے اندھا پن پیدا ہوتا ہے، اس روایت کو بقی بن مخلد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا اور ابن الصلاح نے فرمایا: اس روایت کی سند عمدہ ہے۔ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج16، ص344، موسسۃ الرسالۃ)

ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری میں علامہ ابو العباس شہاب الدین، احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ (متوفی 923ھ) تحریر فرماتے ہیں: "وحديث النظر إلى الفرج يورث الطمس أي العمى. رواه ابن حبان وغيره في الضعفاء، وخالف ابن الصلاح فقال: إنه جيد الإسناد، محمول على الكراهة كما قال

الرافعي، واختلف في قوله يورث العمى فقيل في الناظر، وقيل في الولد وقيل في القلب" ترجمہ :اور یہ روایت کہ: عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اندھاپن پیدا کرتا ہے" اس کو ابن حبان وغیرہ نے ضعفاء میں روایت کیا، اور ابن الصلاح نے مخالفت کی اور فرمایا: یہ روایت جید الاسناد ہے۔ اور شرمگاہ کی طرف دیکھنے کی کراہت پر محمول ہے جیسا کہ رافعی نے فرمایا۔ پھر حدیث کے ان الفاظ: (اندھاپن پیدا کرتا ہے) کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ دیکھنے والے میں اندھاپن پیدا کرتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ بچے میں اور ایک قول یہ ہے کہ دل میں۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج 08، ص 120، المطبعة الکبری الامیریۃ، بولاق، قاہرہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''زوجین کا وقتِ جماع ایک دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہ جائز، بلکہ بہ نیتِ حسنہ مستحق وموجب اجر ہے کماروی عن نفس سیّدنا الامام الاعظم رضی تعالیٰ عنہ (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے) مگر اُس وقت رؤیتِ فرج (شرمگاہ کو دیکھنے) سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علمائے نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یاؤہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج 12، ص 270، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلے سسر سے بھی عورت کا پردہ ہوگا؟؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12225

تاریخ اجراء: 07ذوالقعدۃالحرام1443ھ/07جون2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی ماں نے دوسری شادی کرلی ہے، اب زید کی بیوی کا زید کے سوتیلے باپ سے پردہ ہوگا یا نہیں؟؟ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً تو یہ یاد رہے کہ عورت کا حقیقی سسر یعنی شوہر کا باپ تو عورت کا محرم ہوتا ہے اور یہ حرمت صرف نکاحِ صحیح سے ہی ثابت ہو جاتی ہے خواہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا پھر دخول نہ کیا ہو، لیکن سوتیلا سسر عورت کا محرم نہیں بنتا کہ وہ شوہر کا باپ نہیں اس لیے یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات سوتیلی ساس چونکہ بیوی کی ماں نہیں ہوتی اسی لیے اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔

لہذا پوچھی گئی صورت میں زید کی بیوی کا زید کے سوتیلے باپ سے پردہ کرنا شرعاً واجب ہے کہ وہ اس کے لیے نامحرم ہے، بلکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت کو اجنبی نامحرم کے مقابلے میں نامحرم رشتہ دار سے پردہ کرنے کی اور بھی زیادہ تاکید ہے۔

شوہر کا حقیقی باپ عورت کا محرم ہوتا ہے خواہ شوہر نے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔ جیسا کہ النتف فی الفتاوٰی میں مذکور ہے: "وأما الصھر فھم أربعة اصناف أحدھم ابو الزوج والجدود من قبل ابویه وان علوا یحرمون علی المرأة وتحرم ھي علیھم دخل بھا أو لم یدخل بھا" یعنی بہر حال سسرالی رشتے سے چار اقسام حرام ہیں، ان میں سے پہلی قسم شوہر کا باپ اور باپ کی طرف سے شوہر کے آباء و اجداد ہیں اگرچہ اوپر تک ہوں کہ یہ سب عورت پر حرام ہوتے ہیں اور عورت ان پر حرام ہے خواہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔"

(النتف فی الفتاوی، ج01، ص254، دار الفرقان، بیروت لبنان)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو اپنے سُسر کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: "نکاح مذکور جائز ہے قال اللہ عزوجل: واحل لکم ماوراء ذلکم۔ **علماء قاطبہ متون وشروح وفتاوی میں محرماتِ صہریہ** زوجاتِ اصول وفروع، **اصولِ وفروعِ زوجات بتاتے ہیں** نہ زوجہ اصولِ زوجہ،، اور سوتیلی ماں لفظ امہات میں ہرگز داخل نہیں،، اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔" (فتاویٰ رضویہ، ج 11، ص 312، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے** خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 414، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب؛** اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کریگی گنہگار ہوگی؛ اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت ورضاعت ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز۔ مصلحت وحالت پر لحاظ ہوگا۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپی زاد، خالہ زاد بھائی سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ **ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحموا الموت، رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیٹھ دیور تو موت ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اس روایت کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں، کی وضاحت کیا ہے؟

مجیب: مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2356

تاریخ اجراء: 28 جمادی الثانی 1445ھ / 11 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

فقہ حنفی میں ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے تو لا نکاح الا بولی (ولی کے بغیر نکاح نہیں) کا کیا جواب ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احناف کی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث ہے: "عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «الأيم أحق بنفسها من وليها" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنواری عورت اپنی جان کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم شریف، جلد 2، صفحہ 1037، حدیث 1421، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

سوال میں مذکور حدیث کے درج ذیل جوابات ہیں:

(1) یہ حدیث ضعیف یا کم از کم اس کی صحت میں اختلاف ہے، لیکن احناف کی دلیل میں جو حدیث ہے یعنی (کنواری عورت اپنی جان کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے) اس کی صحت پر اتفاق ہے تو مذکورہ ضعیف یا کم از کم مختلف فی الصحۃ حدیث، احناف کی متفق علی صحتہ حدیث کے معارض نہیں ہو گی۔

(2) یا یہ حدیث نابالغہ اور مجنونہ کے متعلق ہے کہ ان کا نکاح بالاجماع بغیر ولی منعقد نہیں ہوتا۔

بحر الرائق میں ہے" (نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي)۔۔۔ وأما ما رواه الترمذي وحسنه «أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل». وما رواه أبو داود «لا نكاح إلا بولي» فضعيفان أو مختلف في صحتهما فلن يعارضا المتفق على صحته" ترجمہ: آزاد مکلف عورت کا نکاح بغیر ولی بھی نافذ ہو جائے گا، بہر حال جس روایت کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا یعنی (جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر

نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے) اور جس روایت کو امام ابو داؤد نے روایت کیا یعنی (ولی کے بغیر نکاح نہیں) تو یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں یا ان کی صحت میں اختلاف ہے۔ (بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج3، ص117، دار الکتاب الإسلامي)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "قلت: المراد منه النكاح الذي لا يصح إلا بعقد ولي بالإجماع كعقد نكاح الصغيرة والمجنونة" ترجمہ: اس سے مراد وہ نکاح ہے جو بالاجماع ولی کے انعقاد کے بغیر منعقد نہیں ہوتا جیسے نابالغہ اور مجنونہ کا عقد نکاح کرنا۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد5، صفحہ2062،2061، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صفر کے مہینے میں منگنی کرنا کیسا ہے؟

مجیب: مولانا محمد ابوبکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1918

تاریخ اجراء: 05صفرالمظفر1445ھ /23اگست2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

اگر صفر کے مہینے میں کسی کی منگنی کرنی ہو تو کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! صفر کے مہینے میں منگنی کر سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں اور یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس مہینے میں بلائیں اترتی ہیں اس وجہ سے اس مہینے میں شادی، منگنی، سفر وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں، ان کا یہ اعتقاد سراسر باطل و بے بنیاد اور اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایسے باطل نظریات رکھتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نظریات کی نفی فرمائی جیسا کہ مشکوۃ المصابیح میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر" ترجمہ: "رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدویٰ نہیں یعنی بیماری اڑ کر لگنا اور متعدی ہونا نہیں اور نہ بد فالی کوئی چیز ہے اور نہ اُلّو کوئی چیز ہے اور نہ صفر کا مہینہ کوئی چیز ہے۔" (مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، ج8، ص394، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے اسی طرح کا ایک سوال پوچھا گیا کہ "ماہ محرم الحرام وصفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں" تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص265، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں خصوصاماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور انکو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہے حدیث

میں فرمایا کہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے۔" (بہار شریعت، ج3، ص659، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا دعوت ولیمہ وسیع پیمانے پر کرنا ضروری ہے؟

مجیب: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الآخر 1442ھ

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ باقاعدہ وسیع پیمانے پر ولیمہ کرے لہٰذا وہ شبِ زفاف کے بعد گھر میں ہی کھانا پکا کر سسرال کے کچھ افراد کو بلا کر دعوتِ ولیمہ کرلے، تو کیا اس کا ولیمہ ہو جائے گا؟ راہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ولیمہ ہو جائے گا، کیونکہ ولیمہ کے لئے یہ بات لازم و ضروری نہیں کہ زیادہ اہتمام کے ساتھ ہی کیا جائے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرے۔

صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: "رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری ہی سے ہو۔"

(بخاری، 777/2 ملخصاً)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرَّحمہ اس حدیثِ مبارک کے تحت فرماتے ہیں: "قاضی عیاض علیہ الرَّحمہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ولیمہ کی دعوت کے لئے زیادتی کی کوئی حد نہیں، اسی طرح کمی کی بھی کوئی حد نہیں، بلکہ جو چیز میسر ہو جائے وہ کفایت کرے گی، البتہ شوہر کی حیثیت کے مطابق ولیمہ کی دعوت کا ہونا مستحب ہے۔"

(فتح الباری، 293/9)

مراٰۃ المناجیح میں ہے: "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کرنا سنت ہے اور ولیمہ بقدرِ طاقت زوج ہو اس کے لئے مقدار مقرر نہیں۔"

(مراٰۃ المناجیح، 72/5 ملخصاً)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "ولیمہ کی دعوت سنت کے لئے کسی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں اگر دو چار اشخاص کو کچھ معمولی چیز اگرچہ پیٹ بھر نہ ہو اگرچہ دال روٹی چٹنی روٹی ہو، یا اس سے بھی کم کھلاویں سنت ادا ہو جائے گی، اور کچھ بھی استطاعت نہ ہو تو کچھ الزام نہیں۔"

(فتاویٰ امجدیہ،4/225،224،ملخصاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

زانی اور زانیہ کی اولاد کا باہم نکاح

مجیب: مولانا عبدالرب شاکر عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2555

تاریخ اجراء: 03 رمضان المبارک 1445ھ / 14 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مرد و عورت جو آپس میں زنا کرتے ہیں، لیکن شادی شدہ ہیں، ان کی اپنی اپنی اولادیں ہیں اپنے اپنے گھروں میں، تو اگر وہ اپنی اولادوں کا ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہیں، تو کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زنا کرنا، ناجائز و حرام، جہنم کا مستحق بنانے والا، بے حیائی پر مشتمل کام ہے۔ اس کی شدید مذمت قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس برے فعل سے بچنا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں ان دونوں پر شرعاً لازم ہے کہ توبہ کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے اس گناہ سے سچے دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہیں، البتہ وہ مرد و عورت جنہوں نے باہم زنا کیا، تو ان کی وہ اولاد جو کسی اور سے ہے (جیسے مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے شوہر سے) ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے، جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔

بحر الرائق میں ہے "أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا كما في الوطء الحلال ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها" ترجمہ: یہاں حرمتِ مصاہرت سے چار حرمات مراد ہیں، زانی کے نسبی و رضاعی اصول و فروع، زانیہ پر حرام ہیں اور زانیہ کے نسبی و رضاعی اصول و فروع، زانی پر حرام ہیں جیسا کہ حلال وطی کی وجہ سے ہوتا ہے، البتہ زانی کے اصول و فروع کے لئے زانیہ کے اصول و فروع حلال ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب النکاح، ج 3، ص 108، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

واقعات المفتین میں امام خواہر زادہ کی تجنیس کے حوالے سے ہے:"لا یحرم علی ولد الواطی ولا علی ابیہ ولد الموطوۃ ولا امھاتھا"ترجمہ:موطوءۃ(جس کے ساتھ وطی کی گئی) کی اولاد یامائیں،وطی کرنے والے کی اولاد یا باپ پر حرام نہ ہوں گی۔(واقعات المفتین،ص32،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بھائی، بہن کہنا کیسا؟

مجیب: مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Gul-2553

تاریخ اجراء: 22ذوالحجۃ الحرام 1443ھ /22جولائی 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہنسی مذاق میں بھائی بہن کہہ دیں جیسے بعض اوقات شوہر کے منہ سے بہن نکل جائے یا بیوی کے منہ سے بھائی نکل جائے، تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ سنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ کو بہن کہا تھا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کا اپنی بیوی کو ماں، بہن، بیٹی کہہ کر پکارنا یا یوں کہنا کہ تم میری ماں، بہن، باجی ہو، یا بیوی شوہر کو بھائی کہے، تو یہ سب صورتیں حرام ہیں، جن سے توبہ کرنا اس پر لازم ہے، البتہ اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہہ کر پکارا تھا، تو اس کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا مجبوری کے تحت توریہ کے طور پر کیا تھا، کیونکہ آپ کو ایک ظالم بادشاہ نے پکڑ لیا تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا، اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا تھا، اگر شوہر طلاق نہ دیتا، تو اسے قتل کر دیتا تھا، البتہ بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا تھا کہ یہ میری بہن ہیں اور مراد یہ لی تھی کہ دینی شریک بہن ہیں۔

سنن ابو داؤد شریف میں ہے: ”ان رجلا قال لامرتہ، یا اخیۃ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :اختک ھی، فکرہ ذلک ونھی عنہ“ یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اے میری بہن! کہہ کر پکارا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 319، حدیث 2210، مطبوعہ لاھور)

بیوی کو بہن کہنے کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ''زوجہ کو ماں، بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے، تو میری ماں، میری بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے، مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔'' (ملخص از فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ280، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاہور)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ''یہ لفظ کہ وہ میری بہن ہے، کہنا مکروہ وبُرا ہے، مگر اس سے طلاق یا ظہار نہیں ہوتا، کہ اس کے لیے تشبیہ کا لفظ ہونا ضروری ہے۔'' (فتاوی امجدیہ، جلد2، صفحہ284، مطبوعہ کراچی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہنے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی، نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہو گئی، ہاں صرف اتنی قباحت ہو گی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز حلال شے کو حرام نام سے تعبیر کیا، کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک وہ بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔ **پھر اگر مصلحت ہو، تو یہ قباحت بھی نہ رہے گی ''کقول سیدنا ابراھیم علیہ السلام لسیدتنا سارۃ رضی اللہ تعالی عنہا انہا اختی'' جیسا کہ سیدتنا حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا کہ بیشک یہ میری بہن ہے۔**'' (فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ313،312، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہن کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''توریہ سے مراد یہ ہے کہ ذو معنی والا لفظ بول کر بعید معنی مراد لینا ،ضرورت کے وقت توریہ بالکل جائز ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خلیل اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف براستہ مصر ہجرت کر کے جا رہے تھے کہ مصر سے گزرے، وہاں کا قبطی بادشاہ صادق ابن صادون بڑا ظالم تھا، جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا، اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا تھا، وہاں یہ واقعہ پیش آیا، اس ظالم نے پہلے تو آپ کو بلایا تاکہ آپ سے طلاق حاصل کر کے حضرت سارہ پر قبضہ کرے، آپ نے فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ میری بہن ہیں، وہ بے دین بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا، بلکہ خاوند سے بیوی کو طلاق دلواتا تھا، اگر طلاق نہ دیتا، تو اسے قتل کر دیتا تھا، آپ بہ تعلیم الٰہی اس کا یہ اصول جانتے تھے۔ آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر

جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو، تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرلے گا، اس طرح کہ مجھ سے تمہیں بذریعہ طلاق لے لے گا یا مجھے قتل کرادے گا، اگر وہ تم سے پوچھے، تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو، کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو، مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین تھے اور عورتوں میں حضرت سارہ بڑی حسینہ تھیں، بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت سارہ کی میراث تھا۔ حضرت سارہ ہاران کی بیٹی تھیں، ہاران اور آذر دونوں آپ کے چچا تھے، والد تارخ تھے، جو مؤمن تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورۃً اپنی بیوی کو بہن کہنا جائز ہے، اس سے ظہار نہیں ہو جاتا۔" (مراۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 409 تا 411، مطبوعہ لاہور)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی ساس کی بہن سے شادی کرنے کا حکم

مجیب: مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2577

تاریخ اجراء: 08 رمضان المبارک 1445ھ / 19 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرا سوال یہ ہے کہ کیا داماد اپنی ساس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے، داماد اپنی ساس کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا، کیونکہ ساس کی بہن اس کی بیوی کی خالہ بن رہی ہے اور شرعی اصول کے مطابق بھانجی، خالہ کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر اس شخص کی اپنی بیوی نکاح میں نہ رہی ہو (مثلاً طلاق دے دی اور اس کی عدت بھی گزر گئی یا بیوی فوت ہو گئی) تو اس صورت میں اگر کوئی اور ممانعت کی وجہ نہ ہو (مثلاً حرمت مصاہرت و رضاعت وغیرہ) تو وہ اپنی ساس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے، کیونکہ اس صورت میں بیک وقت بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا نہیں پایا جائے گا۔

چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں حدیث پاک ہے: واللفظ للبخاری "عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: **کوئی شخص عورت اور اس کی پھوپھی یا عورت اور اس کی خالہ کو ایک ساتھ (یعنی بیک وقت ایک نکاح میں) جمع نہ کرے**۔ (الصحیح البخاری، باب: لا تنکح المرأۃ علی عمتھا، ج 5، ص 1965، دار الیمامۃ، دمشق)

ملک العلماء امام ابو بکر بن مسعود بن کاسانی فرماتے ہیں: "والجمع بين المرأة وعمتها وبنتها وبين خالتها مما قد حرمه الله تعالى على لسان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - الذي هو وحي غير متلو على أن حرمة الجمع بين الأختين معلولة بقطع الرحم، والجمع ههنا يفضي إلى قطع الرحم، فكانت حرمة ثابتة بدلالة النص" ترجمہ: عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اور عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا

ان میں سے ہے کہ جس کو اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے زبان اقدس کے ذریعے حرام فرمایا جو ایسی وحی ہے جس کی (قرآن کی طرح) تلاوت نہیں کی جاتی (حرام اس وجہ سے ہے کہ) دو بہنوں کو جمع کرنے کے حرام ہونے کی علت صلی رحمی کا نہ ہونا ہے اور یہاں (یعنی پھوپی و بھتیجی اور خالہ و بھانجی) کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا بھی قطع رحم کی طرف لے جاتا ہے لہذا ان کا نکاح دلالت النص کی وجہ سے حرام ہے۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج 02، ص 263، دار الكتب العلمية، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "وہ دو عورتیں کہ اُن میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لیے حرام ہو (مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کرو تو بھائی، بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپی، بھتیجی کہ پھوپی کو مرد فرض کرو تو چچا، بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا یا خالہ، **بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا) ایسی دو ۲ عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا۔**" (بہار شریعت، ج 02، حصہ 07، ص 27، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلے بھائی بہن آپس میں محرم ہوتے ہیں؟ کیا ان کے مابین پردہ نہیں ہوتا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13211

تاریخ اجراء: 20 جمادی الثانی 1445ھ / 03 جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے دو شادیاں کی ہوئی ہیں، میری پہلی بیوی میں سے پانچ بچے ہیں جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد میں نے دوسری شادی ایک مطلقہ عورت سے کی جس کے سابقہ شوہر سے دو لڑکے ہیں۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا میرے سگے بچے یعنی بیٹیاں اور دوسری بیوی کے لڑکے آپس میں محرم ہیں یا نہیں؟ اگر محرم نہیں تو کیا ان کا آپس میں پردہ بھی ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کی بیٹیاں اور دوسری بیوی کے لڑکے آپس میں نامحرم ہیں کہ یہ بھائی بہن نہ تو باپ شریک ہیں اور نہ ہی ماں شریک ہیں، لہٰذا ان کی آپس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ ہمارے یہاں احتراماً رشتے کی بہن یا رشتے کا بھائی کہہ دیا جاتا ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب ان کے آپس کے معاملات سگے بہن بھائی والے ہو جائیں۔

یاد رہے کہ جس سے نکاح ہو سکتا ہے وہ محرم نہیں ہوتا اور جو نامحرم ہو، اس سے پردہ ضروری ہوتا ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں آپ کی دونوں لڑکیوں کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے پردہ ہوگا۔

محارم عورتوں کے ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" ترجمہ کنز الایمان: "اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 24)

رشتے کی بہن جو ماں باپ میں شریک نہ ہو اُس کے نامحرم ہونے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ہے: "رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں، یہ سب عورتیں شرعاً حلال

ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔قال اللہ تعالی "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُم" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 413، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا تھا، اس عورت کا ایک لڑکا اگلے مرد سے ہے اور اب جس مرد سے نکاح کیا، اس مرد کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے، اب دونوں لڑکے لڑکی باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**ان دونوں کا باہم نکاح ہو سکتا ہے کہ دونوں کا نہ ایک باپ ہے نہ ایک ماں**، قال اللہ تعالی "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُم"۔" (فتاوی امجدیہ، ج 02، ص 55، مکتبہ رضویہ، کراچی)

مفتی جلال الدین علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**مدخولہ بیوی کی اولاد جو دوسرے شوہر سے ہو ان سے اپنی اولاد کے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی خرابی نہیں۔**" (فتاوی فیض رسول، ج 01، ص 571، شبیر برادرز، لاہور)

عورت کا نامحرموں سے پردہ کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "**جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے، اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے**، خواہ فی الحال اس سے نکاح ہو سکتا ہو یا نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 415، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "**ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب۔**" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 240، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اجنبی کے مقابلے میں نامحرم رشتہ داروں سے پردے کی تاکید بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپی زاد، **خالہ زاد بھائی، یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں، بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا، اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی، اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔** لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا، ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: الحمو الموت، رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ جیٹھ دیور تو موت ہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 217، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا

مجیب: ابو حمزہ محمد حسان عطاری زید مجدہ

فتوی نمبر: Web:30

تاریخ اجراء: 01 جمادی الاولی 1442ھ / 17 دسمبر 2020ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ یہ پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے: "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تنکح المرأۃ علی عمتھا" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح کیا جائے۔ (الصحیح البخاری صفحہ 940، مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت)

البحر الرائق میں ہے: "لا یجمع الرجل بین امرأۃ وابنۃ أخیھا" ترجمہ: مرد کا پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ (البحر الرائق جلد 3 صفحہ 168، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بدائع الصنائع میں ہے: "من تزوج عمۃ ثم بنت أخیھا لا یجوز" ترجمہ: جس نے پھوپھی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی بھتیجی سے نکاح کیا تو یہ جائز نہیں۔

(بدائع الصنائع جلد 2 صفحہ 539، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: پھوپھی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح

میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزرے اس وقت تک اس کی پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد 11 صفحہ 294،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

بہار شریعت میں ہے: وہ دو عورتیں کہ ان میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لیے حرام ہو، جیسے پھوپھی، بھتیجی کہ پھوپھی کو مرد فرض کرو تو چچا، بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا۔

(بہار شریعت جلد 1 صفحہ 27،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ملخصا)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لڑکی کے نکاح کے وقت ولدیت میں پالنے والے شخص کا نام لینا

مجیب: مولانا فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1125

تاریخ اجراء: 17 جمادی الاولی 1445ھ /02 دسمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک شخص نے کسی کی لڑکی گود لی اور اس کی پرورش کی اور ولدیت میں اپنا نام لکھا، کیا اب نکاح کرتے وقت ولدیت کے طور پر اس کا نام لیا جاسکتا ہے؟ اس طرح کرنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح صحیح ہونے کے لیے دولہا اور دولہن کا ایک دوسرے اور گواہوں کے نزدیک صرف معین و ممتاز ہو جانا کافی ہے اور چونکہ نکاح کی وکالت لیتے وقت دلہن خود موجود ہونے کی وجہ سے معین ہوتی ہے لہذا اس وقت نام لینا ضروری نہیں، البتہ دولہا سے ایجاب کرواتے وقت دلہن کی تعیین ضروری ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جن کی ولدیت سے دلہن مشہور ہے اسی کا نام لیا جائے بلکہ یوں بھی ایجاب کروایا جاسکتا ہے کہ فلاں نام کی لڑکی جس سے آپ کا رشتہ طے ہوا تھا یا اس جیسے دیگر الفاظ کے ذریعے دلہن کو معین کر کے ایجاب کروایا جاسکتا ہے۔

یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ بچہ ہو یا بچی اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کرنا، ناجائز و حرام ہے لہذا نکاح نامہ اور دیگر کاغذات میں بطور ولدیت کے حقیقی والد کا ہی نام لکھنا لازم ہے، البتہ سرپرست کے طور پر پالنے والا یا گود لینے والے کا نام لکھا جاسکتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے "وظاھرہ انھا لو جرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشھود ایضا یصح العقد، لان المقصود نفی الجھالۃ وذلک حاصل بتعینھا عند العاقدین والشھود وان لم یصرح باسمھا، ویؤیدہ ماسیاتی من انھا لو کانت غائبۃ وزوجھا وکیلھا: فان عرفھا الشھود وعلموا انہ ارادھا کفی ذکر اسمھا، والا لا بد من ذکر الاب والجد ایضا۔" یعنی اگر نکاح کے مقدمات کسی معین عورت سے عقد پر واقع ہوئے اور گواہوں کے نزدیک بھی عورت کی پہچان ہوگئی تو عقد درست ہو جائے گا کیونکہ مقصود

جہالت کی نفی ہے عاقدین اور گواہوں کے نزدیک عورت کے متعین ہونے سے جہالت کی نفی حاصل ہو گئی اگرچہ عورت کے نام کی صراحت نہ بھی کی۔ اوراس کی تائید آنے والے کلام سے ہوتی ہے کہ اگر عورت غائب ہے اور عورت کے وکیل نے اس کا نکاح کیا تو اگر گواہوں نے عورت کو پہچان لیا اور جان گئے کہ کونسی عورت کا ارادہ کیا تو اس عورت کا نام ذکر کرنا کافی ہے ورنہ باپ اور دادا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ (ردالمحتار، جلد4، صفحہ87، مطبوعہ: کوئٹہ)

اسی میں ہے" الحاصل: ان الغائبة لا بدمن ذكر اسمها واسم ابيها وجدها وان كانت معروفة عند الشهود على قول ابن الفضل، وعلى قول غيره: يكفي ذكر اسمها ان كانت معروفة عندهم، والا فلا، وبه جزم صاحب الهداية في التجنيس وقال: لان المقصود من التسمية التعريف وقد حصل ، واقره في الفتح والبحر "یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ابن فضل کے قول کے مطابق غائب عورت کا نام اور اس کے والد، دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے اگرچہ گواہ عورت کو جانتے ہوں جبکہ دیگر کے قول کے مطابق گواہوں کے نزدیک عورت معروف ہو تو فقط اس کا نام ذکر کرنا کافی ہے ورنہ نہیں، صاحب ھدایہ نے تجنیس میں اس قول پر جزم کیا اور فرمایا: کیونکہ نام لینے سے مقصود پہچان ہے اور وہ حاصل ہو چکی ہے، فتح القدیر اور بحر میں اس قول کو برقرار رکھا گیا ہے ۔ (ردالمحتار، جلد4، صفحہ98، مطبوعہ: کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ: ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے مگر بوقت نکاح بکر قائم کرکے ایجاب وقبول ہوا تو ایسا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ تو جوابا ارشاد فرمایا: "اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کے کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔" (فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ250، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی وقارالدین قادری رضویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نکاح کی صحت کے لیے دونوں کا ایک دوسرے کے نزدیک متعارف ہونا شرط ہے۔ لہٰذا لڑکی سے جب وکالت حاصل کی جائے گی اور وکیل خاص شوہر کو بتائے گا، تو لڑکی جس نام سے مشہور ہے اور پہچانی جاتی ہے،،،، اگر اپنے اصل باپ کی نسبت سے مشہور ہے تو اس کا نام لے کر قبول کرلیا جائے۔ نکاح نامہ میں اصل باپ کا نام لکھا جائے اور سوتیلے باپ کی پرورش کردہ بیٹی لکھ دیا جائے۔" (وقارالفتاوی ، جلد3، صفحہ40، بزم وقارالدین، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

زوجہ کی بھانجی سے دوسری شادی کرلی اب کیا حکم ہے؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Aqs-871

تاریخ اجراء: 28 محرم الحرام 1438ھ / 30 اکتوبر 2016ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے دوسری شادی کی ہے جس کے 4 دن بعد پتہ چلا کہ یہ شادی میں نے پہلی بیوی کی بھانجی سے کرلی ہے، اب میرے لیے کیا حکم ہے جبکہ ہم میں میاں بیوی والا تعلق بھی قائم ہو چکا ہے۔ نیز اب میں کس کو اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟

نوٹ: دوسری شادی 6 سال بعد اولاد نہ ہونے کی وجہ سے کی ہے اور پہلی بیوی بھی نکاح میں ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں آپ پر لازم ہے کہ زوجہ کی بھانجی کی عدت گزرنے تک اپنی پہلی والی بیوی سے بھی دور رہیں اور بھانجی جس سے نکاح کیا تھا اس کو "میں نے تمہیں چھوڑ دیا" یا اسی طرح کا دوسرا جملہ کہہ کر فوراً خود سے الگ کر دیں نیز مقررہ مہر اور مہر مثل میں سے جو کم ہو وہ دیں، اب بھی پہلی بیوی نکاح میں ہے، اور اسی کو رکھ سکتے ہیں۔ اور بیوی کی جس بھانجی سے نکاح کیا اس پر آپ کے چھوڑنے کے وقت سے عدت گزارنا واجب ہے۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی یا عورت کی ایسی محرمہ جن میں سے ہر ایک کو اگر مرد فرض کیا جائے تو دوسری اس پر حرام ہوتی ہو، سے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح فاسد ہوتا ہے اور پہلی بیوی کے نکاح وغیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر اس صورت میں جب دوسری سے ہمبستری بھی کرلی تو اب پہلی بیوی سے دور رہنا بھی واجب ہو جاتا ہے۔

نیز جس سے بعد میں نکاح کیا ہے اس سے متارکہ یعنی اسے یہ کہنا کہ میں تمہیں چھوڑتا ہوں یا تمہیں الگ کرتا ہوں وغیرہ الفاظ کہہ کر الگ کرنا واجب ہوتا ہے اور ہمبستری کرنے سے جتنا مہر مقرر ہوا تھا وہ اور لڑکی کے خاندان کی اس

جیسی عورت کا نکاح کرنے پر جو مہر عام طور پر دیا جاتا ہو، ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ دینا لازم ہے۔ اور نکاح فاسد میں عدت کا وجوب متارکہ کے وقت سے ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رضاعی بہن کی سگی بہن سے نکاح کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13210

تاریخ اجراء: 19جمادی الثانی 1445ھ /02جنوری 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا کی تین بیٹیاں ہیں، میں ان کی بڑی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ بڑی بیٹی سے چھوٹی والی بیٹی نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ سب میری بہنیں ہوگئی ہیں، اس لئے میری اور ان کی بڑی کی بیٹی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ اس حوالے سے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی رضاعی بہن کی سگی بہن سے نکاح کرنا، جائز ہے، ایک بہن کے دودھ پی لینے کی وجہ سے اس کی سگی بہن، اس کے رضاعی بھائیوں کے لئے حرام نہیں ہوتی جب کہ کوئی اور وجہِ حرمت نہ پائی جاتی ہو۔ پوچھی گئی صورت میں آپ کے چچا کی وہ بیٹی جس نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا صرف وہ آپ کی رضاعی بہن کہلائے گی اس سے نکاح کسی صورت جائز نہیں، البتہ اس کی بڑی بہن سے آپ کا نکاح کرنا بالکل جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں ایک بہن کے دودھ پینے کی وجہ سے دوسری بہن بھی حرام ہوگئی، ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے، انہیں اس طرح کی باتیں کرنے سے اجتناب لازم ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: "یجوز للرجل أن یتزوج أخت أختہ من الرضاع وھذا ظاھر" یعنی مرد کے لئے اپنی رضاعی بہن کی بہن سے نکاح جائز ہے اور یہ ظاہر ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد4، صفحہ5، مطبوعہ: بیروت)

مبسوط میں ہے: "یتزوج أخت أختہ من الرضاع ومثلہ من النسب یحل لأنہ إذا تزوج أخت أختہ من النسب یحل ذلك بأن کان لہ أخ لأب وأخت لأم فلأخیہ لأبیہ أن یتزوج أختہ لإمہ لأنہ لا نسب بینھما موجب للحرمۃ فکذلك في الرضاع" یعنی اپنی رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور اس کی مثل

نسب سے حلال ہے، کیونکہ جب وہ اپنی نسبی بہن کی بہن سے نکاح کرے، تو یہ حلال ہے اس طرح کہ کسی کا باپ شریک بھائی ہو اور ایک ماں شریک بہن، تو اس کے باپ شریک بھائی کے لئے اس کی ماں شریک بہن سے نکاح جائز ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہیں جو موجبِ حرمت ہو، پس اسی طرح رضاعت میں ہے۔
(المبسوط لسرخسی، جلد5، صفحہ137، مطبوعہ: بیروت)

فتاوی فیض الرسول میں سوال ہوا: "زینب نے ہندہ کو دودھ پلایا، تو ہندہ کی بہن خالدہ کے ساتھ زینب کے لڑکے عابد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟"

اس کا جواب دیتے ہوئے فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خالدہ کا نکاح عابد کے ساتھ جائز ہے" (فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ729-730، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

غیر قوم میں شادی کرنا

مجیب: مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1037

تاریخ اجراء: 13 محرم الحرام 1445ھ / 01 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا غیر قوم میں شادی کرنا جائز نہیں ؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنی قوم میں لڑکے یا لڑکی کا اچھا رشتہ مل نہیں رہا ہوتا جب کہ دوسری قوم میں اگر کیا جائے تو اچھا رشتہ مل رہا ہوتا ہے، لیکن صرف اس وجہ سے شادی نہیں کرتے کہ وہ غیر قوم کے ہوتے ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب لڑکا اور لڑکی باہم ایک دوسرے کے کفو ہوں یعنی لڑکا لڑکی سے ذات، مال و دین میں کم تر نہ ہو اور دونوں صحیح العقیدہ ہوں تو اب اگرچہ لڑکا اور لڑکی ایک قوم کے نہ بھی ہوں والدین کو بلاوجہ ان کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

شیر خدا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یا علی! ثلاث لا توخرھا: الصلاۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفو“ یعنی اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ (1) نماز کا جب وقت آجائے (2) جنازہ جب موجود ہو (3) بے شوہر والی کا جب کفو مل جائے۔ (جامع الترمذی، صفحہ 225، الحدیث 1075، مطبوعہ: ریاض)

اس حدیث پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ایم بے خاوند والی بالغہ عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یعنی جب لڑکی کے لئے مناسب رشتہ مل جائے تو بلاوجہ دیر مت لگاؤ کہ اس میں ہزارہا فتنہ ہیں۔“ (مراۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 386، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اپنی برادری میں ہی شادی کرنا شرعاً ضروری نہیں، دوسری برادری میں بھی مناسب رشتہ مل جائے تو والدین کو چاہیے کہ شادی کر دیں، بلاوجہ شادی سے انکار نہ کریں۔ بہر حال یہ حکم اپنی جگہ باقی رہے گا کہ اگر والدین کسی بھی

وجہ سے وہاں شادی نہ کریں تو اولاد کو یہ اجازت نہیں کہ ازخود غیر محرم سے رابطہ کرے، اگر غیر محرم سے رابطہ رکھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اولاد کو چاہیے کہ والدین کی رضامندی سے ہی نکاح کرے کہ والدین اولاد کے لئے اچھا ہی سوچتے ہیں والدین کی رضامندی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی کی بیٹی سے شادی کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12995

تاریخ اجراء: 28 صفر المظفر 1445ھ / 15 ستمبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، جس سے اس کی ایک بیٹی تھی، عدت گزرنے کے بعد عورت نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس سے دو بیٹے بھی ہوئے، اس کے بعد اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس عورت کے دوسرے شوہر کا اس کی بیٹی جو کہ پہلے خاوند سے تھی اس سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ شخص کا اپنی مرحومہ بیوی کی بیٹی جو اس کے پہلے شوہر سے ہے، اس سے نکاح کرنا حرام ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنے کے بعد ازدواجی تعلقات قائم کر لئے گئے ہوں، اس کی بیٹی شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، بیوی کے فوت ہونے کے بعد بھی اس سے نکاح کرنا کسی صورت جائز نہیں۔

سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ (القرآن الکریم، پارہ 04، سورۃ النساء، آیت: 23)

امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "الربيبة من المراة المدخول بها حرام على الرجل" یعنی جس عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو، اس کی بیٹی مرد پر حرام ہے۔ (تفسیر نسفی، جلد 1، صفحہ 346، بیروت)

در مختار میں ہے: "حرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة" یعنی اپنی موطوءہ بیوی کی بیٹی مصاہرت کی وجہ سے حرام ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، جلد 3، صفحہ 30، مطبوعہ: بیروت)

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "اس آیہ کریمہ میں زنِ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی۔۔۔ مناطِ حرمت صرف وطی ہے اور حاصلِ آیتِ کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی، اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔" (فتاوی رضویہ ملتقطاً، جلد 11، صفحہ 355-354، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا زوجہ کی لڑکی سے اس کی موجودگی میں نکاح ہو سکتا ہے؟" آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "جس عورت سے نکاح کیا اور دخول بھی کر چکا، اس کی لڑکی حرام ہے، نہ عورت کی موجودگی میں اس سے نکاح کر سکتا ہے اور نہ اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "وَرَبَائِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ"۔" (فتاوی امجدیہ، جلد 2، صفحہ 89، مکتبہ رضویہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح میں گواہ ضروری ہیں یا نہیں؟

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

فتوی نمبر: WAT-1821

تاریخ اجراء: 26ذوالحجۃ الحرام1444ھ/15جولائی2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ لڑکی اور لڑکے کو صرف کلمہ پڑھا کر قبول کروالینے سے نکاح ہو جاتا ہے، گواہ ہونا ضروری نہیں ہے، تو بتائیے کہ صرف لڑکی اور لڑکا ہو اور مولوی صاحب پانچ ہزار روپے لے کر ان کو قبول کروادیں اور گواہ کوئی نہ ہو، تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مرد و عورت بغیر شرعی گواہوں کے تنہا خود ہی ایجاب و قبول کر کے نکاح کریں یا کوئی دوسرا شخص بغیر شرعی گواہوں کے صرف لڑکے اور لڑکی کی موجودگی میں ان کو ایجاب و قبول کروا کر نکاح کرادے، تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اگرچہ نکاح نامہ پر دستخط بھی کرلیں، کیونکہ نکاح کے لیے گواہوں کا ہونا شرط ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔" لہذا جب شرط (گواہوں کی موجودگی) ہی نہیں پائی جائے گی، تو مشروط (نکاح) بھی نہیں پایا جائے گا، لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر بغیر شرعی گواہوں کے نکاح پڑھایا گیا، تو وہ نکاح نہیں ہوا اور پڑھانے والے اس مولوی صاحب پر لازم ہے کہ فوراً سے پہلے اس کام سے باز آئے اور اللہ کریم کے حضور سچی توبہ بھی کرے۔ اور جو غلط مسئلہ بتایا اس سے رجوع بھی کرے۔

چنانچہ **بغیر گواہوں کے نکاح نہ ہونے کے متعلق** حدیث پاک میں ہے: "لا نکاح إلا بولی وشاھدین" ترجمہ: "ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔" (کنز العمال، کتاب النکاح، الباب الرابع، جلد16، صفحہ131، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بُرہانُ الدین مَرْغینانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 593ھ/1196ء) لکھتے ہیں: "ان الشھادۃ شرط فی باب النکاح، لقولہ علیہ السلام: لا نکاح الا بشھود" ترجمہ: نکاح کے معاملہ میں گواہ ہونا شرط ہے

، کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔ (الھدایۃ، کتاب النکاح، جلد2، صفحہ326، مطبوعہ: لاھور)

سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ) لکھتے ہیں: "نکاح کے لیے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے، صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کر لینے سے (بھی) نکاح نہیں ہو سکتا۔" (فتاوی رضویہ، کتاب النکاح، جلد11، صفحہ294، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کا بیوی کے مہر سے خریدی ہوئی چیز کھانا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13184

تاریخ اجراء: 05 جمادی الثانی 1445ھ / 19 اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی نے اپنے مہر کے پیسوں سے کوئی چیز خریدی تو شوہر وہ چیز کھا سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر بیوی اپنی دلی خوشی سے مہر کی رقم سے کوئی چیز منگوا کر شوہر کو دے، تو شوہر کا اسے کھانا گناہ نہیں بلکہ جائز اور باعث برکت ہے۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا" ترجمہ کنز الایمان: اور عورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ (پارہ 4، سورۂ نساء، آیت 4)

تفسیر بیضاوی و تفسیر ابی سعود میں ہے: "روی ان ناسا کانوا یتاثمون ان یقبل احدھم من زوجتہ شیئا مما ساقہ الیھا، فنزلت "یعنی مروی ہے کہ کچھ لوگ اپنی بیوی کی طرف اس چیز کو قبول کرنے سے بچتے تھے جو بیوی نے منگوائی ہو، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابی السعود، جلد 2، صفحہ 144، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے: "معناہ: فان وھبن ای الزوجات لکم یا ایھا الازواج بشیئ من المھر بطیبۃ انفسھن فخذوہ و کلوہ حال کونہ ھنیئا لا اثم فیہ، مریئا لا داء فیہ "یعنی اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پھر اے شوہرو! اگر تمہاری بیویاں مہر سے کوئی چیز اپنی خوشی سے تمہیں دیں، تو اسے لو اس حال میں کہ وہ خوشگوار ہے، جس میں کوئی گناہ نہیں، نفع بخش ہے جس میں کوئی بیماری نہیں۔ (تفسیرات احمدیہ، صفحہ 152، مطبوعہ: قزان)

بدائع الصنائع میں ہے: "أباح للأزواج التناول من مهور النساء إذا طابت أنفسهن بذلك، ولذا علق سبحانه وتعالى الإباحة بطيب أنفسهن "یعنی اللہ پاک نے شوہر کے لئے عورتوں کے مہر سے کھانا مباح قرار دیا بشرطیکہ وہ اس پر دل سے راضی ہوں اور اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اباحت کو ان کی دلی خوشی پر معلق فرمایا۔

(بدائع الصنائع، جلد2، صفحہ290، مطبوعہ: بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے: "عورت کے مہر کا پیسہ بہت مبارک ہے، اس میں شفا ہے" (تفسیر نعیمی، جلد4، صفحہ469، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

نکاح میں مطلق مہر ذکر کیا، تو کیا نکاح درست ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13138

تاریخ اجراء: 10 جمادی الاولی 1445ھ/25 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں مہر معجل یا مؤجل کا کوئی ذکر نہیں کیا، فقط مہر کا ذکر کیا تو کیا یہ کافی ہوگا؟ کیا اس صورت میں وہ نکاح درست ہوگا؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر مؤجل میں اصل تو یہ ہے کہ اس مہر کی مدت مقرر ہو، لیکن ہمارے عرف میں جب مہر مطلق رکھا جائے تو اس سے طلاق یا موت کے وقت اُس مہر کو وصول کرنا مراد ہوتا ہے، لہذا عرف و رواج کی بنا پر مطلق مہر کی ادائیگی طلاق یا موت تک مؤخر ہوگی اور نکاح کی دیگر تمام شرائط پائی جانے کی صورت میں نکاح بھی درست واقع ہوگا۔

چنانچہ فتح باب العنایۃ میں اس حوالے سے مذکور ہے: "(والمعجل والمؤجل)۔۔۔(إن بينا)۔۔۔۔(فذاك)۔۔۔(وإلا) وإن لم يبينا (فالمتعارف) فإن كانا في موضع يعجل فيه البعض، ويؤجل الباقي إلى الطلاق، أو الموت، ينظر كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر في متعارف ذلك القوم، فيجعل ذلك معجلا، والباقي مؤجلا۔" ترجمہ: "مہر معجل اور مہر مؤجل کو اگر بیان کیا گیا ہو تو اُسی کے مطابق مہر کی ادائیگی کے احکام نافذ ہوں گے، ورنہ اگر مہر میں تعجیل و تاخیر کچھ بیان نہ کی گئی ہو، تو پھر عرف و رواج کے مطابق احکام نافذ ہوں گے۔ پس اگر میاں بیوی ایسی جگہ ہوں جہاں کچھ مہر معجل ہوتا ہو اور باقی مہر طلاق یا موت تک مؤجل ہوتا ہو، تو اب دیکھا جائے گا اِس جیسی عورت کا ایسا مہر اُس کی اپنی قوم میں کتنا معجل ہوتا ہے، لہذا اتنا ہی مہر معجل ہوگا اور باقی مہر مؤجل ہوگا۔" (فتح باب العناية بشرح "النُّقاية"، كتاب النكاح، ج 02، ص 64، دار الأرقم، بيروت، ملتقطا)

فتاوی رضویہ میں ہے: "مہر تین قسم ہے۔۔۔۔ **تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، یُونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہریوں ہی بندھتے ہیں۔** اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو،

عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں۔ مہر معجل و مؤجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی، جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر معجل ہوگا، باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا مؤجل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرارداد تصریح بھی اُتنا معجل ہو جائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا۔" (فتاوی رضویہ، ج12، ص171، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "مہر میں جبکہ تعجیل و تاجیل کچھ بیان میں نہ آئی، نہ یہ شرط کی جائے کہ کل اس قدر پیشگی لیا جائے گا، نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اس وقت عرف و رواجِ بلد پر چھوڑا جائے گا۔" (فتاوی رضویہ، ج13، ص424، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "اگر مہرِ مطلق ہو اور وہاں کا عرف ہے کہ ایسے مہر میں کچھ قبل خلوت ادا کیا جاتا ہے تو اس کے خاندان میں جتنا پیشتر ادا کرنے کا رواج ہے، اس کا حکم مہرِ معجل کا ہے یعنی اس کے وصول کرنے کے لیے وطی و سفر سے منع کر سکتی ہے۔ اور اگر مہرِ مؤجل یعنی میعادی ہے اور میعاد مجہول ہے، جب بھی فوراً دینا واجب ہے۔ ہاں **اگر مؤجل ہے اور میعاد یہ ٹھہری کہ موت یا طلاق پر وصول کرنے کا حق ہے تو جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو وصول نہیں کر سکتی، جیسے عموماً ہندوستان میں یہی رائج ہے کہ مہرِ مؤجل سے یہی سمجھتے ہیں۔**" (بہار شریعت، ج02، ص75، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12784

تاریخ اجراء: 12 رمضان المبارک 1444ھ / 03 اپریل 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہندہ کا اپنے سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوتیلے باپ کا بھائی محرم نہیں لہذا پوچھی گئی صورت میں ہندہ کا اپنے سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے جبکہ حرمت کا کوئی اور سبب مثلاً رضاعت وغیرہ نہ پایا جائے۔ جیسا کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق سوتیلی ماں کی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محارم نہیں، ان سے نکاح جائز ہے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت: 24)

سوتیلی ماں کے رشتہ دار محرمات میں سے نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "علماء قاطبۃ متون وشروح وفتاوی میں محرمات صہریہ زوجات اصول وفروع اصول وفروع زوجات بتاتے ہیں نہ زوجہ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لایخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظ امہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۃ تحریم میں "حرمت علیکم امہاتکم" (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد "ولاتنکحوا مانکح اباؤکم" (جن سے تمھارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیونکر فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ **سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں، اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 312، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنانانا، نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ، سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج11، ص333، رضافاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رخصتی سے پہلے ہی جدائی ہو جائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہوگا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13051

تاریخ اجراء: 04ربیع الثانی1445ھ /20اکتوبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رخصتی سے پہلے ہی اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے، تو حق مہر کا کیا حکم ہو گا؟ جو مہر مقرر ہو چکا تھا کیا وہ مہر عورت کو ملے گا یا پھر اس پر شوہر ہی کا حق ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میاں بیوی کے درمیان اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے جدائی ہو جائے تو مہر مقرر ہونے کی صورت میں آدھا مہر شوہر پر دینا واجب ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ "۔ "ترجمہ کنز الایمان: "اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔" (القرآن الکریم: پارہ02، سورۃ البقرۃ، آیت 237)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(و) یجب (نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة)" یعنی دخول یا خلوت سے پہلے طلاق کی وجہ سے نصف مہر لازم ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج04، ص226-225، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "**اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی**، آدھا مہر ساقط ہو جائے گا، **نصف واجب الادا ہو گا۔**" (فتاوی رضویہ، ج11، ص281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت ہو ان سب سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے کہ جو مہر ہے اب اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔۔۔ **اگر مہر مؤکد نہ ہوا تھا اور شوہر نے طلاق دے دی تو نصف واجب ہو گا** اور اگر طلاق سے پہلے پورا مہر ادا کر چکا تھا تو نصف تو عورت کا ہوا ہی اور نصف شوہر کو واپس ملے گا مگر اس کی واپسی میں

شرط یہ ہے کہ یا عورت اپنی خوشی سے پھیر دے یا قاضی نے واپسی کا حکم دے دیا ہو اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شوہر کا کوئی تصرف اس میں نافذ نہ ہو گا، مثلاً اس کو بیچنا، ہبہ کرنا، تصدّق کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔" (بہارِ شریعت، ج02، ص 65، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا ماموں کی پوتی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12834

تاریخ اجراء: 28 شوال المکرم 1444ھ / 19 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ماموں کی پوتی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ماموں کی پوتی (ماموں زاد بھائی کی بیٹی) کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت وغیرہ نہ پائی جائے، کیونکہ قرآن عظیم میں جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور یہ لڑکی ان عورتوں میں سے نہیں۔

نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق چچا، تایا، پھوپھی، خالہ اور ماموں کی اولاد، پھر آگے ان کی اولاد سے نکاح حلال ہے شرعاً اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت: 24)

فتاوی شامی میں ہے: "تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال" یعنی پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 04، ص 107، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "زید و عمرو حقیقی چچا زاد بھائی ہیں اب عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں، یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت

ومصاہرت قائم نہ ہو۔قال اللہ تعالی "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُم" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔" (فتاوی رضویہ،ج 11،ص 413،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں سوال ہوا کہ "ہندہ کے لڑکے کا نکاح اس کے بھائی کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؟" اس کے جواب میں مذکور ہے: "نکاح مذکور بلاشبہہ جائز ہے اس لئے کہ جب ہندہ کے بھائی کی بیٹی سے اس کے لڑکے کا نکاح جائز ہے تو پوتی سے بدرجہ اولی جائز ہے کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے۔ بشرطیکہ دودھ وغیرہ کا رشتہ کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُم"۔" (فتاوی فقیہ ملت،ج 01،ص 399،شبیر برادرز،لاہور)

فتاوی بحر العلوم میں ہے: "چچا کی لڑکی یا پوتی سے شادی ہو سکتی ہے۔" (فتاوی بحر العلوم،ج 02،ص 495،شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا کزن (cousin) کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12467

تاریخ اجراء: 02 ربیع الاول 1444ھ / 29 ستمبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کزن (cousin) کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے؟ شرعاً اس میں کوئی حرج تو نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کزن (cousin) کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت وغیرہ نہ پائی جائے، کیونکہ قرآن عظیم میں جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور یہ لڑکی ان عورتوں میں سے نہیں۔

نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق چچا، تایا، پھوپھی، خالہ اور ماموں کی اولاد، پھر آگے ان کی اولاد سے نکاح حلال ہے شرعاً اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت: 24)

فتاوٰی شامی میں ہے: "تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال" یعنی پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، ج 04، ص 107، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "زید و عمرو حقیقی چچازاد بھائی ہیں اب عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا **چچازاد بھائی کی بیٹی شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔** قال اللہ تعالیٰ "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ

ذٰلِکُم" اللہ تعالٰی نے فرمایا: **محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج11، ص412، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملخصا)

مفتی خلیل میاں برکاتی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "**جس طرح چچا تایا کی بیٹی حلال ہے یوہیں چچازاد تایازاد بھائی کی بیٹی بھی حلال ہے** جبکہ کوئی اور مانعِ نکاح موجود نہ ہو۔ درِ مختار میں ہے: "حلال بنت عمہ و عمتہ و خالہ و خالتہ"۔" (فتاوی خلیلیہ، ج01، ص551، ضیاء القران، ملخصا)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جس عورت سے زنا کیا پھر اسی عورت سے نکاح کرنا

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12632

تاریخ اجراء: 04جمادی الثانی1444ھ/28دسمبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی لڑکا کسی لڑکی کے ساتھ پہلے زنا کرے اور پھر اسی لڑکی سے اس کا نکاح ہو جائے، تو کیا اس طرح ان کا نکاح ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زنا کرنا اور کروانا، گناہ، ناجائز و حرام اور جہنم کا مستحق بنانے والا، بے حیائی پر مشتمل کام ہے۔ زنا کرنے والے مرد اور زنا کروانے والی عورت دونوں پر سچے دل سے اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرنا لازم ہے، جہاں تک نکاح کا سوال ہے، تو اگرچہ ان دونوں نے شادی سے پہلے آپس میں زنا کیا، لیکن اس کے بعد شرعی تقاضوں کے مطابق ان کا آپس میں نکاح ہو گیا، تو یہ نکاح جائز ہے اور نکاح ہو جانے کے بعد ان دونوں کا آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا بھی شرعی طور پر حلال ہے، ماضی میں جو زنا ہوا، اس سے ان کے اس نکاح پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

زنا کے متعلق رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ” وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا “ترجمہ کنز الایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔ (پارہ15، سورۃ بنی اسرائیل، آیت32)

امام ابو بکر الجصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ” روی عن ابی بکر و عمر و ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر و مجاھد و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر فی آخرین من التابعین: ان من زنی بامراۃ او زنی بھا غیرہ فجائز لہ ان یتزوجھا۔۔۔۔فقھاء الامصار متفقون علی جواز النکاح وان الزنا لا یوجب تحریمھا علی الزوج ولا یوجب الفرقۃ بینھما “یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت مجاہد، حضرت سلیمان بن یسار اور حضرت سعید بن جبیر جو آخری تابعین میں سے ہیں رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین سے مروی ہے: جس نے کسی عورت سے زنا کیا یا کسی اور نے اس عورت سے زنا کیا، تو اس

کے لئے اس زانیہ عورت سے شادی کرنا، جائز ہے۔۔۔۔ فقہائے امصار اس بات پر متفق ہیں کہ زانیہ کا نکاح جائز ہے اور زنا سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہ ہو گی اور ان دونوں کے مابین جدائی بھی واجب نہیں ہو گی۔ (احکام القرآن للجصاص، جلد3، صفحہ346، مطبوعہ: بیروت)

محیطِ برہانی و فتاوی ھندیہ میں ہے: ''وفی مجموع النوازل: اذا تزوج امراۃ قدزنی بھا وظھر بھا حبل فالنکاح جائز عندالکل ولہ ان یطاھا عندالکل ''یعنی کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا، جس سے یہ خود زنا کر چکا ہے اور اسی کی وجہ سے عورت کا حمل ظاہر ہو چکا ہے تو تمام فقہا کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے اور تمام فقہا کے نزدیک وہ شخص اس عورت سے جماع کر سکتا ہے۔ (فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ280، مطبوعہ: کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے، پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے، تو وطی بھی کر سکتا ہے'' (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ34، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کے انتقال کے بعد عمر میں چھوٹے دیور سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12925

تاریخ اجراء: 03 محرم الحرام 1445ھ /22جولائی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے چار بچے ہیں اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور انتقال کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، تو کیا اس صورت میں اس عورت کا نکاح شوہر کے چھوٹے بھائی یعنی اپنے دیور سے ہو سکتا ہے، جبکہ اس عورت کی سب سے بڑی لڑکی اور اُس کے دیور کی عمر میں فقط چار سال کا ہی فرق ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں اس عورت کا اپنے دیور سے نکاح کرنا، جائز ہے جبکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو، کیونکہ قرآن عظیم میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے ان کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور بھابھی ان محرمات میں سے نہیں۔ نیز دیور کا اپنی بھابھی سے عمر میں کافی چھوٹا ہونا بھی وجہ ممانعت نہیں۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کے تفصیلی ذکر کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ"

ترجمہ کنزالایمان: "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (القرآن الکریم: پارہ 05، سورۃ النساء، آیت 24)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ایسی عورت جس کا خاوند مر جائے اُس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو** اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں، کوئی نئی شرط نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 290، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ، دادا، نانا، جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا، پوتا، نواسا، ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی

حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو، **باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق وانقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔**" (فتاوی رضویہ، ج11، ص467، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی جلال الدین علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "بڑا بھائی مر گیا ہے تو اس کی بیوی سے چھوٹے بھائی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**بھائی کی موت کے بعد اگر اس کی بیوی کی عدت** ختم ہو گئی ہے **تو چھوٹے بھائی سے اس کا نکاح کرنا، جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔**" (فتاوی فیض الرسول، ج01، ص578، شبیر برادرز لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12874

تاریخ اجراء: 29 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ/19 جون 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاطمہ نے احمد کو دودھ پلایا، پھر فاطمہ کا شوہر فوت ہو گیا تو فاطمہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔ جس سے ایک بیٹا علی پیدا ہوا۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا علی کا نکاح احمد کی بیٹی زینب سے ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی نہیں! پوچھی گئی صورت میں (علی) کا نکاح احمد کی بیٹی (زینب) سے نہیں ہو سکتا، یہ نکاح ناجائز و حرام ہے۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ احمد دودھ کے رشتے سے علی کا رضاعی بھائی لگا تو یوں احمد کی بیٹی زینب، علی کی رضاعی بھتیجی بنی۔ جس طرح سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہوتا ہے اسی طرح دودھ کے رشتے سے بھتیجی کا نکاح بھی حرام ہے کہ رضاعی رشتے میں نسبی رشتے کی طرح حرمت ہے، لہٰذا زینب، علی کے لیے محرم بن گئی، اس سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کو بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ" ترجمہ کنزالایمان: اور بھتیجیاں اور بھانجیاں (بھی حرام کی گئی ہیں) (پارہ 04، سورۃ النساء، آیت نمبر 23)

جو رشتے نسب سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" ترجمہ: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتے کی وجہ) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الخ، ج 01، ص 360، مطبوعہ کراچی)

فتاوی قاضی خان میں محرمات بالنسب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اما المحرمات بالنسب۔۔۔ کذلک بنات الاخ وان سفلن" یعنی محرمات بالنسب میں بھائی کی بیٹیاں نیچے تک شامل ہیں۔ (فتاوی قاضی خان، ج 01، ص 316، مطبوعہ کراچی، ملتقطاً)

رضاعی بھتیجی بھی حرام ہے۔ جیسا کہ برجندی شرح مختصر الوقایۃ میں ہے: "بنت الاخ یشمل البنت النسبیۃ للاخ الرضاعی "یعنی رضاعی بھائی کی سگی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔ (برجندی شرح مختصر الوقایۃ، ج02، ص06، مطبوعہ کوئٹہ، ملخصاً)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج11، ص491، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: **''اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس کی بیٹی اپنی بھتیجی اور محرم ہے۔''** (فتاوی رضویہ، ج11، ص493، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر احمد بخش کے جوف میں اس کی نانی کا دودھ پینے سے ایک بار بھی پہنچ گیا تو حرمتِ رضاعت کے لیے کافی ہے۔ احمد بخش، احمد علی کی لڑکی شافیہ کا چچا ہوا۔ وہ اس کی بھتیجی۔ چچا بھتیجی کا نکاح حرام۔'' (فتاوی مصطفویہ، ص342، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا رضاعی خالہ سے نکاح جائز ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12813

تاریخ اجراء: 12 شوال المکرم 1444ھ / 03 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا رضاعی خالہ سے نکاح جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رضاعی خالہ سے نکاح حرام ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں، رضاعت سے بھی حرام ہیں، لہذا حقیقی خالہ کی طرح رضاعی خالہ بھی محرمہ عورت ہے، اس سے نکاح کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا: "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔" ترجمہ کنزالایمان: (حرام ہوئیں تم پر) دودھ کی بہنیں۔ (پارہ 04، سورۃ النساء، آیت نمبر 23)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "دودھ پلانے والی کو شیر خوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیر خوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلائی کا شوہر شیر خوار کا باپ اور اس کا باپ شیر خوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلائی کے سوا اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ وہ قبل شیر خواری کے پیدا ہوا یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں اور **دودھ پلائی کی ماں** شیر خوار کی نانی اور اُس **کی بہن اس کی خالہ۔**" (تفسیر خزائن العرفان، ص 160، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جو رشتے نسب سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتوں) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الانساب۔الخ، ج 3، ص 170، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

فتاوی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں کچھ یوں مذکور ہے:"وأخو المرضعة خاله وأختها خالته"یعنی دودھ پلانے والی عورت کا بھائی بچے کا ماموں کہلائے گا اور اس کی بہن بچے کی خالہ کہلائے گی۔"(فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح، ج01، ص343، مطبوعہ پشاور)

النتف فی الفتاوی میں مذکور ہے:"فاما الحرام المؤبد فعلی وجھین احدھما نسب والآخر سبب فاما النسب فھو الرحم المحرم وھم اربعۃ اصناف۔۔۔۔الصنف الرابع :الاعمام والعمات والاخوال و الخالات۔۔۔۔۔فأما الرضاع فیحرم منہ مایحرم بالنسب من ذوی الرحم المحرم"ترجمہ:"بہر حال ابدی حرمت دو وجہوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک وجہ نسب ہے جبکہ دوسری وجہ سبب ہے۔نسب سے جو عورتیں حرام ہیں وہ ذو رحم محارم عورتیں ہیں جن کی چار اقسام ہیں۔۔۔۔چوتھی قسم:چچا،پھوپھی،ماموں اور خالہ ہیں۔۔۔۔رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو ذو رحم محارم کے رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔"(النتف فی الفتاوی، ص253، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ملتقطاً)

فتاوی رضویہ میں ہے:"سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص340، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بیوی اور اس کی بھانجی کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنے کا حکم

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-13082

تاریخ اجراء: 17 ربیع الثانی 1445ھ / 02 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد نے دو شادیاں کی، ایک بیوی کا نام زینب ہے، جس سے ان کی ایک بیٹی عافیہ ہے۔ عافیہ کی بیٹی خدیجہ ہے اور خدیجہ کی بیٹی مریم ہے۔ زاہد کی دوسری بیوی کا نام فاطمہ ہے جس سے ایک بیٹی عائشہ ہے جس کا نکاح غلام مصطفی سے ہو چکا ہے۔ اب مریم (جو کہ زاہد کی پرنواسی ہے) کا نکاح غلام مصطفی سے کیا جا رہا ہے۔ کیا مریم کا نکاح غلام مصطفی سے کرنا، جائز ہے جبکہ عائشہ (جو کہ زاہد کی بیٹی ہے) اس کے نکاح میں موجود ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جبکہ عائشہ غلام مصطفی کے نکاح میں موجود ہے، تو مریم کا نکاح غلام مصطفی سے کرنا، ناجائز و حرام ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے: ایسی دو عورتیں جو آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو بھی مرد فرض کیا جائے تو دوسری اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو، ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا، ناجائز و حرام ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ اگر عائشہ کو مرد فرض کیا جائے، تو مریم اس کی بھانجی کی بیٹی ہو گی، تو جس طرح اپنی بھانجی حرام ہے اسی طرح اس کی بیٹی بھی حرام ہے اور اگر مریم کو مرد فرض کرتے ہیں، تو عائشہ اس کی ماں کی خالہ ہے اور جس طرح اپنی خالہ حرام ہے، اسی طرح ماں کی خالہ بھی حرام ہے لہٰذا عائشہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے غلام مصطفی کا مریم سے نکاح جائز نہیں۔

بخاری شریف میں امام شعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تنکح المراۃ علی

عمتہا او خالتہا"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی پھوپھی یا اس کی خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔(صحیح بخاری، جلد 7، صفحہ 12، مطبوعہ: مصر)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:"ای یحرم الجمع بینھما سواء کانت عمۃ وخالۃ حقیقیۃ او مجازیۃ وھی اخت ابی الاب وابی الجد وان علا واخت ام الام وام الجدۃ من جھتی الام والاب وان علت فکلھن حرام بالاجماع ویحرم الجمع بینھما فی النکاح"یعنی ان دونوں کو جمع کرنا حرام ہے خواہ پھوپھی وخالہ حقیقی ہوں یا مجازی۔ مجازی پھوپھی دادا اور پردادا کی بہن ہے اگرچہ اوپر تک ہوں اور نانی و پرنانی کی بہن ماں اور باپ کی جہت سے اگرچہ اوپر تک ہوں، تو یہ تمام بالاجماع حرام ہیں اور ان کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، جلد 5، صفحہ 2076، مطبوعہ: بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے:"والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداھما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینھما برضاع او نسب لم یجز الجمع بینھما ھکذا فی المحیط"یعنی اصول یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں کہ ان میں سے کسی ایک کو مرد فرض کرلیا جائے تو ان دونوں کے درمیان رضاعت یا نسب کی وجہ سے نکاح جائز نہ ہو، تو ان دو عورتوں کو جمع کرنا، جائز نہیں، اسی طرح محیط میں ہے۔(فتاوی ہندیہ، جلد 1، صفحہ 277، مطبوعہ: کوئٹہ)

علامہ محمد بن ولی الازمیری حنفی (متوفی 1165) کمال الدرایہ میں فرماتے ہیں:"لا یجوز الجمع بین امراۃ وعمتہا وخالتہا وعمۃ امہا وخالۃ امہا وعمۃ ابیہا وخالۃ ابیہا وبنت اخیہا وبنت اختہا"یعنی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ، ماں کی پھوپھی اور خالہ، باپ کی پھوپھی اور خالہ، بھتیجی، اور بھانجی کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا، جائز نہیں۔(کمال الدرایۃ، جلد 3، صفحہ 39، مطبوعہ: بیروت)

بدائع الصنائع میں ہے:"من تزوج عمۃ ثم بنت اخیہا او خالۃ ثم بنت اختہا لا یجوز"یعنی جس نے پھوپھی سے نکاح کیا پھر اس کی بھتیجی یا خالہ سے نکاح کیا پھر اس کی بھانجی سے تو یہ نکاح جائز نہیں ہے۔(بدائع الصنائع، جلد 2، صفحہ 262، مطبوعہ: بیروت)

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:"ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، ابھی وہ عورت زندہ سلامت اس مرد کے نکاح میں موجود ہے، اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس عورت کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام؟"اس کے جواب میں امام

اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حرام ہے۔ اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا، جائز نہیں، یہاں ایسا ہی ہے اگر منکوحہ اولیٰ کو مرد فرض کرتے ہیں، تو وہ دوسری اس کی بھتیجے کی بیٹی اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجے کی بیٹی اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں، تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یونہی ماں کی“ (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 346۔347، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

نکاح فاسد کو فسخ کرنے اور اس کی عدت وغیرہ کے احکامات

مجیب: مولانا محمد سعید عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2217

تاریخ اجراء: 03 جمادی الاولی 1445ھ / 18 نومبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

بغیر گواہوں کے نکاح ہوا، پھر شوہر سے اس نکاح فاسدہ کو ختم کر دیا، اب عورت پر عدت لازم ہو گی یا نہیں؟ خواہ جسمانی تعلق قائم ہو یا نہیں، اور اس کے بعد دوبارہ اسی شخص سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے نکاح ہو تو اس نکاح کے منعقد ہونے کے لئے دو عاقل بالغ مسلمان مرد یا ایک عاقل بالغ مسلمان مرد اور دو عاقل بالغ مسلمان عورتوں کا گواہ ہونا شرط ہے، اور اگر ان گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح کیا گیا تو نکاح فاسد ہو گا۔

نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ:

اس میں مرد و عورت دونوں پر نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے، بلکہ اگر دوسرا موجود نہیں جب بھی فسخ کرنے سے فسخ ہو جائے گا، اس کا طریقہ یہ بھی ہے کہ:

مرد عورت کو اس طرح کے الفاظ کہے: میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے وغیرہا۔ واضح رہے کہ لفظ طلاق سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔

نکاح فاسد میں عدت:

اب نکاح فسخ ہونے کے بعد عورت پر عدت اس وقت لازم ہے جبکہ نکاح فاسد کے بعد وطی (ہمبستری) ہوئی ہو۔ اس عدت کا شمار وقت متارکہ یا فسخ سے کیا جائے گا، اور اگر وطی نہیں ہوئی خواہ خلوت صحیحہ ہو گئی ہو، تو عدت لازم نہیں۔

نکاح فاسد میں مہر:

یہی معاملہ مہر کے لازم ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی ہے کہ اگر وطی ہوگئی تو مہر مثل لازم ہے جبکہ مہر مثل کی مقدار مہر مسمی یعنی جسے عقد نکاح میں ذکر کیا، سے زائد نہ ہو، اور اگر زائد ہے تو پھر مہر مسمی دینا ہی لازم ہو گا، اور اگر وطی نہیں ہوئی تو کچھ بھی لازم نہیں۔

نکاح فاسد کے بعد اسی شخص سے شرائط کی موجودگی میں نکاح ہو سکتا ہے، اور نکاح صحیح کے بعد شوہر کو بدستور تین طلاقوں کا حق حاصل رہے گا۔

در مختار میں ہے "(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين۔۔۔مسلمين لنكاح مسلمة" ترجمہ: مسلمان عورت کے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو مسلمان، مکلف آزاد مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا شرط ہے۔ (در مختار، کتاب النکاح، ج 3، ص 23، 22، 21، دار الفکر، بیروت)

در مختار میں نکاح فاسد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود" ترجمہ: اور یہ وہ نکاح ہے، جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً گواہوں کا ہونا۔ (در مختار، ج 04، ص 274، دار عالم الکتب)

بہار شریعت میں ہے: "نکاح فاسد میں جب تک وطی نہ ہو مہر لازم نہیں یعنی خلوتِ صحیحہ کافی نہیں اور وطی ہوگئی تو مہر مثل واجب ہے، جو مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہے تو جو مقرر ہوا وہی دیں گے اور نکاحِ فاسد کا حکم یہ ہے کہ اُن میں ہر ایک پر فسخ کر دینا واجب ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے کے سامنے فسخ کرے اور اگر خود فسخ نہ کریں تو قاضی پر واجب ہے کہ تفریق کر دے اور تفریق ہوگئی یا شوہر مر گیا تو عورت پر عدّت واجب ہے جبکہ وطی ہو چکی ہو۔۔۔ نکاح فاسد میں تفریق یا متارکہ کے وقت سے عدّت ہے، اگرچہ عورت کو اس کی خبر نہ ہو۔ متارکہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے اور فقط جانا، آنا، چھوڑنے سے متارکہ نہ ہو گا، جب تک زبان سے نہ کہے اور لفظ طلاق سے بھی متارکہ ہو جائے گا۔۔۔ پھر اس سے نکاح صحیح کرنے کے بعد تین طلاق کا اسے اختیار رہے گا۔" (بہار شریعت ملتقطاً، ج 02، حصہ 07، ص 72، 73، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سیدہ کا غیر سید سے نکاح کا شرعی حکم؟

مجیب: ابوحذیفہ محمد شفیق عطاری

فتوی نمبر:WAT-1360

تاریخ اجراء:10رجب المرجب1444ھ/02فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا سید لڑکی کی شادی خان لڑکے سے کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سیدہ لڑکی کا نکاح ایسے لڑکے سے مطلقا ہو سکتا ہے، جو سید نہ ہو لیکن قریشی ہو، جبکہ جو لڑکا نہ سید ہو اور نہ قریشی ہو، جیسے سوال میں پوچھی گئی صورت میں خان لڑکا، اس سے نکاح کی درج ذیل مختلف صورتیں ہیں، جن میں سے بعض صورتوں میں نکاح جائز و درست ہے اور بعض میں نکاح ناجائز و باطل ہے یعنی نکاح نہیں ہو سکتا۔

(1) سیدہ کا نکاح غیر قریشی ایسے عالم دین سے ہو، جو مسلمانوں میں مشہور و معروف اور قابلِ تعظیم شمار کیا جاتا ہو، تو بھی مطلقاً نکاح ہو جائے گا۔

(2) سیدہ نابالغہ ہے اور اس کا نکاح غیر قریشی میں باپ دادا کے علاوہ کسی ولی مثلاً چچا وغیرہ نے کیا، تو باطل ہو گا یا باپ دادا پہلے بھی اپنی کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیرِ قریش کے ساتھ کر چکے ہیں، تو اب ان کا کیا ہوا نکاح بھی منعقد نہ ہو گا، باطل قرار پائے گا۔

(3) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی باپ، دادا یا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے لیکن اس نے نکاح سے پہلے اس شخص کو غیرِ قریشی جان کر واضح طور پر اس نکاح کی اجازت نہیں دی، تو مفتیٰ بہ قول پر بالغہ کا کیا ہوا نکاح باطل ہو گا۔

(4) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی باپ، دادا یا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے نکاح سے پہلے اس شخص کو غیرِ قریشی جان کر واضح طور پر اس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی نکاح جائز ہو گا۔

(5) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں، تو اپنی خوشی سے غیرِ قریشی سے نکاح کر سکتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیرِ قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان، ان میں جو عالمِ دین معظّم مسلمین ہو، اس سے مطلقا نکاح ہو سکتا ہے، ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں، تو نکاح باطل ہو گا، اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی لڑکی کا نکاح ایسے ہی کر چکے ہیں، تو اب ان کے کئے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں، تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ، دادا، پردادا، ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریش جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی جائز ہو گا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطلِ محض ہو گا۔'' (فتاوی رضویہ، ج 11، ص 716، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

والدین کا بیٹی کی شادی اس کی رضامندی کے بغیر کروانا

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-959

تاریخ اجراء: 01ذوالقعدۃ الحرام1444ھ /22مئی2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا والدین اپنی بیٹی کی شادی اس کی رضامندی کے بغیر کر سکتے ہیں؟ اگر بیٹی ابھی شادی کیلئے راضی نہ ہو رہی ہو، تو کیا والدین اس کی شادی کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاد جب بالغ ہو جائے تو والدین پر جو سب سے پہلی اور اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی مناسب جگہ اس کی شادی کر دیں بالخصوص لڑکی سے متعلق تو اسلامی تعلیمات ہی یہی ہیں کہ اس کا کوئی ہم کفو لڑکا مل جائے، تو اس کا نکاح کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

چنانچہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: "یا علي! ثلاث لا تؤخرھا: الصلاۃ إذا آنت، والجنازۃ إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لھا کفؤا" ترجمہ: اے علی (رضی اللہ عنہ)! تین چیزوں میں دیر نہ کرو: (1) نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے، (2) جنازہ میں جب آ جائے، اور (3) عورت (کے نکاح میں) جب تمہیں اسکا کوئی کفو (ہمسر) مل جائے۔ (سنن ترمذی، جلد1، صفحہ213، مطبوعہ، بیروت)

لہٰذا پوچھی گئی صورت میں جب والدین لڑکی کی شادی کروانا چاہتے ہوں، تو لڑکی کو چاہیئے کہ اس اہم امر کی تکمیل میں ان کا ساتھ دے۔ ہاں اگر رشتے پر کوئی اعتراض ہے، تو والدین سے بات چیت کر کے اس معاملہ کو حل کیا جائے۔ مطلقاً بلاوجہِ شرعی شادی سے ہی منع کرنا مناسب نہیں ہے کہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جن چیزوں کو سنت کا درجہ عطا فرمایا ہے ان میں سے ایک نکاح بھی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح میری سنت ہے۔ اور ارشاد فرمایا: جس نے نکاح کیا، تو بیشک اس نے اپنا آدھا ایمان بچا لیا، اب باقی آدھے میں اللہ

سے ڈرے۔ لہٰذا اولاد کو چاہیئے والدین کی اطاعت کرتے ہوئے اس اہم ذمہ داری کی تکمیل میں ان کا ساتھ دے، ان کی بات کو رد نہ کرے بلکہ ان کی رضامندی کو مد نظر رکھتے ہوئے جس مناسب جگہ وہ رشتہ کرنا چاہتے ہیں (اور عموماً والدین مناسب اور اچھی جگہ ہی اولاد کا رشتہ کروانے کے خواہاں ہوتے ہیں) اسے خوشی کے ساتھ قبول کرلے۔

بہر حال لڑکی بالغ ہو تو اس کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا والدین کو بھی چاہیئے کہ زبردستی کرنے کی بجائے لڑکی کی بھی بات سن کر اسے اعتماد میں لے کر اس کی شادی کا فیصلہ کریں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شوہر کا مہر معاف کروانا

مجیب: مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1979

تاریخ اجراء: 25صفر المظفر1445ھ /12ستمبر2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

والدین کی طرف سے مہر کی رقم جو مقرر ہوئی، نکاح کے بعد لڑکا لڑکی باہمی رضامندی سے وہ رقم کم کرسکتے ہیں؟ والدین نے بہت زیادہ مہر مقرر کیا ہو، جس کی وجہ سے شوہر بیوی کے حقوق پورے نہ کر پا رہا ہو، اور میاں بیوی دونوں چاہتے ہوں کہ مہر کی رقم کو کم کر دیا جائے، تاکہ جلدی مہر ادا ہو جائے، تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟ نیز اگر عورت چاہے تو مہر کی رقم شوہر کو معاف کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مہر عورت کا حق ہے اور جتنا مہر نکاح میں مقرر ہوا، شوہر پر اس کی ادائیگی لازم ہے اور مہر زیاد مقرر ہونے کی وجہ سے عورت کو پریشان کرنا تاکہ وہ مہر معاف کرے یا کم کرے ہر گز درست نہیں۔ البتہ اگر عورت عاقلہ بالغہ ہے اور اپنی خوشی سے مہر معاف کرے تو وہ اس کا حق رکھتی ہے۔ لیکن شوہر کا معاف کروانا کچھ مناسب نہیں اور اس پر جبر کرنا اور مختلف حیلے بہانوں سے اسے تکلیف پہنچانا تو ہر گز روا (جائز) نہیں۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـٴًـا مَّرِیْٓـٴًـا﴾ ترجمہ کنز العرفان: " اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔" (القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء، آیت:04)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت صدر الافاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: " عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مَہر کا کوئی جز وہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لیے انہیں مجبور کرنا، ان کے ساتھ بد خلقی کرنا نہ چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿طِبْنَ لَكُمْ﴾ فرمایا جس کے معنیٰ ہیں: دل کی خوشی سے معاف کرنا ۔" (تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النساء، آیت 04، ص153، مکتبۃ المدینہ)

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جبری مہر معاف کرانا درست نہیں، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:"وان حطت عن مھرھا صحّ الحط کذا فی الھدایة ولا بد فی صحّة حطّھا من الرضا حتی لو کانت مکرَھة لم یصحّ "یعنی عورت نے اپنا حق مہر معاف کر دیا، تو یہ ٹھیک ہے، بشرطیکہ اس کی مکمل رضامندی ہو، یہاں تک کہ اگر مجبور ہو کر معاف کیا، تو معاف نہیں ہو گا۔(الفتاوی الھندیة، ج1، ص313، مطبوعہ: پشاور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عورت بخوشی حق مہر کی رقم معاف کر دے، تو کیا اب اس رقم کا دوبارہ مطالبہ کر سکتی ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12854

تاریخ اجراء: 12 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ / 02 جون 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے صراحتاً اپنے حق مہر کی رقم شوہر کو معاف کر دے اور شوہر انکار بھی نہ کرے، تو اب بعد میں کسی بھی وجہ سے وہ دوبارہ شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت جب اپنی رضامندی وخوشی سے اپنا حق مہر معاف کر دے تو وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کیا ہو، لہذا پوچھی گئی صورت میں وہ عورت شوہر سے دوبارہ حق مہر کی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

یہ جواب سوال کے تناظر میں تھا کہ یہاں عورت نے حق مہر کی رقم معاف کی جو کہ دین کی صورت میں تھی۔ البتہ یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ اگر حق مہر میں کوئی معین چیز مثلاً معین زمین یا کوئی اور معین سامان طے کیا، تو اب مہر معاف کرنے سے معاف نہیں ہو گا کہ عین چیز میں معافی درست نہیں، لہذا اس صورت میں عورت کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔

مقررہ مہر بیوی کے بخوشی معاف کر دینے سے معاف ہو جانے کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِیۡضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیۡكُمۡ فِیۡمَا تَرٰضَیۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِیۡضَةِ ؕ" ترجمہ کنز الایمان: "تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرار داد (طے شدہ) کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اُس میں گناہ نہیں۔" (القرآن الکریم، پارہ 05، سورۃ النساء، آیت نمبر 24)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "خواہ عورت مہر مقرر شدہ سے کم کردے یا بالکل بخش دے یا مرد مقدار مہر کی اور زیادہ کردے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص 161، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: "(وصح حطھا) لکلہ او بعضہ (عنہ) قبل اولا" یعنی عورت کا اپنا سارا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کر دینا درست ہے، شوہر قبول کرے یا نہ کرے۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے: "(وصح حطھا)۔۔۔۔ولا بد من رضاھا۔ ففي ھبة الخلاصة خوفھا بضرب حتی وھبت مھرھا لم یصح لو قادرا علی الضرب۔۔۔ (لکلہ او بعضہ) قیدہ فی البدائع بما اذا کان المھر دینا ای دراھم او دنانیر لان الحط فی الاعیان لا یصح۔ بحر" یعنی حق مہر معاف ہونے میں عورت کا راضی ہونا ضروری ہے، خلاصہ میں ہے کہ شوہر نے عورت کو مار پیٹ کرنے کی دھمکی کے ذریعے خوف دلایا اور عورت نے مہر معاف کر دیا تو مہر معاف نہ ہوا جبکہ شوہر مار پیٹ کرنے پر قادر ہو۔۔۔۔ کل یا بعض مہر، اس مسئلے کو بدائع میں درہم و دینار سے مقید کیا ہے کیونکہ عین چیز میں معافی درست نہیں، بحر۔ (رد المحتار مع الدر المختار، ج 3، ص 113، مطبوعہ بیروت، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: "عورت کل مہر یا جز معاف کرے تو معاف ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو۔" (بہارِ شریعت، ج 02، ص 68، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "جب (عورت نے مہر) برضا و رغبت معاف کر دیا تو معاف ہو گیا، اور اب وہ مستحق نہ رہی۔" (فتاوی امجدیہ، ج 02، ص 143، مکتبہ رضویہ، کراچی)

فتاوی فقیہ ملت میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: "(پوچھی گئی صورت میں) اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے مقرر شدہ مہر بلا اکراہِ شرعی معاف کروالیا تو معاف ہو گیا۔ اب لڑکی کے والدین کا زید سے مہر کا مطالبہ کرنا سراسر زیادتی ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، ج 01، ص 419، شبیر برادرز)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بارات کے دو دن بعد ولیمہ کرنے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1412

تاریخ اجراء: 13 رجب المرجب 1445ھ / 25 جنوری 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

22 مئی کو بارات ہے آتے آتے دن بدل جائے گا اور 25 کو ولیمہ ہے تو سنت ادا ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ولیمہ کرنا سنت مستحبہ ہے، اس کا بارات سے ڈائریکٹ تعلق نہیں ہے کہ بارات کب شروع ہوئی کب ختم ہوئی، بلکہ اس کا تعلق شرعاً شبِ زفاف سے ہے کہ شب زفاف (جس رات میاں بیوی والے معاملات ہوں اس) کی صبح پہلے دن یا اس کے بعد دوسرے دن دعوت کا اہتمام ہو تو اس سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، ان دو دنوں کے بعد جو دعوت کی جائے وہ ولیمہ نہیں، لہٰذا اسی اعتبار سے ولیمہ کی تاریخ رکھ لی جائے، اگر ایسا نہ ہو سکے تو دعوت ولیمہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ سب کو بلا کر بڑے پیمانے پر ہال وغیرہ میں ہو تب ہی ولیمہ ہو گا بلکہ اگر بڑے پیمانے پر بعد میں کبھی بھی دعوت کی جائے لیکن شبِ زفاف کے بعد دو دن کے اندر اندر مختصر سی چند دوست واحباب کی بھی دعوت کر لی جائے تو سنت ولیمہ کے لیے کافی ہے۔

اس متعلق تفصیلی معلومات کے لیے نیچے دیے گئے لنک سے تفصیلی فتوے کا مطالعہ فرمالیں۔

https://daruliftaahlesunnat.net/ur/walime-ke-bare-me-chand-ahkam

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کیا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی محرم ہے؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor-12827

تاریخ اجراء: 24 شوال المکرم 1444ھ / 15 مئی 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی بھی محارم عورتوں میں داخل ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بھتیجی محرمات میں داخل ہے، اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اس حرمت میں بالاجماع بھتیجی کی اولاد در اولاد نیچے تک شامل ہے۔ یہ سب چچا پر حرام ہیں، لہٰذا سوتیلی بھتیجی (یعنی باپ شریک بھائی کی بیٹی) کی بیٹی بھی محارم عورتوں میں داخل ہے کہ بھائی، سگا ہو یا ماں شریک یا باپ شریک وہ بھائی ہی ہوتا ہے، اس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ لہٰذا ان کی اولاد بھی حرام ہو گی۔

<u>سوال میں جو باپ شریک بھائی کی بیٹی کی بیٹی کے متعلق پوچھا گیا یہ بھی محرمہ عورت ہے اور اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔</u>

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کو بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: حرام ہوئیں تم پر بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ (القرآن الکریم، پارہ 04، سورۃ النساء، آیت: 23)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: **"<u>یہ سب سگی ہوں یا سوتیلی۔</u>"** (تفسیرِ خزائن العرفان، ص 160، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بدائع الصنائع میں مذکور ہے:"**قولہ تعالی:{**وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ}وبنات بنات الأخ والأخت وإن سفلن بالإجماع "یعنی ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "حرام ہوئیں تم پر بھتیجیاں اور بھانجیاں "اس حرمت میں بالاجماع بھائی اور بہن کی بیٹی کی اولاد نیچے تک داخل ہے۔(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، ج02، ص257، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے:"لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایااور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا، معالم التنزیل میں ہے:"یدخل فیھن بنات اولادالاخ والاخت وان سفلن "یعنی ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔"(فتاوی رضویہ، ج11، ص406، رضافاونڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:"**جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولاد در اولاد کتنی ہی دور سلسلہ جائے، سب حرام ہیں**، بنات پوتیوں نواسیوں دور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے۔۔۔۔فرمایا:"وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔" ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔"
(فتاوی رضویہ، ج11، ص447، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے:"بھتیجی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔"(بہارِ شریعت، ج02، ص22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا تھا؟

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1909

تاریخ اجراء: 23 محرم الحرام 1445ھ / 11 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر کتنا تھا، سنا ہے کہ 400 اونٹ تھا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حق مہر، 400 اونٹ ہونے کی روایت نہیں ملی، اس کے علاوہ سیرت کی کتابوں میں اس کے متعلق تین روایات ملی ہیں:

جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر بارہ اُوقیہ سونا اور ایک نش مقرر کیا گیا تھا، جو کہ پانچ سو درہم بنتے ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ مہر میں بیس جوان اونٹ دیے گئے تھے۔

ان اقوال میں علمائے کرام نے یہ تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے کہ پانچ سو درہم کے بدلے میں بیس جوان اونٹ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابو طالب نے مذکورہ یعنی پانچ سو درہم مہر دیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے اُونٹ دیے ہوں اور یوں یہ سب مل کر حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ہو۔

السیرۃ الحلبیہ میں ہے "ذكر أبو الحسين بن فارس وغيره أن أبا طالب خطب يومئذ فقال: الحمد لله الذي جعلنا من ذرية إبراهيم وزرع إسمعيل۔۔۔ ثم إن ابن أخي هذا محمد بن عبد الله لا يوزن به رجل إلا رجح به شرفا ونبلا وفضلا وعقلا۔۔۔ **وقد بذل لها من الصداق ما عاجله وآجله اثنتي عشرة أوقية ونشا: أي وهو عشرون درهما والأوقية: أربعون درهما، أي وكانت الأواقي والنش من ذهب كما قال المحب الطبري: أي فيكون جملة الصداق خمسمائة درهم شرعي. وقيل أصدقها عشرين بكرة، أي كما تقدم، أقول: لا منافاة لجواز أن تكون البكرات عوضا عن الصداق المذكور، وقال**

بعضھم: یجوز أن یکون أبو طالب أصدقھا ما ذکروزاد صلی اللہ علیہ وسلم من عندہ تلک البکرات فی صداقھا فکان الکل صداقا، واللہ أعلم" (السیرۃ الحلبیۃ، باب: تزوجہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ بنت خویلد رضی اللہ عنھا، ج:1، ص:201۔202، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سید مرد کا غیر سیدہ سے نکاح کرنا کیسا؟

مجیب: ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

فتوی نمبر: Nor:12976

تاریخ اجراء: 11 صفر المظفر 1445ھ /29 اگست 2023ء

دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سید مرد اگر کسی غیر سیدہ عورت سے اپنا نکاح کرے تو کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سید مرد کا اپنا نکاح غیر سیدہ عورت سے کرنا، جائز ہے اگرچہ وہ عورت نسب کے اعتبار سے سید مرد سے کم ہو کیونکہ کفاءت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے۔ عورت اگرچہ کفو مثلاً نسب وغیرہ میں مرد سے کم مرتبہ ہو، اس سے مرد کا نکاح کرنا، جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "یعتبر ان یکون الرجل مکافئا لھا فی الاوصاف الآتیۃ بان لا تکون دونھا فیھا و لا تعتبر من جانبھا بان تکون مکافئۃ لہ فیھا بل یجوز ان تکون دونہ فیھا" یعنی کفو ہونے کے معاملے میں آئندہ سطور میں بیان ہونے والے اوصاف کا مرد میں ہونا معتبر ہے کہ مرد ان اوصاف میں عورت سے کم تر نہ ہو۔ عورت کی جانب کا اعتبار نہیں، عورت مرد کے مساوی نہ ہو بلکہ کم تر ہو تو بھی نکاح جائز ہے۔ (ردالمحتار، جلد 3، صفحہ 84، مطبوعہ: بیروت)

اسی میں ہے: "اذا تزوج بنفسہ مکافئۃ لہ او لا فانہ صحیح لازم۔۔۔۔ نکاح الشریف الوضیعۃ لازم" یعنی جب کسی مرد نے اپنا نکاح کفو والی عورت سے کیا یا بغیر کفو والی سے کیا تو یہ نکاح صحیح و لازم ہے۔ سید مرد کا غیر سیدہ کم مرتبہ عورت سے نکاح بھی لازم ہے۔ (ردالمحتار، جلد 3، صفحہ 85، مطبوعہ: بیروت، ملتقطا)

بہارِ شریعت میں ہے: "کفو کے یہ معنی ہیں کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو۔ کفاءت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے، عورت اگرچہ کم درجہ کی ہو اس کا

اعتبار نہیں۔۔۔۔ کفاءت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے (1) نسب (2) اسلام (3) حرفہ (4) حریت (5) دیانت (6) مال" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ53، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں" (فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ716، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنے کا حکم

مجیب: فرحان احمد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-533

تاریخ اجراء:08ربیع الاول1444ھ/05اکتوبر2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی زوجہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ پھوپھی اور بھتیجی دونوں کا ایک وقت میں ،ایک ہی شخص کے نکاح میں ہونا جائز نہیں ہے، حتی کہ یہ پابندی محض طلاق دینے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے بعد عدت کا گزرنا بھی ضروری ہے لہذا اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ اپنی بیوی کی بھتیجی سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک اس کی بیوی کی عدت ختم نہ ہو جائے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکح المراۃ علی عمتھا و لا علی خالتھا"یعنی:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر، یا اس کی خالہ پر نکاح نہ کیا جائے۔(صحیح مسلم،جلد1،صفحہ453،مطبوعہ:کراچی)

بدائع الصنائع میں ہے: "من تزوج عمۃ ثم بنت اخیھا۔۔۔لا یجوز"یعنی:جس نے پھوپھی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی بھتیجی سے نکاح کیا تو یہ جائز نہیں۔(بدائع الصنائع،جلد3،صفحہ421،دار الحدیث القاھرہ)

فقیہ اعظم، مفتی نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک عورت جو کہ اپنے خاوند کے گھر زندہ اور آباد ہے، اس عورت کی بھتیجی اس کی موجودگی میں اس کے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوابا ارشاد فرمایا:"شرع مطہر میں اس کی اجازت قطعاً نہیں کہ ایک شخص کے نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی جمع ہو سکیں

۔(فتاوی نوریہ،جلد2،صفحہ462،ناشر دار العلوم حنفیہ فریدیہ اوکاڑہ)

شادی میں دیے جانے والے نیوتا کا حکم

مجیب: مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری 2017

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے خاندان میں ولیمہ وغیرہ دعوتوں کے مواقع پر کچھ نہ کچھ پیسے دیئے جاتے ہیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ جب ہمارے ہاں شادی وغیرہ ہو گی تو یہ کچھ زیادتی کے ساتھ ہمیں مل جائیں گے مثلاً 1000 ہم نے دیا ہے تو یہ 1500 دیں گے اور ہم اگلی بار اس سے بھی کچھ زیادہ دیں گے، یہ باقاعدہ رجسٹر پر لکھا بھی جاتا ہے، اگر بالکل ہی وہ نہ دے تو ناراضگی کا اظہار اور برا بھلا بھی کہا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر (پوچھنے کی بات) یہ ہے کہ مذکورہ صورتِ حال میں پہلے کم پیسے دینا پھر زیادہ پیسے لینا اور بالکل ہی نہ دیں تو ناراضگی کا اظہار کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: محمد سعید عطاری (مدرس کورس، صدر، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شادی اور دیگر مواقع پر جو رقم دی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں: (1) جہاں برادری نظام ہے اور وہ اس رقم کو باقاعدہ لکھتے ہیں کہ کس نے کتنا دیا ہے پھر جب دینے والے کے گھر کوئی دعوت ہوتی ہے تو یہ اس سے کچھ زیادہ رقم دیتا ہے، یہ بھی اس رقم کو لکھتا ہے۔ اس رقم کا حکم یہ ہے کہ یہ لینا جائز ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا اور نہ ہی اس میں برکت ہوتی ہے البتہ اس رقم کا واپس کرنا فرض ہے اور اس صورت میں جس نے بغیر کسی عذرِ شرعی کے وہ رقم واپس نہیں کی، اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا اور اسے برا بھلا کہنا جائز و درست ہے۔ (2) جہاں برادری نظام نہیں ہے یا غیر برادری کے لوگ عقیدت یا دوستی یا خیر خواہی کی نیت سے دیتے ہیں تو بلا اجازتِ شرعی اس کا مطالبہ کرنا یا نہ دینے پر ناراض ہونا، اس پر طعن و تشنیع کرنا (برا بھلا کہنا) غلط و باطل ہے۔ مذکورہ حکم کی وجہ یہ ہے کہ جہاں برادری نظام میں اسے لکھ کر رکھتے ہیں وہاں یہ رقم دوسرے شخص پر قرض ہوتی ہے، پھر جب وہ اس رقم کو لوٹاتا ہے تو اس پر مزید کچھ قرض چڑھا دیتا ہے مثلاً یہ 1000 روپے دے کر آیا تھا تو وہ اسے 1500 دیتا ہے جس میں 1000 کے ذریعے قرض سے سبکدوش ہوتا ہے اور باقی 500 اس پر مزید قرض ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ رقم لینے والے پر قرض ہے اس لیے اس کی ادائیگی کرنا فرض ہے اور اگر یہ بلا اجازتِ شرعی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو اس پر اظہارِ ناراضگی و مطالبے میں سختی فی نفسہٖ (بذات خود) جائز لیکن عرفاً معیوب (برا) اور عموماً دوسرے کثیر گناہوں مثلاً قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق توڑ دینا) وغیرہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

اور جہاں برادری سسٹم نہیں یا غیر برادری کے لوگ عقیدت یا دوستی میں دیتے ہیں وہاں یہ رقم ہدیہ و تحفہ ہوتی ہے اور اس کے تمام احکام یہاں بھی جاری ہوں گے لہٰذا مثلاً کسی نے 1000 روپے دیئے اور اس نے لے کر خرچ کر لیے تو اب دینے والا اس رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور جب لینے والے پر واپس کرنا ہی ضروری نہیں تو نہ دینے کی وجہ سے اس پر اظہارِ ناراضگی اور طعن و تشنیع کرنا بہت قبیح (بُرا) اور بری حرکت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ بہر صورت (ہر حال میں) ہونا یہ چاہیے کہ اس رسم کو ختم کیا جائے اور صرف رضائے الٰہی پانے کے لیے جس کے ہاں دعوت ہو اسے رقم وغیرہ دی جائے تاکہ ہمیں اس پر ثواب بھی ملے اور برکت بھی۔ اور جو یہ چاہتے ہوں کہ ہم اس قرض سے بچ جائیں انہیں چاہیے کہ ابتدا میں ہی لوگوں سے کہہ دے کہ میں قرض لینا نہیں چاہتا، اگر مجھ سے ممکن ہوا تو میں بھی دینے والے کی تقریب میں کچھ خرچ کر دوں گا۔ اس طرح جو رقم ملے گی وہ قرض نہیں، تحفہ ہو گی اور بعد میں واپس نہ بھی کی تو اس پر کوئی مواخذہ (بُرا) نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے (وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی۔ (پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 39) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست احباب اور آشناؤں (جاننے والوں) کو یا اور کسی شخص کو اس نیّت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا، یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہو گی کیونکہ یہ عمل خالصاً لِلّٰہ تعالیٰ (اللہ کی رضا کے لیے) نہیں ہوا۔'' (تفسیر خزائن العرفان، صفحہ 754، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: فتاوی خیریہ میں ہے: شادی وغیرہ میں ایک شخص جو چیزیں دوسرے کو بھیجتا ہے، اس کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا ان کا حکم قرض کی طرح ہے اور اسے ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ جواب ارشاد فرمایا: اگر عرف یہ ہو کہ لوگ بدل کے طور پر دیتے ہیں تو ادائیگی لازم ہے، اگر دی جانے والی مثلی ہے تو اس کی مثل لوٹائے اور قیمتی ہے تو قیمت واپس کرے۔ اور اگر عرف اس کے خلاف ہو اور دینے والے یہ چیزیں بطور تحفہ دیتے ہوں نیز اس کے بدلے میں ملنے والی چیز کی طرف ان کی نظر نہ ہوتی ہو تو یہ تمام احکام میں ہبہ (تحفے کے طور پر دی گئی چیز) کی طرح ہے لہٰذا اس چیز کے ہلاک ہونے یا اس کو ہلاک کرنے کے بعد رجوع نہیں ہو سکے گا (یعنی اسے واپس نہیں لوٹایا جا سکے گا)۔ اور اس معاملے میں اصل یہ ہے کہ جو معہود (ذہن میں طے) ہوتا ہے وہ مشروط کی طرح ہی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عرف ہمارے شہروں میں بھی پایا جاتا ہے، ہاں بعض علاقوں میں لوگ اسے قرض شمار کرتے ہیں یہاں تک کہ ہر دعوت میں وہ ایک لکھنے والے کو بلاتے ہیں جو انہیں ملنے والی چیزیں لکھتا ہے اور جب دینے والا کوئی دعوت کرتا ہے تو وہ اسی لکھے ہوئے کی طرف مراجعت کرتا (دیکھتا) ہے اور پہلا دوسرے کو اسی طرح کی چیز دیتا ہے جیسی اس نے دی تھی۔ (ردالمحتار، کتاب الہبہ، جلد 8، صفحہ 583، کوئٹہ) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''نیوتا وصول کرنا شرعاً جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 268، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیا لاہور) ایک اور مقام پر آپ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: ''اب جو نیوتا جاتا ہے وہ قرض ہے، اس کا ادا کرنا لازم ہے، اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہو گا والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ (اور یہ مسئلہ فتاوی خیریہ میں ہے۔) چارہ کار (بچنے کی صورت) یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطورِ امداد عنایت فرمائیں،

مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہوا تو ان کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا، اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمہ قرض نہ ہوگا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہو گیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 586، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیا لاہور) سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ قرض کی وصولی کے متعلق فرماتے ہیں: ''قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بے جا سختی نہ ہو: (وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ) (ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔)

اور اگر مدیون (مقروض) نادار (مفلس) ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لَیت ولَعل (ٹال مٹول) کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع و ملامت (برا بھلا کہنا) جائز۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَلَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ مَالَهُ وَعِرْضَهُ (ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، غنی کا (ادائے قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور مال ہوتے ہوئے ٹال مٹول کرنا اس کے مال اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔)'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 585-586، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیا لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں اس کے متعلق ہندوستان میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں، ہر شہر میں ہر قوم میں جدا جدا رسوم ہیں، ان کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا۔ عموماً رواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والے یہ چیزیں بطور قرض دیتے ہیں اسی وجہ سے شادیوں میں اور ہر تقریب میں جب روپے دیئے جاتے ہیں تو ہر ایک شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں جب اُس دینے والے کے یہاں تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جاچکا ہے فہرست نکالتا ہے اور اُتنے روپے ضرور دیتا ہے جو اُس نے دیئے تھے اور اس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی ہے اور موقع پاکر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے کا روپیہ نہیں دیا اگر یہ قرض نہ سمجھتے ہوتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو عموماً ہندوستان میں ہے۔'' (بہار شریعت، جلد 3، صفحہ 79، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نیوتا بھی بہت بری رسم ہے جو غالباً دوسری قوموں سے ہم نے سیکھی ہے اس میں خرابی یہ ہے کہ ہم نے کسی کے گھر چار موقعوں پر دو دو روپے دیئے ہیں تو ہم بھی حساب لگاتے رہتے ہیں اور وہ بھی جس کو یہ روپیہ پہنچا۔ اب ہمارے گھر کوئی خوشی کا موقع آیا ہم نے اس کو بلایا تو ہماری پوری نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص کم از کم دس روپے ہمارے گھر دے تاکہ آٹھ روپے ادا ہو جائیں اور دو روپے ہم پر چڑھ جائیں ادھر اس کو بھی یہ ہی خیال ہے کہ اگر میرے پاس اتنی رقم ہو تو میں وہاں دعوت کھانے جاؤں ورنہ نہ جاؤں، اب اگر اس کے پاس اس وقت روپیہ نہیں تو وہ شرمندگی کی وجہ سے آتا ہی نہیں اور اگر آیا تو دو چار روپے دے گیا۔ بہر حال ادھر سے شکایت پیدا ہوئی، طعنے بازیاں ہوئیں، دل بگڑے۔ بعض لوگ تو قرض لے کر نیوتا ادا کرتے ہیں۔'' (اسلامی زندگی، صفحہ 25، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جن لوگوں میں برادری نظام ہے ان میں نیوتا قرض ہی شمار کیا جاتا ہے، وہ لکھ کر رکھتے ہیں، کس نے کتنا دیا ہے، اُس کے یہاں شادی ہونے کی صورت میں اتنا ہی واپس کرتے ہیں، اِن برادریوں میں نیوتا قرض ہی سمجھا جاتا ہے اور جن برادریوں میں ایسا کوئی برادری کا قانون نہیں ہے یا غیر برادری کے لوگ دوستی، تعلقات اور عقیدت کی وجہ سے شادی میں کچھ دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے۔'' (وقار الفتاویٰ، جلد 3، صفحہ 117، بزم وقار الدین، باب المدینہ کراچی)

دادا کے بھائی کی بیٹی سے نکاح کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1380

تاریخ اجراء: 16 رجب المرجب 1444ھ / 08 فروری 2023ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرے دادا ہیں، ان کے ایک بھائی ہیں، ان کی ایک بیٹی ہے، کیا ان سے میرا نکاح ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دادا کا بھائی دادا نہیں ہوتا، لہذا پوچھی گئی صورت میں حرمت کا کوئی اور سبب مثلا رضاعت یعنی دودھ یا مصاہرت کا رشتہ موجود نہ ہو، تو آپ کا اپنے حقیقی دادا کے حقیقی بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچازاد بھائی کی بیٹی یا **غیر حقیقی دادا کی (بیٹی)، اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو** اور رشتے کی بہن، جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقۂ رَضاعت جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں، یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانعِ نکاح مثل رَضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 413، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''**جزئیت کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع (یعنی اولاد) اور اپنی اصل (یعنی والدین) کتنی بعید ہو، مطلقاً حرام ہے اور اپنی اصلِ قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو، حرام ہے اور اپنی اصلِ بعید کی فرعِ بعید حلال۔** اپنی فرع جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصلِ قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصلِ بعید کی فرعِ قریب جیسے اپنے دادا، پردادا، نانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں اور **اصلِ بعید کی فرعِ بعید جیسے انہی اشخاصِ مذکورہ آخر (یعنی آخر میں ذکر کیے گئے افراد جیسے اپنے دادا، پردادا وغیرہ) کی پوتیاں نواسیاں، جو اپنی اصلِ قریب کی فرع نہ ہوں، حلال ہیں۔**'' (فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 516-517، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ولیمہ کی دعوت بڑے پیمانے پر نہیں کی، تو کیا ولیمہ ہو جائے گا؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Nor:10224

تاریخ اجراء: 08صفر المظفر1441ھ/08اکتوبر2019ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ باقاعدہ وسیع پیمانے پر ولیمہ کرے، لہذا وہ شب زفاف کے بعد گھر میں ہی کھانا پکا کر سسرال کے کچھ افراد کو بلا کر دعوتِ ولیمہ کر لے، تو کیا اس کا ولیمہ ہو جائے گا؟ رہنمائی فرما دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ولیمہ ہو جائے گا، کیونکہ ولیمہ کے لیے یہ بات لازم و ضروری نہیں کہ وہ زیادہ اہتمام کے ساتھ ہی کیا جائے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرے۔

صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ'' یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کرو، اگرچہ بکری ہی سے ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، جلد02، صفحہ777، مطبوعہ کراچی)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ اس حدیثِ مبارک کے تحت فرماتے ہیں: ''قال عیاض: واجمعوا علی ان لا حد لاکثرھا، واما اقلھا فکذلک، و مھما تیسر اجزأ، والمستحب انھا علی قدر حال الزوج'' یعنی قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ولیمہ کی دعوت کے لیے زیادتی کی کوئی حد نہیں، اسی طرح کمی کی بھی کوئی حد نہیں، بلکہ جو چیز میسر ہو جائے وہ کفایت کرے گی، البتہ شوہر کی حیثیت کے مطابق ولیمہ کی دعوت کا ہونا مستحب ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد09، صفحہ293، مطبوعہ کراچی)

مرأۃ المناجیح میں ہے: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۔۔۔ ولیمہ کرنا سنت ہے۔۔۔ ولیمہ بقدرِ طاقت زوج ہو اس کے لیے مقدار مقرر نہیں۔ ملتقطاً''

(مرأۃ المناجیح، جلد05، صفحہ72، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

فتاوی امجدیہ میں ہے: ''(ولیمہ کی) دعوت سنت کے لیے کسی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں، اگر دو چار اشخاص کو کچھ معمولی چیز، اگرچہ پیٹ بھر نہ ہو، اگرچہ دال روٹی چٹنی روٹی ہو، یا اس سے بھی کم کھلاویں سنت ادا ہو جائے گی اور کچھ بھی استطاعت نہ ہو، تو کچھ الزام نہیں۔ ملخصاً ''

(فتاوی امجدیہ، جلد4، صفحہ225-224، مکتبہ رضویہ، کراچی)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ولیمہ وہ دعوت ہے جو شبِ زفاف کی صبح کو اپنے دوست واحباب، عزیز واقارب اور محلے کے لوگوں کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کی جائے۔''

(وقار الفتاوی، جلد03، صفحہ137، مطبوعہ بزم وقار الدین)

ریفرنس نمبر: Gul-2565 تاریخ: 15-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زینب کا نکاح حسن سے ہوا، زینب اور حسن دونوں اچھی زندگی گزار رہے ہیں، زینب کا میکہ اسی شہر میں قریب ہی ہے۔ زینب جب میکے جاتی ہے، تو اس کے والد کئی مرتبہ زینب کو اپنے میکے میں کئی کئی دن تک روکے رکھتے ہیں، جس پر حسن راضی نہیں ہے۔ کئی مرتبہ بحث و تکرار بھی ہو جاتی ہے۔ زینب کے والد یہ کہتے ہیں کہ چونکہ میں تمہارا والد ہوں، لہذا میں جو کہوں گا اسی پر عمل کرنا ہو گا، اگر میرے مقابلے میں تم نے کسی بھی معاملے میں کسی دوسرے کو ترجیح دی، تو تم گنہگار ہو گی۔

1۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس معاملے میں زینب کس کی بات مانے؟ شوہر کی یا والد کی؟

2۔ شوہر اگر باہر کے ملک چلا جاتا ہے، اور وہ بیوی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر چھوڑ جاتا ہے، اور وہیں رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ بیوی بھی وہاں رہنے پر راضی ہو اور اسے شوہر کے رشتہ داروں سے ایذاء بھی نہ ہو، عزت و حرمت پر بھی کوئی فتنہ نہ ہو، مگر زینب کے والد کہیں کہ یہ ہمارے گھر ہی رہے گی، تو اس صورت میں بھی بتائیں کہ شوہر کی بات مانی جائے گی یا والد کی؟

نوٹ: سوال میں درج نام فرضی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

1۔ جو معاملات ازدواجی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، ان معاملات میں عورت پر مطلقاً شوہر کی اطاعت لازم ہے۔ حدیث پاک میں بھی عورت پر سب سے زیادہ حق، شوہر کا فرمایا گیا ہے۔ البتہ ہفتے میں ایک مرتبہ عورت کو اپنے والدین سے ملنے سے شوہر منع نہیں کر سکتا۔ لیکن عورت، رات کہاں پر گزارے گی، اس معاملے میں شوہر کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر شوہر

اس بات پر راضی نہیں ہے کہ عورت اپنے میکے میں رات گزارے، تو شوہر کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ زینب کے والد کو بھی چاہیے کہ وہ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے بلاوجہ اپنی بیٹی کو شوہر کی اجازت کے بغیر میکے میں ہرگز نہ روکیں۔ والدین کے حقوق اپنی جگہ پر لازم ہیں، مگر یہاں انہیں شوہر کے حقوق کو ترجیح دیتے ہوئے زبردستی اپنا حکم نافذ نہیں کرنا چاہیے، اسی میں ان کی، اور ان کی بیٹی کی بھی بھلائی ہے۔ جب ہر شخص شریعت کی رہنمائی میں ہی حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھے گا، تو لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی۔

السنن الکبریٰ للنسائی اور مستدرک للحاکم میں ہے: "واللفظ للمستدرک: عن عائشة رضی الله تعالى عنها: قالت: قلت یارسول الله أی الناس أعظم حقا علی المرأة؟ قال: زوجها۔ قلت: فأی الناس أعظم حقا علی الرجل؟ قال: أمه" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورت پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کی: مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔ **(المستدرک للحاکم، جلد4، صفحہ167، مطبوعہ بیروت)**

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن شوہر کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امور متعلقہ زن و شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے۔"
(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ371، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "شوہر کے حقوق، عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد و آکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے، یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے، یعنی زوجہ کا حق اس سے، بلکہ باپ سے بھی کم۔" **(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ391، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

رات گزارنے میں بھی شوہر کی اطاعت ضروری ہے۔ البحر الرائق میں ہے: "الصحیح أنه لا یمنعها من الخروج الی الوالدین ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة وانما یمنعهم من الکینونة عندها وعلیه الفتوی کما فی الخانیة" ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ عورت کو ہر جمعے والدین کی طرف جانے سے منع نہیں کیا جائے گا اور والدین کو بھی عورت کی طرف آنے سے منع نہیں کرے گا۔ والدین کے علاوہ محارم سے سال میں ایک مرتبہ ملنے سے منع نہیں کرے گا۔ عورت کے پاس والدین کو رات گزارنے سے منع کر سکتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ **(البحر الرائق، جلد4، صفحہ330، مطبوعہ کوئٹہ)**

بہار شریعت میں ہے: "عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آسکتے ہیں، شوہر منع نہیں کر سکتا، ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہیں، تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے اور والدین کے علاوہ اور محارم سال بھر میں ایک بار آسکتے ہیں۔ یوہیں عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار اور دیگر محارم کے یہاں سال میں ایک بار جاسکتی ہے، **مگر رات میں بغیر اجازت شوہر وہاں نہیں رہ سکتی، دن ہی دن میں واپس آئے۔**"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ272، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

2۔ یہ حق بھی شوہر کو ہے کہ وہ جہاں پر اپنی بیوی کو ٹھہرائے وہ وہیں پر رہائش اختیار کرے گی۔ جب تک کوئی شرعی عذر نہ پایا جائے تب تک شوہر اس کو گھر سے نکلنے سے منع کر سکتا ہے۔ اس میں چاہے شوہر سفر پر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں ہی شوہر کو منع کا اختیار ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ شوہر پر عورت کا نفقہ اس لیے ہوتا ہے کہ عورت، شوہر کے حق میں، شوہر کے گھر میں یا اس کی اجازت سے کہیں اور مقیم ہو۔ یہ نفقہ اس وقت بھی واجب ہوتا ہے جب شوہر سفر پر ہو، یا غائب ہو جائے یا قید کر لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر سفر کی حالت میں ہو، تب بھی عورت، شوہر کے حق میں شوہر کے گھر مقیم ہونے کے سبب اپنا حق احتباس ادا کرنے والی کہلائے گی۔ اسی وجہ سے شوہر کے سفر پر ہونے کے باوجود نفقہ لازم ہو رہا ہے۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے جائے گی، تو ناشزہ کہلائے گی اور نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا، کیونکہ احتباس ختم ہو گیا، اور عورت کو ناشزہ بننے کی اجازت نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ نظیر بھی ہے کہ فقہاء نے ذکر فرمایا ہے کہ عورت اگر اس وقت شوہر کے گھر واپس آئی جب شوہر سفر پر تھا، تب بھی اس کا ناشزہ ہونا ختم ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشوز کے ختم ہونے کے لیے شوہر کے مسافر یا مقیم ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، لہذا نشوز کے متحقق ہونے کے لیے بھی شوہر کے مسافر یا مقیم ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اعتبار ان امور میں شوہر کی رضامندی اور اطاعت کا ہے۔

نیز سوال میں مذکور ہے کہ شوہر اس بات کا متقاضی ہے کہ عورت اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر میں اس کے والدین کے ساتھ رہے۔ اور اس کی عزت و حرمت پر بھی کوئی فتنہ نہیں، ایسی صورت میں بیوی کے والد کو زبردستی اپنے گھر رکھنے کا اختیار نہیں۔

شوہر جہاں چاہے عورت کو رکھے، اس تعلق سے مجمع الانہر میں ہے: "یجب (علی الزوج ان یسکنھا) ای الزوجة لقولہ تعالی ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ (فی بیت) ای فی مکان یصلح مأوی للانسان **حیث**

أحب لکن بین جیران صالحین "ترجمہ: شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو رہائش دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت بھر "یہ رہائش ایسے مکان میں دے جہاں انسان رہ سکتے ہوں، **رہائش جہاں چاہے دے**، مگر نیک پڑوسیوں کے درمیان ہو۔ **(مجمع الانہر، جلد2، صفحہ185، مطبوعہ کوئٹہ)**

شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ عورت کو بلاوجہ گھر سے باہر جانے سے منع کرے۔ ردالمحتار میں ہے:" لہ منعھا عن کل عمل یؤدی الی تنقیص حقہ أو ضررہ أو الی خروجھا من بیتہ "ترجمہ: شوہر کو ہر اس کام سے منع کرنے کا اختیار ہے جس میں شوہر کے حق میں کمی ہوتی ہو یا شوہر کو نقصان ہوتا ہو، یا عورت کو شوہر کے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہو۔

(ردالمحتار، جلد5، صفحہ331، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:" عورت اگر کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے شوہر کا حق فوت ہوتا ہے یا اُس میں نقصان آتا ہے یا اُس کام کے لیے باہر جانا پڑتا ہے، تو شوہر کو منع کر دینے کا اختیار ہے۔ بلکہ نظر بحالِ زمانہ ایسے کام سے تو منع ہی کرنا چاہیے جس کے لیے باہر جانا پڑے۔" **(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ272، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

نفقہ، حق احتباس ہے یعنی شوہر کی رضامندی جہاں رکھنے کی ہے، وہاں رہنے پر شوہر کی فرماں برداری پوری کرنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ محیط برہانی میں ہے:"أن النفقۃ انما تجب عوضاً عن الاحتباس فی بیت الزوج، فاذا کان الفوات لمعنی من جھۃ الزوج أمکن أن یجعل ذلک الاحتباس باقیاً تقدیراً، أما اذا کان الفوات بمعنی من جھۃ الزوجۃ لا یمکن أن یجعل ذلک الاحتباس باقیاً تقدیراً وبدونہ لا یمکن ایجاب النفقۃ "ترجمہ: بیوی کا نفقہ اس احتباس کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، جو وہ شوہر کے گھر میں رکھتی ہے، اگر یہ احتباس کسی ایسی وجہ سے فوت ہو جائے، جو شوہر کی طرف سے ہو، تو اس احتباس کو تقدیراً باقی رکھنا ممکن ہے۔ (لہٰذا نفقہ بھی لازم رہے گا) اگر یہ احتباس کسی ایسی وجہ سے فوت ہو جائے، جو بیوی کی طرف سے ہو، تو اس احتباس کو تقدیراً باقی نہیں مانا جا سکتا، اور اس احتباس کے بغیر نفقہ بھی لازم نہیں ہو سکتا۔

(محیط برھانی، جلد3، صفحہ522، مطبوعہ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی، جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ391، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

شوہر کہیں چلا جائے تب بھی نفقہ لازم ہوتا ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:" واذا ھرب الزوج أو حبس بحق أو ظلم

فلها النفقة لعدم المانع من جهتها" ترجمہ: جب شوہر بھاگ جائے یا کسی حق کی وجہ سے یا ظلماً قید کر لیا جائے تب بھی عورت کا نفقہ لازم ہو گا، کیونکہ مانع عورت کی طرف سے نہیں ہے۔ **(تبیین الحقائق، جلد3، صفحہ305، مطبوعہ کراچی)**

شوہر مسافر ہو تب بھی شوہر کے گھر واپسی پر نشوز ختم ہو جاتا ہے۔ نہر الفائق میں ہے: "ولو عادت الی منزله بعد ما سافر أجابوا بأنها خرجت عن أن تكون ناشزة، كذا في الخلاصة" ترجمہ: اگر شوہر کے سفر پر جانے کے بعد بھی عورت، شوہر کے گھر واپس آگئی، تو فقہاء نے فرمایا کہ اب اس پر ناشزہ کا حکم نہیں لگے گا، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

(نہر الفائق، جلد2، صفحہ508، مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی، تو نفقہ نہیں پائے گی، جب تک واپس نہ آئے اور اگر اُس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں، بلکہ پردیس چلا گیا ہے، جب بھی نفقہ کی مستحق ہے۔"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ262، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے: "لڑکی ثیب ہے، مثلاً: بیوہ ہے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو اُسے اختیار ہے، ورنہ باپ دادا وغیرہ کے یہاں رہے۔" **(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ256، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

16محرم الحرام1444ھ/15اگست2022ء

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

ریفرنس نمبر: sar 2185 تاریخ: 19-04-2018

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا صفر کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنا شریعت میں منع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صفر کے مہینے میں نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ بعض لوگ صفر کے مہینے میں اس اعتقاد کی بناپر شادی نہیں کرتے کہ اس مہینے میں بلائیں وغیرہ اترتی ہیں اور یہ منحوس مہینہ ہے۔ یہ اعتقاد محض باطل و مردود ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے منحوس سمجھتے تھے ، تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منحوس جاننے سے منع فرمادیا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر "ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدویٰ نہیں یعنی مرض لگنا اور متعدی ہونا نہیں اور نہ بدفالی ہے اور نہ ہی اُلّو منحوس ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، ج8، ص394، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے اسی طرح کا ایک سوال پوچھا گیا کہ "ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا"نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج11، ص265، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"ماہ صفر کولوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کورخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں خصوصاماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نجس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں حدیث میں فرمایاکہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کااسے منحوس سمجھناغلط ہے۔" (بہارشریعت، ج3، ص659، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"یکم صفر سے ۱۳صفر تک اور یکم ربیع الاول سے ۱۲ربیع الاول تک شادی بیاہ کرنابلاشبہ جائز ہے شرعاکوئی حرج نہیں۔ ان تاریخوں میں شادی بیاہ کرنے کو منع کرناجہالت ونادانی ہے۔"

(فتاوی فیض الرسول، ج1، ص562، مطبوعہ شبیربرادرز)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمدقاسم عطاری

08شعبان المعظم1439ھ/19اپریل2018ء

ریفرنس نمبر: Gul-2819 تاریخ: 04-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حدیث پاک میں ہے کہ "تزوجوا الودود الولود" یعنی محبت کرنے والی اور بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو۔ میرا سوال یہ ہے کہ نکاح سے پہلے کیسے پتہ چلے گا کہ یہ عورت، شوہر سے محبت کرنے والی ہو گی اور یہ بچے پیدا کرنے والی ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سنن ابی داؤد کی حدیث پاک میں یہ الفاظ موجود ہیں اور محدثین کرام نے اس حدیث کی تشریح یہ بیان فرمائی ہے کہ جو کنواری لڑکی ہے، اس میں یہ دونوں صفات اس کے خاندان کی دیگر لڑکیوں کو دیکھ کر پہچانی جائیں گی، کیونکہ خاندان کی عورتیں عموماً اوصاف میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ جو بیوہ یا طلاق والی ہو، اس میں یہ دونوں صفات اس کی پچھلی زندگی سے پہچانی جائیں گی۔

سوال میں مذکورہ حدیث کی شرح میں لمعات التنقیح، جلد 6، صفحہ 15، مطبوعہ دمشق، اور المفاتیح فی شرح المصابیح میں فرمایا، النظم للمفاتیح: "فان قیل ان کانت المرأۃ ثیبا عرف کونھا ودودا ولودا فی نکاح زوجھا الأول فیعرف الرجال بعد ذلک کونھا ودودا ولودا فیتزوجونھا، وأما اذا کانت بکرا فکیف یعرف کونھا ودودا ولودا حتی یتزوجھا الرجال؟

قلنا: یعرف کونها ودودا ولودا بأقاربها، فان کانت نساء أقاربها ولودا تکون هی کذلک، لأن الغالب سرایة طبائع نساء الأقارب من بعضهن الی بعض وتشبه بعضهن بعضا"

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ عورت جب ثیبہ ہو، تب تو اس کا محبت کرنے والی اور بچے پیدا کرنے والی ہونا، اس کے پہلے نکاح کے ذریعے جانا جا سکتا ہے، اس طرح لوگ اس عورت کے بچہ پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی ہونا جان کر نکاح کر سکتے ہیں، اگر عورت کنواری ہو، تو پھر نکاح کرنے کے لیے اس میں یہ صفات کیسے پہچانی جائیں گی؟ ہم کہیں گے کہ عورت کا محبت کرنے والی بچے پیدا کرنے والی ہونا اقارب سے پہچانا جائے گا۔ اگر اس کی قریبی رشتہ دار خواتین زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں، تو وہ بھی ایسی ہی ہو گی کیونکہ عورتوں کا قریبی رشتہ داروں کی طبیعت میں ڈھل جانا غالب ہے، خاندان کی عورتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔ (المفاتیح، جلد4، صفحہ15، مطبوعہ کویت)

مرآۃ المناجیح میں ہے: "خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر ہوں گے، کیونکہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔" (مراۃ المناجیح، جلد5، صفحہ23، مطبوعہ لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

کتبــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

11 شعبان المعظم 1444ھ/04 مارچ 2023ء

شوہر کی اجازت کے بغیر مہر میں اضافہ کر دیا تو کیا وہ دینا لازم ہے؟

1

ریفرنس نمبر:Lar10503 تاریخ:11-03-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کے نکاح میں باہم رضامندی سے 5ہزار حق مہر طے ہوا تھا اور اسی مہر پر ایجاب وقبول ہوا، پھر بعد میں زید کی اجازت کے بغیر بلکہ اس کے علم میں لائے بغیر ہی لڑکی والوں نے مولوی صاحب سے فارم میں حق مہر 150000 لکھوالیا، زید کو بعد میں جب علم ہوا، تو اس نے یہ اضافی رقم دینے سے انکار کر دیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ نکاح کے بعد حق مہر میں جو اضافہ کیا گیا ہے، کیا یہ بھی زید پر دینا لازم ہوگا جبکہ وہ اس پر راضی نہیں اور علم ہونے پر اس نے دینے سے انکار بھی کر دیا تھا؟

نوٹ: لڑکی والے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وقت عقد مہر میں 5000 ہی تھا، زید کی مرضی واجازت کے بغیر یہ بعد میں ہم نے اضافہ کروایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دریافت کی گئی صورت میں زید پر صرف اتنا ہی مہر ادا کرنا لازم ہے جو دونوں کی رضامندی سے مقرر ہوا تھا یعنی 5000 اور لڑکی والوں کی طرف سے از خود جو اضافہ کیا گیا، وہ دینا زید پر لازم نہیں، کیونکہ لڑکی والوں نے اس کی اجازت ومرضی کے بغیر یہ اضافہ کیا، تو وہ اس میں فضولی ہوئے اور فضولی کا کیا ہوا اضافہ شوہر کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، راضی ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے، رد کر دے تو باطل ہو جاتا ہے اور صورتِ مسئولہ میں زید نے علم ہونے کے بعد یہ اضافی رقم دینے سے چونکہ انکار کر دیا تھا، اس لیے یہ باطل ہو گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ”اور قرارداد کے بعد تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں۔“

(پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت ہے: ”فیما یزاد علی المسمی أو یحط عنہ بالتراضي“ ترجمہ: باہم تراضی سے جو کچھ طے شدہ مہر میں زیادہ یا کم کیا جاتا ہے اس میں گناہ نہیں ہے۔

(تفسیر بیضاوی، جلد2، صفحہ 69، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے:"واستدلوا لجوازها بقوله تعالى: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ﴾ [النساء: 24] فإنه يتناول ما تراضوا على إلحاقه وإسقاطه" ترجمہ: اور علماء نے اس (مقررہ مہر میں اضافہ کرنے) کے جائز ہونے کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کیا ہے ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ﴾ کہ یہ آیت باہم رضامندی سے مہر بڑھانے یا گھٹانے کو شامل ہے۔ (البحر الرائق، جلد 3، صفحہ 261، مطبوعہ کوئٹہ)

مقررہ مہر میں کمی کرنے کے لیے صرف بیوی کی رضامندی، جبکہ اضافہ کرنے کے لیے میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، اس حوالے سے بدائع الصنائع میں ہے:" وتجوز الزيادة في المهر اذا تراضيا بها والحط عنه اذا رضيت به" ترجمہ: مقررہ مہر میں اضافہ کرنا، جائز ہے، جبکہ میاں بیوی دونوں اس پر راضی ہوں اور کمی بھی جائز جبکہ بیوی اس پر راضی ہو۔
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 3، صفحہ 519، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ردالمحتار میں ہے:" واشترط القبول لأن الزيادة في المهر لا تصح إلا به فتح عن التجنيس" یعنی: مہر زیادہ کیا تو شوہر کا قبول کرنا شرط ہے کیونکہ مہر میں زیادتی شوہر کے قبول کرنے سے ہی درست ہوگی۔ فتح القدیر بحوالہ تجنیس۔
(ردالمحتار، جلد 3، صفحہ 113، دار الفکر، بیروت)

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے:"(هو من يتصرف في حق غيره بغير إذن شرعي، كل تصرف صدر منه) تمليكا كان كبيع وتزويج او اسقاط كطلاق واعتاق (وله مجيز) اى لهذه التصرف من يقدر على اجازته (حال وقوعه انعقد موقوفا ملتقطاً)" یعنی: فضولی وہ شخص ہے جو شرعی اجازت کے بغیر دوسرے کے حق میں تصرف کرے۔ ہر وہ تصرف جو فضولی سے صادر ہو، خواہ وہ تملیک کے قبیل سے ہو جیسا کہ بیع، نکاح یا اسقاط کے قبیل سے جیسا کہ طلاق اور آزاد کرنا اور اس کے صدور کے وقت کوئی اس کو جائز کرنے پر قدرت رکھنے والا موجود ہو تو فضولی کا وہ تصرف موقوفا منعقد ہوگا۔ (تنویر الابصار والدر المختار مع ردالمحتار، جلد 5، صفحہ 107، 106، دار الفکر بیروت)

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو صدیق محمد ابو بکر عطاری

26 رجب المرجب 1442ھ/11 مارچ 2021ء

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

مسجد میں نکاح کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:SAR-7582 تاریخ:10-11-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ بعض افراد کو دیکھا ہے کہ وہ عقدِ نکاح کے لیے مسجد میں آتے ہیں اور اپنا نکاح مسجد میں پڑھواتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسجد میں نکاح پڑھوانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسجد میں عقدِ نکاح کرنا مستحب ہے، مگر اِس میں یہ خیال لازمی رکھا جائے کہ مسجد شور وغل اور ہر ایسے قول وعمل سے محفوظ رہے کہ جو احترامِ مسجد کے خلاف ہو، مثلاً: ناسمجھ بچے ہمراہ نہ لائے جائیں کہ اُچھل کود کریں گے۔ یونہی مشاہدہ ہے کہ مسجد میں نکاح ہونے کے فوراً بعد سب کو مٹھائی کھلائی جاتی ہے، اِس سے بچا جائے کہ مٹھائی کا شیرا یا اجزاء مسجد میں گرنے سے مسجد کے آلودہ ہونے کا قوی اِمکان ہے۔

مسجد میں نکاح کرنے کے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "أعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ في المساجد۔" ترجمہ: لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں نکاح کرو۔

(جامع الترمذی، جلد2، باب ما جاء فی اعلان النکاح، صفحہ384، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی، بیروت)

مسجد میں نکاح کی ترغیب دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1014ھ/1605ء) لکھتے ہیں: "وھو لحصول برکۃ المکان وینبغي أن یراعی فیہ أیضا فضیلۃ الزمان لیکون نورا علی نور وسرورا علی سرور، قال ابن الھمام: یستحب مباشرۃ عقد النکاح في المسجد لکونہ عبادۃ وکونہ في یوم الجمعۃ۔" ترجمہ: مسجد میں عقدِ نکاح کی ترغیب، مسجد سے برکات کے حصول کے پیشِ نظر ہے۔ مناسب یہ ہے کہ مسجد کے ساتھ ساتھ، وقت والی فضیلت کی بھی رعایت کی جائے، تاکہ عقدِ نکاح نور پر مزید نور ہو جائے اور خوشیاں دوبالا ہو جائیں۔ امام ابنِ ہمام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ مسجد میں عقدِ نکاح کا ہونا مستحب ہے، کہ نکاح

ایک عبادت ہے۔(اور عبادت کے لیے مسجد ایک عمدہ جگہ ہے) دوسری چیز یہ کہ نکاح کا جمعہ کے دن ہونا بھی مستحب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد6، کتاب النکاح، صفحہ 285، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"ویندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة۔"ترجمہ: نکاح کا اعلان کرنا، خطبہ نکاح کا عقدِ نکاح سے پہلے ہونا اور نکاح کا جمعہ کے دن مسجد میں ہونا، یہ تمام اُمور مستحب ہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد4، کتاب النکاح، صفحہ 75، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں:"مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بوقت نکاح شور وغل اور ایسی باتیں جو احترام مسجد کے خلاف ہیں، نہ ہونے پائیں، لہٰذا اگر معلوم ہو کہ مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں۔"

(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ 498، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اجمل العلماء مفتی محمد اجمل قادری سنبھلی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1383ھ/1963ء) لکھتے ہیں:"مسجد میں نکاح کی مجلس منعقد کرنا مستحب ہے۔" (فتاویٰ اجملیہ، جلد2، صفحہ 398، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

آدابِ مسجد بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:"جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع اصواتكم واقامة حدودكم وسل سيوفكم۔ ترجمہ: تم اپنی مسجدوں کو بچوں، پاگلوں، خرید و فروخت، جھگڑوں، آوازوں کو بلند کرنے، حد جاری کرنے اور تلواریں ننگی کرنے سے محفوظ رکھو۔

(سنن ابنِ ماجہ، ابواب المساجد والجماعات، باب مایکرہ فی المسجد، صفحہ 54، مطبوعہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

04ربیع الآخر 1443ھ/10نومبر 2021ء

مہر میں مقرر شدہ پلاٹ معاف کیا، تو معاف ہوجائے گا؟

ریفرنس نمبر: Gul 2311 تاریخ: 07-09-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ قبل میرا نکاح ہوا اور میرے حق مہر میں مبلغ پانچ ہزار روپے اور ایک متعین مقرر شدہ قطعہ زمین مبلغ چار مرلے طے پائی۔ میں نے اپنے شوہر سے مبلغ پانچ ہزار روپے وصول کر لیے ہیں، زمین کی وصولی ابھی باقی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں زمین نہ لوں اور اپنے شوہر کو معاف کر دوں۔ شرعی طور پر مجھے ایسا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حق مہر میں اگر معین زمین یا کوئی اور معین سامان طے کیا جائے، تو معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا ہے۔ لہذا آپ اپنے شوہر کو زمین معاف بھی کر دیتی ہیں، تو آپ کا حق باقی رہے گا۔ البتہ اگر ایسی صورت حال ہو جائے کہ عورت کا حق مہر معاف کرنے کے بعد حق مہر میں طے کیا جانے والا سامان، زمین وغیرہ تباہ و برباد ہو جائے، تو اب عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

زمین کو مہر بنانا درست ہے۔ جیسا کہ مہر کی اقسام اور ان کے احکام بیان کرتے ہوئے النتف فی الفتاوی میں ہے: ”والمھر المسمی ینصرف علی خمسۃ اوجہ: احدھا معلوم وھو المعین۔۔۔ فاما المعلوم فھو ان یتزوجھا۔۔۔ علی شئی من العقار۔۔۔ ولیس لھا غیر المسمی ولیس للزوج ان یعطیھا غیر ذلک“ یعنی مہر مسمی کی پانچ اقسام ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہر مسمی متعین شے ہو۔۔۔ جیسے میاں بیوی کسی زمین کے بدلے نکاح کریں، تو ایسی صورت میں عورت کے لیے بیان کردہ مہر ہی ہوگا اور شوہر کو اس کے بدلے کوئی دوسری شے دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (النتف فی الفتاوی، جلد1، صفحہ297، بیروت)

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: ”(وصح حطھا) لکلہ او بعضہ (عنہ) قبل او لا“ یعنی عورت کا اپنا سارا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کر دینا درست ہے، شوہر قبول کرے یا نہ کرے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، جلد4، صفحہ240، مطبوعہ کوئٹہ)

اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے: ”قیدہ فی البدائع بما اذا کان المھر دینا ای دراھم و دنانیر لان الحط فی الاعیان لا یصح. بحر“ یعنی اس مسئلے کو بدائع میں مقید کیا گیا جب مہر درہم و دینار (کرنسی رقم وغیرہ) کی شکل میں ہو، کیونکہ عین چیز میں معافی درست نہیں۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، جلد4، صفحہ240، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ردالمحتار میں ہے: ”ومعنی عدم صحتہ ان لھا ان تاخذہ منہ مادام قائما فلو ھلک فی یدہ سقط المھر عنہ“ یعنی معافی صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ شے موجود ہو، عورت اس کو لے سکتی ہے۔ اگر وہ چیز

ہلاک ہو جائے، تو اب مہر ساقط ہو جائے گا۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، جلد4، صفحہ240، مطبوعہ کوئٹہ)

اگر آپ اپنے شوہر سے وہ زمین نہیں لینا چاہتیں، تو اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے شوہر کو وہ زمین بیچ دیں اور اس کے بدلے کوئی اور چیز مثلاً کچھ رقم، دینی کتاب، زیور، موبائل، یا کوئی مکان وغیرہ لے کر زمین سے دست بردار ہو جائیں اور یوں وہ زمین آپ کے شوہر کی ہو جائے گی اور آپ کا اس زمین پر کوئی مطالبہ نہ رہے گا۔

مال کے بدلے میں مال لے کر صلح کرنے کے احکام بیان کرتے ہوئے النتف فی الفتاوی میں ہے: "والصلح علی اربعة اوجه: وجهان جائزان ووجهان فاسدان فالجائزان ان یکون الصلح من معلوم علی معلوم وهوان یدعی الرجل علی الرجل۔۔۔دارا او ارضا فیصالحه فی ذلک علی شئی معلوم مثل عبد معین او دابة معینة او ثوب معین ونحوها" یعنی صلح کی چار صورتیں ہیں، دو جائز ہیں اور دو ناجائز۔ جائز صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ معلوم چیز کے بدلے معلوم چیز پر صلح کی جائے، جیسے ایک شخص دوسرے شخص پر مکان یا زمین کا دعوی کر دے اور کسی معلوم شے پر صلح کر لے جیسے معین غلام یا معین جانور یا معین کپڑا وغیرہ۔ (النتف فی الفتاوی، جلد1، صفحہ505، بیروت)

مزید احکام بیان کرتے ہوئے النتف فی الفتاوی میں ہے: "فامافی العقار فاذا ادعی رجل علی رجل عقارا فیجوز ان یصالحه منه علی عشرین شیئا اذا کانت قائمة فی یده" یعنی اگر دعوی زمین کا ہو، تو بیس اشیاء پر صلح کرنا، جائز ہے، بشرطیکہ زمین موجود ہو۔ (النتف فی الفتاوی، جلد1، صفحہ508، بیروت)

ان بیس اشیاء میں دوسرا گھر، نقد رقم، ادھار رقم، مکیلی، موزونی اشیاء وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تفصیل النتف فی الفتاوی میں موجود ہے۔

اگر مدعی علیہ کے اقرار کے بعد مال کے بدلے مال پر صلح ہو، تو اس کے احکام بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: "(کبیع ان وقع عن مال بمال) وحینئذ (فتجری فیه) احکام البیع" یعنی ایسی صلح جو مال کے بدلے مال پر ہو، وہ بیع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس پر بیع کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار، جلد8، صفحہ468، مطبوعہ کوئٹہ)

صلح کی اقسام اور ان کے احکام بیان کرتے ہوئے بہار شریعت میں ہے: "اقرار کے بعد صلح، اس کی چند صورتیں ہیں: اگر مال کا دعوی تھا اور مال پر صلح ہوئی، تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے۔"

(بہار شریعت، جلد2، حصہ13، صفحہ1135، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

29محرم الحرام1443ھ/07ستمبر2021ء

ریفرنس نمبر: JTL-1423 تاریخ: 26-01-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ خطبہ نکاح کے دوران آپس کی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا رہنمائی فرمائیں کہ ایسا کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

قوانینِ شرعیہ کی رو سے جو لوگ خطبہ نکاح سننے کے لیے حاضر ہوں، ان تمام پر خطبہ کو خاموشی کے ساتھ سننا لازم ہے، لہٰذا اگر ان میں سے کوئی شخص خطبہ کے دوران باتوں میں مشغول ہوتا ہے، تو وہ ناجائز کام کا مرتکب ہوگا اور جو لوگ خطبہ سننے کے لیے نہیں، بلکہ دیگر اغراض مثلاً کھانے پینے کا انتظام یا ریکارڈنگ وغیرہ کے لئے جمع ہوں، ان کا خطبہ کے دوران اپنے کام مشغول رہنا جائز ہے؛ اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں کہ ان لوگوں کی وہاں پر موجودگی خطبہ سننے کی غرض سے نہیں۔

فقہی نظیر:

اس کی فقہی نظیر قرآن پاک کو سننے کے لیے جمع ہونے والے لوگوں کا مسئلہ ہے کہ جو لوگ تلاوتِ کلام پاک کو سننے کے لیے جمع ہیں، ان کا تلاوت کے دوران کسی اور کام میں مشغول ہونا، ناجائز ہے، البتہ جو لوگ اس غرض سے جمع نہیں ہیں، بلکہ دیگر اَغراض کے لیے جمع ہیں، وہ اگر کسی دوسرے کام میں

مشغول ہو جائیں، تو ان کے لیے ایسا کرنا، جائز ہے۔

جزئیات:۔

حنفی شارحِ حدیث بدرالدین محمود بن احمد بن موسی عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 855ھ) عمدۃ القاری میں نقل فرماتے ہیں: "الاستماع إلى خطبة النكاح والختم وسائر الخطب واجب" ترجمہ: خطبہ نکاح، خطبہ ختم (القرآن) اور دیگر تمام خطبوں کو (خاموشی کے ساتھ) سننا واجب ہے۔ **(عمدۃ القاری جلد06، صفحہ230، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)**

حنفی فقیہ محمد بن علی علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 1088ھ) در مختار میں لکھتے ہیں: "يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد" ترجمہ: خطبہ نکاح اور خطبہ عید وغیرہ تمام خطبوں کو سننا واجب ہے۔ **(الدر المختار، جلد2، صفحہ159، دار الفکر، بیروت)**

مجدد اعظم امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ ہر خطبے حتی کہ خطبہ نکاح و خطبہ ختم قرآن کا سننا بھی فرض ہے اور ان میں غل کرنا حرام حالانکہ خطبہ نکاح صرف سنت ہے اور خطبہ ختم نرا مستحب۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ170، رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوتِ قرآنِ عظیم بآواز کر رہا ہے اور باقی لوگ اس کے سننے کو جمع نہ ہوئے، بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں، تو ایک شخص تالی کے پاس بیٹھا بغور سن رہا ہے، ادائے حق ہو گیا؛ باقیوں پر کوئی الزام نہیں، **اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں، تو سب پر سننے کا لزوم چاہئے، جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع وانصات جداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ خطبہ کہ ان میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے، تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو جب تذکیر میں کلام بشیر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا**

استماع بدرجہ اولیٰ۔" (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ353، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امیر اہلسنت، ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں: "جو چیزیں نَماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام وجوابِ سلام وغیرہ یہ سب خُطبہِ (جمعہ) کی حالت میں بھی حرام ہیں؛ یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے۔ جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چُپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دُور ہوں کہ خُطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی، اُنہیں بھی چُپ رہنا واجب ہے؛ اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اِشارے سے منع کر سکتے ہیں، زَبان سے ناجائز ہے۔ **رہی بات نکاح کا خطبہ سننے کی تو جس طرح اور خطبوں کا سننا واجب ہے، ایسے ہی نکاح کا خطبہ سننا بھی واجب ہے۔"** (فیضان مدنی مذاکرہ، قسط14، صفحہ7، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

14رجب المرجب1445ھ/26جنوری2023ء

حق مہر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا رکھ سکتے ہیں؟

ریفرنس نمبر: Har 3861 تاریخ: 28-06-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟ نیز زیادہ سے زیادہ کس حد تک مہر مقرر کیا جاسکتا ہے؟ وہ حد بندی بھی بیان فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شریعت مطہرہ میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی قیمت ہے، اس سے کم مہر مقرر کرنا درست نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "اقل المھر عشرۃ دراھم مضروبۃ او غیر مضروبۃ و غیر الدراھم یقوم مقامھا باعتبار القیمۃ۔ ملتقطا" مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے خواہ یہ ڈھلے ہوئے ہوں یا بغیر ڈھلے ہوئے اور درہم کے علاوہ کوئی چیز ہو تو وہ قیمت کے اعتبار سے ان دراہم کے قائم مقام ہو گی۔ ملتقطا (فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، صفحہ 302، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی۔۔۔ اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہو گی۔" ملخصا (ملخصا۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 162، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

نیز زیادتی کی جانب شریعت مطہرہ نے کوئی حد بندی نہیں فرمائی، جتنا زیادہ چاہیں باہمی رضامندی سے مقرر کر سکتے ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ حیثیت کے مطابق اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جسے باآسانی ادا کیا جاسکے، لیکن یاد رہے کہ حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا بھی ناجائز و گناہ نہیں اور جتنا زیادہ مہر مقرر کریں گے مقرر کرنے سے لازم ہو جائے گا۔ در مختار میں ہے: "(و) یجب (الاکثر ان سمی) الاکثر" اور اگر (دس درہم سے) زیادہ مہر مقرر کیا تو یہ زیادہ واجب ہو گا۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد 4، صفحہ 223، مطبوعہ کوئٹہ)

اس کے تحت علامہ محقق ابن عابدین الشامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :"ای بالغا ما بلغ فالتقدیر بالعشرۃ لمنع النقصان "یعنی وہ زیادتی جس مقدار کو پہنچے (لازم ہو جائے گی) لہٰذا دس درہم کی مقدار کم کی ممانعت کیلئے ہے (کہ مہر اس سے کم نہ ہو)۔"

(ردالمحتار، جلد4، صفحہ223، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں:"مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہو اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے گا لازم آئے گا۔ملتقطا"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ165، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاہور)

مہر میں بہتر یہ ہے کہ آسان ہو اس سے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اعظم النساء برکۃ ایسرھن صداقا" بڑی برکت والی وہ عورتیں ہیں کہ جن کے مہر آسان ہوں۔

(المستدرک علی الصحیحین، جلد2، صفحہ299، مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں:"**حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے**، کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ177، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:"کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم شرعی ہے اس سے کم نہیں ہو سکتا، اور زیادہ کے لئے شریعت نے کوئی حد نہیں رکھی جو باندھا جائے گا لازم ہو گا اور **بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی حیثیت ملحوظ رکھے** کہ یہ اس کے ذمہ دین ہے، یہ نہ سمجھے کہ کون دیتا ہے کون لیتا ہے؟ اگر یہاں نہ دیا تو آخرت کا مطالبہ سر پر رہا۔"

(فتاوی امجدیہ، جلد2، صفحہ144، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

17ذو القعدۃ الحرام1442ھ/28جون 2021ء

ریفرنس نمبر:Nor.12073 تاریخ:25-03-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مجھے حق مہر سے متعلق دو سوالات کا حل مطلوب ہے:

(1) عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے گھر والوں کی رضامندی سے ہو اور لڑکی کا والد لڑکے کو حق مہر معاف کر دے۔ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

(2) ہمارے ہاں بعض مقامات پر ایسا ہوتا ہے کہ جب عورت کا انتقال ہونے لگتا ہے یا وہ مرض الموت میں ہو اور اس کا شوہر حیات ہو تو اس حالت میں عورت کے ورثاء اس سے حق مہر معاف کرواتے ہیں اور عورت معاف کر دیتی ہے اور بعض جگہ عورت کے ورثاء ڈیمانڈ نہیں کرتے بلکہ عورت رسم ورواج کو دیکھتے ہوئے از خود مہر معاف کر دیتی ہے۔ اس معاف کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) بالغہ لڑکی کا حق مہر اس کا والد معاف نہیں کر سکتا اگر والد معاف کرے گا، تو جب تک لڑکی اپنی مکمل رضامندی سے اس معافی کو تسلیم نہ کر لے، حق مہر معاف نہیں ہو گا اور شوہر پر حق مہر بدستور لازم رہے گا، یونہی لڑکی نے باپ کی معافی کو قبول کیا، مگر لڑکی کی اس میں رضا شامل نہیں، تو بھی حق مہر معاف نہیں ہو گا، ہاں لڑکی نے باپ کی معافی کو اپنی مکمل رضامندی کے ساتھ قبول کیا اور شوہر نے اس معافی سے انکار نہ کیا، تو اب شوہر پر حق

مہر لازم نہ رہا۔

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَکُلُوۡهُ هَنِیۡٓـًٔا مَّرِیۡٓـًٔا﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اور عورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو، پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں، تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔"

(القرآن الکریم، پارہ4، سورۃ النساء، آیت:04)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت صدر الافاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو مَہر کا کوئی جزو ہبہ کریں یا کل مہر مگر مہر بخشوانے کے لیے انہیں مجبور کرنا، ان کے ساتھ بدخلقی کرنا نہ چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿طِبۡنَ لَکُمۡ﴾ فرمایا جس کے معنیٰ ہیں: دل کی خوشی سے معاف کرنا۔"

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النساء، آیت04، ص153، مکتبۃ المدینہ)

مہر معاف ہونے کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے، جبری مہر معاف کرانا درست نہیں، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:"وان حطت عن مہرھا صحّ الحط کذافی الھدایۃ ولا بدفی صحّۃ حطّھا من الرضا حتی لو کانت مُکرھۃً لم یصحّ "یعنی عورت نے اپنا حق مہر معاف کر دیا، تو یہ ٹھیک ہے، بشرطیکہ اس کی مکمل رضامندی ہو، یہاں تک کہ اگر مجبور ہو کر معاف کیا، تو معاف نہیں ہو گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، ج1، ص313، مطبوعہ پشاور)

بالغہ لڑکی کا حق مہر اکیلا باپ معاف نہیں کر سکتا، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے:"(قولہ: وصح حطھا) الحط الاسقاط کما فی المغرب وقید بحطھا لان حط ابیھا غیر صحیح لو صغیرۃ **ولو کبیرۃ توقف عن اجازتھا ولا بدّ من رضاھا** "یعنی درِّ مختار میں جو یہ کہا کہ عورت اپنا مہر معاف کر سکتی ہے، تو یہ قید اس لیے لگائی کہ اگر عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے، تو معاف کرنا صحیح نہیں **اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت اور رضامندی پر معافی موقوف ہے۔**

(ردّالمحتار مع درمختار، ج4، ص239، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"عورت کل مہر یا جز معاف کرے، تو معاف ہو جائے

گا، بشرطیکہ شوہر نے انکار نہ کر دیا ہو اور **اگر عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ معاف کرنا چاہتا ہے، تو نہیں کر سکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف ہے۔"** (بہار شریعت، ج2، حصہ7، ص68، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

(2) عورت مرض الموت میں ہو یا بوقتِ نزع خود اپنا مہر معاف کرے یا بیوی سے کوئی حق مہر معاف کرائے اور بیوی اس کی تصدیق کرے، تو اس طرح مہر معاف نہیں ہو گا، جب تک دیگر ورثاء کی اجازت نہ ہو، ہاں دیگر ورثاء نے اس معافی کو تسلیم کر لیا، تو اب شوہر سے حق مہر ساقط ہو جائے گا۔

عورت مرض الموت میں ہو، تو اس حالت میں مہر معاف کرنے سے معاف نہ ہو گا، جیسا کہ بحر الرائق، فتاوی عالمگیری اور فتاوی شامی میں ہے: واللفظ للبحر "ولا بد فی صحّۃ حطّھا من ان لا تکون مریضۃ مرض الموت" یعنی مہر معاف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عورت مرض الموت میں نہ ہو۔

(البحر الرائق، ج3، ص264، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دَین مہر معاف کیا۔ اس نے زبان سے بوجہ آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا، لیکن سر ہلا دیا، تو اس کا دَین مہر معاف ہوا یا نہیں؟"

اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔" **(فتاوی رضویہ، ج12، ص181، 180، رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

21 شعبان المعظم 1443ھ/25 مارچ 2022ء

ریفرنس نمبر:**Pin 5797**　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ:**16-09-2018**

میاں بیوی کے حقوق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) بیوی کے شوہر پر کیا کیا حقوق ہیں اور کیا شوہر کا بیوی کو ہر بات بتانا ضروری ہے؟ مثلا کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

(2) کیا شادی کے بعد دیگر رشتہ داروں کے حقوق ختم یا کم ہو جاتے ہیں کہ اب بیوی آگئی ہے، سب حقوق اسی کے ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) انسان کے قریبی ترین تعلقات میں سے میاں بیوی کا تعلق ہے، حتی کہ ازدواجی تعلق انسانی تمدّن کی بنیاد ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے اس رشتہ کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اِس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔ **(سورۃ الروم، پارہ 21، آیت 21)**

اِس رشتے کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن وحدیث میں شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر کئی حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، جن کو پورا کرنا میاں بیوی میں سے ہر ایک کی شرعی ذمہ داری بنتی ہے۔ بیوی کے شوہر پر درج ذیل حقوق بیان کیے گئے ہیں:

(۱) نان ونفقہ: بیوی کے کھانے، پینے وغیرہ ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جس کا بچہ ہے، اُس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا (لباس) ہے حسبِ دستور۔ **(سورۃ البقرۃ، پارہ 2، آیت 233)**

(۲) سُکنیٰ: بیوی کی رہائش کے لیے مکان کا انتظام کرنا بھی شوہر پر واجب ہے اور ذہن میں رکھیں کہ یہاں مکان سے مراد علیحدہ گھر دینا نہیں، بلکہ ایسا کمرہ، جس میں عورت خود مختار ہو کر زندگی گزار سکے، کسی کی مداخلت نہ ہو، ایسا کمرہ مہیا کرنے سے بھی یہ واجب ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: عورتوں کو وہاں رکھو، جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

(سورۃ الطلاق، پارہ 28، آیت 6)

(۳) مہر ادا کرنا: بیوی کا مہر ادا کرنا بھی بیوی کا حق اور شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو۔ (سورۃ النساء، پارہ 4، آیت 4)

(۴) نیکی کی تلقین اور برائی سے ممانعت: شوہر پر بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے نیکی کی تلقین کرتا رہے اور برائی سے منع کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (سورۃ التحریم، پارہ 28، آیت 6)

(۵) حسنِ معاشرت: ہر معاملے میں بیوی سے اچھا سُلوک رکھنا بھی ضروری ہے کہ اِس سے محبت میں اضافہ ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُن (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو۔

(سورۃ النساء، پارہ 4، آیت 19)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر پر بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اُسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔''

(فتاوی رضویہ، ج24، ص379، 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البتہ عورت پر بھی ضروری ہے کہ شوہر کے حقوق ادا کرے اور اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے حقوق کے بعد بیوی پر سب سے بڑھ کر حتی کہ اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شوہر کا حق ہے۔

حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ''ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ؟'' ترجمہ: عورت پر جن لوگوں کے حقوق ہیں، اُن میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زوجھا'' ترجمہ: اُس کے شوہر کا۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص167، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اور عورت پر مرد کا حق خاص امورِ متعلقہ زوجیت (ازدواجی زندگی سے متعلق، جو بھی حقوق ہیں، اُن) میں اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد

تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ اِن امور میں اُس کے احکام کی اطاعت اور اُس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج24، ص380، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

اور شوہر پر ضروری نہیں کہ ہر بات بیوی کو بتائے کہ کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ، کیونکہ مرد حاکم (افسر) ہے، نہ کہ محکوم (ملازم) کہ بیوی کے سامنے اپنے ہر کام کا جواب دہ ہو، لہٰذا اگر کسی حکمت کے پیشِ نظر یا ویسے بھی اگر شوہر اِن باتوں کا جواب نہ دے، تو شرعا مجرم نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (سورۃ النساء، پارہ 5، آیت 34)

لیکن یہ یاد رہے کہ باہم صلح صفائی اور تعاون سے رہنے میں عافیت ہوتی ہے، ورنہ بہت سی چیزوں میں بیوی بھی جواب دہ نہیں ہوتی۔ جب ان چیزوں کی باری آئے گی، تو پھر شوہر کی حالت دیکھنے والی ہوتی ہے، لہٰذا بیوی کو شک وشبہ میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ مناسب انداز میں جواب دے اور بیوی کو چاہیے کہ بلاوجہ تھانیدار بننے کی کوشش نہ کرے۔

(2) جی نہیں! بلکہ جن لوگوں مثلاً ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کے جو جو حقوق شرعاً اِس پر لازم ہیں، شادی کے بعد بھی اُن حقوق کی ادائیگی ضروری ہوگی، کیونکہ اسلام میں ہر صاحبِ حق کے حق کو ادا کرنے کا حکم ہے۔

حضرتِ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرتِ سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاھلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہ" ترجمہ: بے شک تمہارے رب (تعالیٰ) کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے، تو ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرو۔

جب اِس بات کی خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صدق سلمان" ترجمہ: سلمان (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا۔ (صحیح البخاری، ج1، ص264، مطبوعہ کراچی)

لیکن یہ بات واضح ہے کہ شادی کے بعد شوہر کو جتنا وقت بیوی کو دینا پڑتا ہے، وہ بقیہ افراد کے حصے سے کم ہو جاتا ہے، ایسی چیزوں پر ہرگز اعتراض اور طعن نہیں کرنا چاہیے۔ اصل میں معاملہ شوہر کی سمجھ داری پر ہے کہ سب کو ساتھ لے کر کیسے چلتا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری

05 محرم الحرام 1440ھ / 16 ستمبر 2018ء

ریفرنس نمبر:Gul:3135 تاریخ:23-02-2024

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان نکاح کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں اور ان دنوں میں نکاح نہیں کرتے کہ یہ مستقبل میں میاں بیوی کے لیے اچھا نہیں ہوتا، یہ نکاح کامیاب نہیں ہوتا، میاں بیوی کے دل نہیں ملتے۔ کیا واقعی اس میں کوئی شرعی، اخلاقی یا دیگر کوئی قباحت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نکاح اور شادی کسی دن منع نہیں، سال کے تمام مہینوں اور ہر مہینے کے تمام دنوں اور تاریخوں میں نکاح جائز ہے، لہٰذا **عید الفطر و عید الاضحیٰ** کے درمیان کے زمانے میں نکاح بالکل جائز ہے، بلکہ علمائے کرام نے شوال کے مہینے میں نکاح کو مستحب فرمایا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ شوال میں نکاح فرمایا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ماہِ شوال میں ہوئی جو دونوں عیدوں کے درمیان کا زمانہ ہے۔

بعض لوگ عیدین کے درمیان اس اعتقاد کی بنا پر شادی نہیں کرتے کہ عیدین کے درمیان نکاح یا شادی کرنا منحوس ہے اور یہ مستقبل میں میاں بیوی کے لیے اچھا نہیں ہوتا، یہ نکاح کامیاب نہیں ہوتا، میاں بیوی کے دل نہیں ملتے، ان کا یہ اعتقاد محض باطل و مردود ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ زمانہ

جاہلیت میں لوگ شوال کے مہینے میں نکاح کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نکاح کامیاب نہیں ہوتا، میاں بیوی کے دل نہیں ملتے، اس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں، آج بھی اگر کوئی اس طرح کا نظریہ رکھتا ہے، تو یہ اس کی جہالت ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:"عن عائشة قالت: تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم في شوال، وبنى بي في شوال، فأي نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أحظى عنده مني؟ قال: وكانت عائشة تستحب أن تدخل نساءها في شوال "ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال کے مہینے میں نکاح کیا اور زفاف بھی شوال کے مہینے میں فرمایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی بیوی مجھ سے زیادہ محبوب تھی؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ ان کی ماتحت عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔

(صحیح المسلم، جلد2، صفحہ 1039، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت شرح النووی علی مسلم میں ہے:"فيه استحباب التزويج والتزوج والدخول في شوال وقد نص أصحابنا على استحبابه واستدلوا بهذا الحديث وقصدت عائشة بهذا الكلام رد ما كانت الجاهلية عليه وما يتخيله بعض العوام اليوم من كراهة التزوج والتزويج والدخول في شوال وهذا باطل لا أصل له وهو من آثار الجاهلية "یعنی: اس حدیثِ پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نکاح کرنا، نکاح کروانا اور رخصتی شوال میں ہونا مستحب ہے۔ ہمارے فقہاء نے اس استحباب کو واضح طور پر بیان کیا اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کلام سے اس غلط فہمی کا رد فرمایا ہے، جس پر دورِ جاہلیت کے لوگ تھے اور بعض لوگ آج بھی یہی خیال رکھتے ہیں یعنی یہ بات کہ شوال میں نکاح کرنا، نکاح کروانا اور رخصتی کرنا ناپسندیدہ عمل ہے، حالانکہ یہ خیال باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، یہ دورِ جاہلیت کے آثار میں سے ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، جلد9، صفحہ 209، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:"لأنها سمعت بعض الناس يتطيرون ببناء الرجل على أهله

فی شوال لتوهم اشتقاق شوال من أشال بمعنی أزال فحکت ما حکت رد الذلك وإزاحة للوهم "یعنی: کیونکہ انہوں نے بعض لوگوں کو شوال میں بیوی کے ساتھ ہمبستری سے متعلق بدشگونی کرتے ہوئے سنا، اس وہم کی وجہ سے کہ شوال اشال سے نکلا ہے جس کا معنی زائل کرنا ہے، تو انہوں نے اس کے رد میں اور اس وہم کو دور کرنے کے لیے جو کچھ بیان کیا وہ بیان کیا۔

(مرقاۃالمفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح، جلد5، صفحہ2066، مطبوعہ بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اہل عرب شوال کے مہینہ میں نکاح یا رخصتی منحوس جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اس مہینہ کا نکاح کامیاب نہیں ہوتا، میاں بیوی کے دل نہیں ملتے۔ کہتے تھے کہ شوال بنا ہے شول سے جس کے معنی ہیں مٹانا، دور کرنا، زمین پر کھینچنا۔ آپ ان کے اس خیال کی تردید فرما رہی ہیں۔۔۔(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا) مقصد یہ ہے کہ میرا تو نکاح بھی ماہ شوال میں ہوا اور رخصتی بھی اور میں تمام ازواج مطہرات میں حضور کو زیادہ محبوبہ تھی، اگر یہ نکاح اور رخصت مبارک نہ ہوتی تو میں اتنی مقبول کیوں ہوتی؟ علماء فرماتے ہیں کہ ماہ شوال میں نکاح مستحب ہے۔"

(مرأۃالمناجیح، جلد5، صفحہ32، مطبوعہ گجرات، ملتقطا)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔"
(فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ265، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــه

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

12شعبان المعظم1445ھ/23فروری2024ء

ریفرنس نمبر: Fsd8130 تاریخ: 28-11-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دُرود شریف کو حق مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ دُرودِ پاک وغیرہ کسی غیر مال چیز کو بھی حق مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے مہر میں دُرود شریف پڑھا تھا، اِسی طرح ایک صحابیہ کا مہر تعلیمِ قرآن رکھا گیا تھا، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز مال نہ ہو اسے مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، شرعی رہنمائی فرمائیے ان روایات کے مطابق کیا دُرود پاک کو مہر مقرر کیا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نکاح میں دُرود پاک کو عورت کا حق مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا، اگر کسی نے کر دیا، تب بھی مہرِ مثل لازم ہو گا، مہرِ مثل سے مراد عورت کے والد کی طرف سے خاندان کی اُس جیسی عورتوں کا جو مہر مقرر ہوا، مثلاً: اُس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر، اس عورت کے لیے مہرِ مثل ہے۔

مسئلہ کی تفصیل: نکاح کے باب میں ایک اہم چیز "مہر" ہے، شرعاً "مہر" اُس مال کو کہا جاتا ہے، جو عورت مرد سے نکاح کے عوض حاصل کرنے کی مستحق ہوتی ہے، شریعتِ مطہرہ نے مہر کو عورت کا ایسا اہم حق قرار دیا ہے کہ اگر بوقتِ نکاح اِس کا ذکر نہ بھی کیا جائے، تب بھی شوہر پر عورت کو مہر دینا لازم ہوتا ہے، اِس مہر کا مالِ متقوّم یعنی ایسا مال ہونا ضروری ہے کہ جس کی کوئی قیمت ہو۔ مہر وہی چیز بن سکتی ہے جو مال ہو، اس لیے نیکی کے کاموں، مثلاً: تعلیم قرآن، تلاوت و نماز یا دُرود پاک وغیرہا کو مہر مقرر کرنا دُرست نہیں کہ یہ مال نہیں اور جو چیز مال نہ ہو، وہ مہر بھی

نہیں بن سکتی، مزید یہ کہ مرد پر مہر کی صورت میں مال لازم کرنے میں شریعتِ مطہرہ نے بہت سی حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں، اگر مہر سے مال کو ہی ختم کر دیا جائے، تو مہر لازم کرنے کے مقاصد ہی فوت ہو جائیں گے، اس لیے بھی مہر میں مال ہی دینا لازم ہے، جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

مہر میں مال ہونا ضروری ہونے کے متعلق آیاتِ قرآنیہ:

(1) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اور ان (محرمات) عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو، نہ کہ زنا کرنے کے لیے، تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مقررہ مہر انہیں دے دو۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 24)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے اِس جزء ﴿بِاَمْوَالِكُمْ﴾ کے تحت امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نَسَفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:710ھ / 1310ء) لکھتے ہیں: "فیه دلیل علی... أنه یجب وإن لم یسم وأن غیر المال لا یصلح مهرا" ترجمہ: آیتِ مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ نکاح میں مہر اگرچہ ذکر نہ بھی کیا جائے، تب بھی لازم ہی ہے اور اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جو چیز مال نہیں، وہ مہر بننے کے قابل نہیں۔

(التفسیر النسفی، سورۃ النساء، تحت الایۃ 24، جلد 1، صفحہ 348، مطبوعہ لاھور)

اِسی طرح امام ابو بکر احمد بن علی جَصّاص رازی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:370ھ / 980ء) نے بیان کیا۔ (احکام القرآن للجصاص، باب المھور، جلد 2، صفحہ 199، مطبوعہ کراچی)

اور صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: "مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں، وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھا دے گا، تو اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔"

(صراط الجنان، جلد 2، صفحہ 175، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) یونہی اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـٴًـا مَّرِیْٓـٴًـا﴾ ترجمۂ کنز العرفان: "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو، پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں، تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔" (القرآن الکریم، پارہ 4، سورۃ النساء، الایۃ 4)

یہ آیتِ مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے، چنانچہ اس کے تحت امام ابو بکر جَصَّاص رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "ویدل علی ان المھر حکمه ان یکون مالا قوله تعالی: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔الخ﴾ وذالک لان قوله تعالی: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ امر یقتضی ظاهره الایجاب ودل بفحواه علی ان المهر ینبغی ان یکون مالا من وجهین: احدهما: قوله تعالی: ﴿وَاٰتُوا﴾ معناه اعطوا والاعطاء انمایکون فی الاعیان دون المنافع، اذ المنافع لایتاتی فیها الاعطاء علی الحقیقة والثانی: قوله تعالی: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا﴾ وذالک لایکون فی المنافع وانماهو فی الماکول او فیمایمکن صرفه بعد الاعطاء الی الماکول فدلت هذه الایة علی ان المنافع لایکون مهراً" ترجمہ: اور مہر کا حکم یہ ہے کہ وہ مال ہو، اس بات پر یہ آیتِ قرآنی ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔الخ﴾ دلالت کرتی ہے، کیونکہ آیت کا پہلا جزء ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ امر ہے جس کا ظاہر ایجاب کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس بات پر دالّ ہے کہ مہر مال ہی ہونا چاہیے، اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَاٰتُوا﴾ اعطوا کے معنیٰ میں ہے اور اِعطاء اَعیان یعنی چیزوں میں ہوتی ہے، فقط منافع میں نہیں، کیونکہ منافع میں حقیقی طور پر اعطاء نہیں پائی جاتی۔ اور دوسری وجہ آیت کا یہ جزء ہے: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا﴾ (کیونکہ مہر میں سے کچھ مرد کو واپس کرنا اور اس کا اسے کھانا) یہ فقط منافع میں نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ تو صرف کھائی جانے والی چیزوں یا جن چیزوں کو دے کر کھائی جانے والی چیزوں کا لینا ممکن ہو، اُنہی میں ہو سکتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص، باب المھور، صفحہ 203، مطبوعہ کراچی)

(3) قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو اور تم ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو، تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا، اس کا آدھا واجب ہے۔

(القرآن الکریم، پارہ 2، سورۃ البقرہ، الایۃ 237)

بدائع الصنائع، محیطِ برہانی اور عامۂ کتب فقہ میں ہے، واللفظ للاول: "(ولنا) قوله تعالی: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا

وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ شرط سبحانه وتعالى أن يكون المهر مالا وقوله تعالى ﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (البقرة: 237) أمر بتنصيف المفروض في الطلاق قبل الدخول فيقتضي كون المفروض محتملا للتنصيف وهو المال" ترجمہ: مہر کے مال ہونے کے متعلق ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو۔) اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مہر کا مال ہونا شرط بیان فرمایا۔ اور یہ فرمانِ باری تعالیٰ بھی دلیل ہے: ﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ اس لیے کہ اس آیت مبارکہ میں ہم بستری سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں بیان کیے گئے مہر کا نصف لازم ہونا بیان کیا گیا ہے، تو یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جو مہر مقرر کیا جائے وہ ایسا ہونا چاہیے جس میں تنصیف ہو سکتی ہو اور وہ مال ہے، (لہٰذا ثابت ہوا مہر کا مال ہونا ضروری ہے)۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، جلد 3، صفحہ 491، مطبوعہ کوئٹہ)

احادیث مبارکہ:

(1) مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبری للبیہقی، کنز العمال اور سنن دار قطنی میں ہے، واللفظ للآخر: "عن جابر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا صداق دون عشرة دراهم" ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مہر دس درہم سے کم نہیں۔ **(سنن دار قطنی، جلد 4، صفحہ 358، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)**

(2) نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اپنے عمل مبارک سے بھی یہی ثابت ہے کہ مہر مال ہی ہو سکتا ہے، چنانچہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے مہر میں مال ہی دیا، جیسا کہ صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہا کتب احادیث میں ہے، واللفظ للاول: عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه قال: سألت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: كم كان صداق رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا قالت: أتدري ما النش؟ قال: قلت: نصف أوقية، فتلك خمس مائة درهم فهذا صداق رسول الله صلى الله عليه وسلم لأزواجه" ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ

صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہر کتنا تھا، فرمایا آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مہر اپنی بیویوں کے متعلق بارہ اوقیہ اور نَش تھا، بولیں کیا تم جانتے ہو کہ نَش کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: آدھا اوقیہ، تو یہ پانچ سو درہم ہوئے، یہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے لیے مہر تھا۔

(الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، جلد1، صفحہ458، مطبوعہ کراچی)

جزئیاتِ فقہ:

مہر کا مال ہونا ضروری ہے، یہ بات خود مہر کی تعریف سے بھی واضح ہوتی ہے، جیسا کہ نہر الفائق، رد المحتار اور عامۂ کتب فقہ میں ہے، واللفظ للاول: "اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع إما بالتسمية أو بالعقد" ترجمہ: مہر اس مال کا نام ہے، جو عقدِ نکاح میں شوہر پر ملکِ بضع (حق زوجیت ملنے) کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، یا تو صراحتاً ذکر کرنے سے یا عقدِ نکاح سے ہی۔

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب النکاح، باب المھر، جلد2، صفحہ229، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اور طاعت یعنی نیکی کے کاموں، مثلاً: تعلیمِ قرآن، تلاوت و نماز یا دُرود پاک وغیرہا کو مہر مقرر کرنا دُرست نہیں کہ یہ مال نہیں اور ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہوگا، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ / 1836ء) لکھتے ہیں: "يجب مهر المثل فيما لو تزوجها على أن يعلمها القرآن **أو نحوه من الطاعات لأن المسمى ليس بمال" ترجمہ:** اگر نکاح اس طور پر کیا کہ تعلیم قرآن یا کوئی اور نیکی کا کام (مثلاً دُرود پاک) مہر ہوگا، تو ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہوگا، کیونکہ جو چیز مہر کے لیے ذکر کی گئی وہ مال نہیں۔

(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، جلد4، صفحہ229، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1367ھ / 1947ء) لکھتے ہیں: "جو چیز مالِ متقوم نہیں وہ مَہر نہیں ہو سکتی اور مہر مثل واجب ہوگا، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ آزاد شوہر عورت کی سال بھر تک خدمت کرے گا یا یہ کہ اسے قرآن مجید یا علم دین پڑھا دے گا یا حج و عمرہ کرا دے گا یا مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے ہوا اور مہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر آیا یا یہ کہ شوہر اپنی پہلی بی بی کو طلاق دے دے، تو ان سب صورتوں

میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔" (بہارِ شریعت، مہر کا بیان، جلد2، حصہ7، صفحہ65، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مہرِ مثل کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ لکھتے ہیں: "عورت کے خاندان کی اُس جیسی عورت کا جو مہر ہو، وہ اُس کے لیے مہرِ مثل ہے، مثلاً: اس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، حصہ7، صفحہ71، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

احادیث کا جواب:

جہاں تک سوال میں ذکر کی گئی احادیث کا تعلق ہے، تو ان کا جواب درج ذیل ہے۔

(1) حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھَا کے حق مہر میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دُرود پاک پڑھنے کی روایت کو ثابت مان بھی لیا جائے، تب بھی اسے حجت بنانا درست نہیں، جس کی چند وجوہات یہ ہیں: (۱) یہ روایت اُس درجہ کی نہیں کہ اس سے کسی حکم شرعی کا استنباط کیا جا سکے، کیونکہ کسی حدیث سے حکم شرعی ثابت ہونے کے لیے اس کا خاص درجے کی (کم از کم حسن لغیرہ) ہونا ضروری ہے، جس سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور یہ روایت اس درجہ کی نہیں، لہٰذا اِس روایت سے دُرود پاک کو مہر بنانے کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ روایت سابقہ شریعتوں کے متعلق ہے اور سابقہ شریعتوں کی ایسی روایات جو ہماری شریعت کے ثابت شدہ احکام کے خلاف ہوں، وہ قابلِ عمل نہیں ہوتیں، لہٰذا دُرود پاک کو مہر مقرر کرنے کے متعلق اس روایت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(2) جہاں تک اُس روایت کا تعلق ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک صحابیہ کا مہر تعلیم قرآن رکھا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ وہ روایت خود محتمل ہے (جیسا کہ تفصیل ذیل میں آ رہی ہے) اور جو روایت خود محتمل ہو، اس پر قیاس کر کے کسی دوسرے حکم کا اِثبات نہیں کیا جا سکتا۔

تفصیل یہ ہے: روایت کا پس منظر: نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی، میں نے اپنی جان آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہبہ کر دی، پھر وہ ٹھہری رہی، تو ایک شخص نے عرض کی، اگر حضور کو ضرورت نہ ہو، تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیجیے، تو نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہارے پاس مہر دینے کو کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی، میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں، فرمایا: اگر تم اپنا تہبند اسے دے دو گے، تو تم بغیر تہبند کے رہ جاؤ گے، لہٰذا کوئی اور چیز تلاش کرو، تو انہوں نے عرض کی! میرے پاس کچھ نہیں ہے، ارشاد فرمایا: مزید تلاش کرو، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو، انہوں نے تلاش کیا،

مگر کچھ نہ ملا، تو رسول پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تمہیں قرآن یاد ہے؟ عرض کی، جی ہاں! فلاں فلاں سورت یاد ہے اور ان کے نام بیان کیے، تو نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اِس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ اس قرآن کے سبب کر دیا، جو تمہیں یاد ہے۔

حدیثِ پاک کے الفاظ یہ ہیں: "عن سهل بن سعد قال: جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إني وهبت من نفسي، فقامت طويلا، فقال رجل: زوجنيها إن لم تكن لك بها حاجة، قال: هل عندك من شيء تصدقها؟ قال: ما عندي إلا إزاري، فقال: إن أعطيتها إياه جلست لا إزار لك، فالتمس شيئا فقال: ما أجد شيئا فقال: التمس ولو خاتما من حديد فلم يجد، فقال: أمعك من القرآن شيء؟ قال: نعم، سورة كذا وسورة كذا، لسور سماها، فقال: زوجناكها بما معك من القرآن" مفہوم اوپر بیان ہو چکا۔

(الصحیح للبخاری، کتاب النکاح، باب السلطان ولی، جلد2، صفحہ 277، مطبوعہ لاھور)

علمائے کرام نے اس روایت کے متعلق بہت سے جوابات بیان کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱): حدیثِ پاک میں تعلیم قرآن کا ذکر ہی نہیں ہے، بلکہ قرآن کا ذکر ہے اور اس بات پر سب ائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن کریم یا اس کی کسی سورت کو مہر نہیں بنایا جا سکتا، لہٰذا حدیث پاک میں "بما معک من القرآن" میں لفظ "ب" سبب کے لیے ہے، نہ کہ عوض کے لیے اور معنی یہ ہے کہ تمہارے سورتوں کو یاد کرنے کی برکت و عظمت کی وجہ سے میں نے تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ان کا نکاح بغیر مہر کے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ مہر ذکر نہیں کیا گیا، نہ یہ کہ مہر دیا ہی نہیں گیا، لہٰذا یا تو خود انہوں نے بعد میں مہر ادا کیا تھا یا نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شفقت اور کرم نوازی فرماتے ہوئے خود ادا کر دیا تھا، جیسا کہ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے والے شخص کا کفارہ ادا فرما دیا تھا، لہٰذا اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا۔

(۲) اور اگر تعلیم قرآن کو ہی مہر مان لیا جائے، تو یہ حدیثِ پاک خبر واحد ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں نص قرآنی موجود ہے اور اُصول یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مطلق پر عمل ممکن ہو، تو خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر اضافہ جائز نہیں، اس لیے تعلیم قرآن کو مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا جب مقیس علیہ یعنی تعلیم قرآن کا مہر بنانا

درست نہیں، تو اس پر قیاس کر کے کسی اور عمل، مثلاً: درودِ پاک کو مہر بنانا بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہو گا۔

(۳) علمائے کرام نے ایک جواب یہ دیا کہ تعلیمِ قرآن کو مہر بنانے کی اجازت صرف اُنہی صاحب کے لیے تھی، ان کے بعد کسی اور کو جائز نہیں اور بالعموم وہی حکم ہے، جو قرآن وحدیث اور ائمۂ فقہ و حدیث کی عمومی تصریحات سے ثابت ہے اور اُصول یہ ہے کہ جو حکم کسی کی خصوصیت کے طور پر بیان ہوا ہو، اُس پر دیگر کو قیاس کرتے ہوئے عمومی حکم نہیں دیا جاسکتا، جس کی کثیر نظائر کتب میں موجود ہیں۔

جزئیات ملاحظہ کیجیے:

(1) حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام کا حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھَا کے مہر میں دُرود پاک پڑھنے کے متعلق روایت اس درجہ کی نہیں کہ اس سے حکم شرعی ثابت ہو سکے، چنانچہ ثبوتِ احکام کے لیے کس درجہ کی روایت کا ہونا ضروری ہے، اس کا بیان کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اُتنی قوت درکار نہیں (جو عقائد کے لیے درکار ہے)، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد5، صفحہ478، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

(۲) اور سابقہ اُمتوں کے احکام پر عمل کرنے کے متعلق اُصول یہ ہے کہ وہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ و السلام کے احکام کے خلاف نہ ہوں، لہٰذا سابقہ شریعتوں کی ایسی روایات جو ہماری شریعت کے ثابت شدہ احکام کے خلاف ہوں، وہ قابلِ عمل نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ ترجمہ کنز العرفان: "اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لیے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔" (القرآن الکریم، پارہ 5، سورۃ النساء، الآیۃ 26)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: "اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں تردید کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائقِ عمل ہیں اور جو ممانعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔"

(صراط الجنان، جلد2، صفحہ178، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علمائے کرام نے ایک جواب یہ دیا کہ یہ معاملہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا، لہٰذا کسی اور کو ان پر قیاس نہیں کر سکتے، چنانچہ علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ "حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر" میں لکھتے ہیں: "لا يقال المهر لا بد أن يكون متمولا، لأن الذي زوج حواء لآدم هو المولى، وهو يفعل ما يشاء ترجمہ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مہر کا تو مال ہونا ضروری ہے، (پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مہر درود پاک کیسے ہوا؟) کیونکہ جس ذات نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حضرت حواء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھَا سے نکاح کروایا وہ مولیٰ تعالیٰ ہے اور وہ جیسے چاہے معاملہ فرمائے۔

(حاشية الدسوقي علي الشرح الكبير، جلد4، صفحہ496، مطبوعہ دار الفكر)

دوسری روایت کے جوابات کے جزئیات:

(۱) شارحِ بخاری، علامہ بدرالدین عینی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تعلیم قرآن کے متعلق ذکر کی گئی روایت کے مختلف طُرق کے الفاظ ذکر کر کے سب کے جوابات بیان کیے، جس کا ماحصل و خلاصہ آخری بات میں بیان کر دیا، چنانچہ عبارت یہ ہے: "وأجابوا عن قوله: قد زوّجنا كها بما معك من القرآن، أنه إن حمل على ظاهره يكون تزويجها على السورة لا على تعليمها، فالسورة من القرآن لا تكون مهرا بالاجماع، فحينئذ يكون المعني: زوجتكها بسبب ما معك من القرآن وبحرمته وببركته، فتكون الباء للسببية... وهذا لا ينافي تسمية المال... ويكون ذلك المهر مسكوتا عنه إما لأنه صلى الله عليه وسلم قد أصدق عنه كما كفّر عن الواطىء في رمضان إذ لم يكن عنده شيء... كل ذلك رفقا بأمته ورحمة لهم، أو يكون أبقى الصداق في ذمته وأنكحها نكاح تفويض، حتى يتفق له صداق، أو حتى يكسب بما معه من القرآن صداقا، **فعلى جميع التقدير لم يكن فيه حجة على جواز النكاح بغير صداق من المال**" ترجمہ: علمائے کرام نے اس فرمان (قد زوجنا کھا بما معك من القرآن) کا جواب یہ بیان کیا کہ اگر اس کو ظاہر پر محمول کریں، تو یہ قرآن کی ایک سورت کے بدلے نکاح کروانا ہو گا، نہ کہ تعلیمِ قرآن پر اور قرآن کی سورت بالاجماع مہر نہیں بن سکتی، لہٰذا حدیث پاک کا معنی یہ ہو گا کہ میں نے قرآن کی حرمت و برکت کے سبب تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا، لہٰذا یہ (ب) سببیہ ہو گی... اور یہ بات مہر میں مال کا ذکر کرنے کے منافی بھی نہیں... اور اگر یہ کہا جائے کہ مہر کو ذکر نہیں کیا گیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو اس لیے کہ

نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود اس کا مہر ادا فرما دیا، جیسا کہ رمضان میں جماع کرنے والے کا کفارہ خود ادا فرمایا۔۔۔ یہ سب نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُمّت پر نرمی اور کرم نوازی کے سبب ہے یا پھر مراد یہ ہوگی کہ مہر اسی شخص کے ذمہ پر باقی رکھا گیا اور مہر اس عورت کو سپرد کرنے کی شرط پر نکاح کر دیا، یہاں تک کے دونوں میں مہر کے متعلق اتفاق ہو گیا یا مراد یہ ہے کہ جو قرآن تمہیں یاد ہے اس کے ذریعے مہر کما کر ادا کر دینا، **لہٰذا ہر صورت پر ہی حدیث میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ نکاح بغیر مال کے ہوا تھا۔**

(عمدۃ القاری، کتاب الوکالۃ، جلد 12، صفحہ 201، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اِسی تفصیل کے ساتھ امام ابن الملک کرمانی حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور علامہ علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جوابات بیان کیے، مزید علامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "(فقال: قد زوجتك بما معك من القرآن) قال الأشرف: الباء للسببية عند الحنفية وليست للبدلية والمقابلة أي زوجتكها بسبب ما معك من القرآن **والمعنى أن ما معك من القرآن سبب الاجتماع بينكما كما في تزوج أبي طلحة أم سليم على إسلامه، فان الاسلام صار سببا لاتصاله وحينئذ يكون المهر دينا،** (وفي رواية قال انطلق فقد زوجتك) أي: بما معك من القرآن (فعلمها من القرآن) ما معك وهذا أمر استحباب ولا دلالة فيه على أن التعليم مهر" ترجمہ: اس فرمان (قد زوجتك بما معك من القرآن) کے متعلق کِبار علمائے کرام فرماتے ہیں: احناف کے نزدیک اس میں (ب) سبب کے لیے ہے، عوض اور مقابلہ کے لیے نہیں یعنی تمہیں قرآن یاد ہونے کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا، یعنی تمہارا قرآن یاد کرنا تم دونوں کے اکھٹے ہونے کا سبب بن گیا، **جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام لانے کی شرط پر ان کا نکاح حضرت اُمِّ سُلیم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا کے ساتھ ہوا، کیونکہ ان کا اسلام لانا ان کے نکاح کا سبب بنا اور (چونکہ قبولِ اسلام کو مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا، اس لیے) اُس وقت مہر اُن کے ذِمّہ پر دَیْن تھا،** ایک روایت میں بیان کیا گیا: جاؤ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اس کے سبب جو قرآن تمہیں یاد ہے، تو اب اس کو قرآن سکھاؤ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیمِ قرآن کا حکم صرف استحبابی تھا اور اس میں بھی ایسی کوئی دلالت نہیں ہے کہ تعلیمِ قرآن کو مہر مقرر کیا گیا تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الصداق، جلد 6، صفحہ 328، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) تعلیم قرآن ہی مراد ہو، تو یہ روایت خبر واحد ہے، جس کی وجہ سے نص قرآن ترک نہیں کی جا سکتی،

چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:"وأما الحديث فهو في حد الآحاد ولا يترك نص الكتاب بخبر الواحد مع ما أن ظاهره متروك، لأن السورة من القرآن لا تكون مهرا بالاجماع، وليس فيه ذكر تعليم القرآن ولا ما يدل عليه، ثم تأويلها زوجتكها بسبب ما معك من القرآن وبحرمته وبركته لا أنه كان ذلك النكاح بغير تسمية مال"ترجمہ: بہر حال حدیثِ پاک ،تو وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد کی وجہ سے نصِ قرآنی کو ترک نہیں کیا جاسکتا، باوجود اس کے کہ اس روایت کا ظاہر بھی متروک ہے، کیونکہ قرآن کی سورت بالاجماع مہر نہیں بن سکتی اور حدیث پاک میں تعلیم قرآن کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس مراد پر دلالت کرنے والی کوئی بات حدیث میں موجود ہے، لہٰذا یہ حدیث مؤول ہے اور تاویل یہ ہے کہ میں نے تمہارے قرآن یاد کرنے اور اس کی حرمت و برکت کی وجہ سے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا، لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ یہ نکاح مہر میں مال بیان کیے بغیر ہی ہو گیا۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، جلد3، صفحہ491، مطبوعہ کوئٹہ)

خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں، جیسا کہ اُصول الشاشی میں ہے:"أن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن العمل بإطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد والقياس لا يجوز"ترجمہ: جب کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنا، ممکن ہو، تو خبرِ واحد اور قیاس کے ذریعے اس پر زیادتی کرنا، جائز نہیں۔

(أصول الشاشی، صفحہ15، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(۳) تعلیمِ قرآن کو ہی مہر مانا جائے، تو پھر یہ صرف ان صحابی کی خصوصیت شمار ہو گی، جیسا کہ علامہ عینی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے نقل کیا:"وإنما جاز لذلك الرجل خاصة"ترجمہ: (علماء نے ایک جواب یہ دیا کہ) تعلیمِ قرآن کو مہر مقرر کرنا خاص اُسی شخص کے لیے جائز تھا، (لہٰذا کسی اور کو ان پر قیاس کرنا، جائز نہیں)۔

(عمدۃ القاری، کتاب الوکالۃ، باب وکالہ، جلد12، صفحہ201، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

03جمادی الاولیٰ 1444ھ/28نومبر 2022ء